

Their Highnesses the Sultan and Sultana of Silangor, Malay, (seated fourth and fifth from the left) with their Retinue at the Shah Jehan Mosque Woking.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام

جلد ۲۴ | بابت ماہ جنوری ۱۹۳۸ء مطابق شوال المکرم ۱۳۵۶ھ | نمبر ۱

(نورانی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبد الغنی پرنٹر پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ جنوری ۱۹۳۸ء

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو ہز ہائنس سلطان آف سلنگر - ملایا - اور ہر ہائنس سلطانہ کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے - جبکہ صاحب ممدوح شاہجہان مسجد ووکنگ میں رونق افروز ہوئے - فوٹو مذکورہ میں بائیں جانب چوتھی اور پانچویں کرسی پر ہز ہائنس سلطان بالقابہ اور ہر ہائنس سلطانہ جلوہ افروز ہیں -

اسلام کی تلوار

یہ نہایت رنجدہ امر ہے کہ جب کبھی عیسائی لوگ اسلامیات پر رائے زنی کرتے ہیں وہ حق و صداقت سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں - اغلباً یہ خصوصیت محض اسلام کے بارہ ہی میں ہے - شاندار جنگی خدمات کی قدر افزائی پر کسی کو تلوار نذر کرنا یا بطور انعام دنیا تمام دنیا میں ایک مسلمہ رواج ہے - "شہزادہ امن" کے پرستار بھی اس رسم کو خوب جانتے اور اسپر عمل پیرا ہیں - حقیقت حال یہ ہے کہ ایسے مواقع پر تلوار کا بطور ہدیہ یا انعام دینا تمام دنیا کی تاریخ میں از ابتدا تا انتہا عیسویت کی ایک نمایاں خصوصیت ہے جس کی مثال دوسری مذہبی جماعتوں میں نظر نہیں آتی - لیکن باوجود اس کے ہم نے عیسائیت کی "تلوار" کے الفاظ کبھی نہیں سنے مگر افسوس ہے کہ ایک معمولی واقعہ سے جس کی تفصیل ہم ابھی بیان کرتے ہیں انگلستان کے سارے اخبارات میں شور وغل مچ جاتا ہے اور "اسلام کی تلوار" ہاں اسلام کی "تلوار" کے الفاظ فضائے آسمانی میں گونجنے لگ جاتے ہیں جنکا مقصد اسلام کو بدنام کرنا ہے - یہ واقعہ کیا ہے؟ محض اسقدر کہ لیبیا کے مسلمانوں نے مسولینی کو تلوار بطور نذر پیش کی - پھر کیا تھا - انگلستان کے ایک سرے سے لے کر

دوسرے سرے تک تالیاں بجنے لگ گئیں۔ اور ہمیں افسوس ہے کہ ڈیلی ٹیلیگراف جیسے متین اخبار نے بھی اسمیں حصّہ لیا (ملاحظہ ہو اس کی ۱۹ مارچ کی اشاعت) ان عیسائی بزرگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام کو تلوار سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا عیسائیت کو۔ شیفیلڈ ٹیلیگراف نے تو کمال ہی کر دیا۔ آپ بڑی تمکنت سے ارشاد فرماتے ہیں کہ "اسلام کی تلوار" کے الفاظ اس تلوار پر جو مسولینی کو دی گئی ہے عائد نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہ الفاظ اس تلوار کے لئے مخصوص ہیں جو محمد (صلعم) استعمال کرتے تھے۔ اور اب وہ اغلبًا قسطنطنیہ میں محفوظ ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی اس عجیب و غریب خبر کو پڑھ کر عیسائیوں کے علم و فضل اور عقل و دانائی پر سر در گریباں نہ ہوں تو اور کیا ہو۔ لیکن ان کو وہ عیسائی اصول بھول نہیں جانا چاہئے جس کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:۔

"اگر میرے جھوٹ بولنے سے خدا کی صداقت اور عظمت اور جلال ظاہر ہو تو میں گنہ گاروں میں کیوں شمار کیا جاؤں؟ اور کیوں میں وہ بُرائی نہ کروں جس کا نتیجہ اچھا ہو (رومنز ۳۔ ۷ و ۸)

برطانیہ عظمیٰ اور جدید اطالوی پالیسی

اٹلی کی موجودہ فسطائی حکومت نے لیبیا کی آبادی کو یقین دلایا ہے کہ ان کو امن و امان دیا جائے گا۔ ان سے عدل و انصاف کا سلوک ہوگا۔ ان کی خوشحالی اور فلاح و بہبود کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔ مع ہذا شریعت غرائے مصطفوی کا پورا پورا احترام مد نظر رکھا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی اسلام کے ساتھ اور تمام دُنیا کے مسلمانوں کے ساتھ پوری پوری ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔

الغرض اس طرح سے مسولینی نے لیبیا کے مسلمانوں کو یقین دلایا ہے۔ ہم اس سے قبل کئی ایک دفعہ مغربی مدبرین کے اس قسم کے وعدوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ اور بتا چکے ہیں کہ کہاں تک ان وعدوں کو اہمیت دی جا سکتی ہے۔ اور ان کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر محض پالیسی کے تقاضا سے جس کا مقصد برطانیہ عظمیٰ کو نیچا دکھانا ہو مسولینی لیبیا کے مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے سارے وعدے پورے بھی کر دے تو برطانیہ نے ماشاءاللہ کروڑ در کروڑ مسلمانان عالم کی وفاداری اور خوشنودی کو حاصل کرنے میں بھی کچھ کمی نہیں کی اور وہ اس طور پر کہ برعکس مسولینی کی تحریک کے برطانیہ کے مد نظر محض اقتصادی مفاد ہی ہیں۔ ملکی یا سیاسی مفاد جو بڑی اہمیت رکھتے ہیں ان کو ذرا اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس موجودہ غلط پالیسی کی بین مثالوں میں سے ایک فلسطین کا مسئلہ ہے۔ میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ باوجود یورپ کے سیاسی مطلع کے پر غبار ہونے کے مسلمانوں کے جذبات کو نہ سمجھنا اور ان کو خاطر میں نہ لانا برطانوی مدبرین کے حسن تدبر کے سخت منافی ہے۔ برطانوی پالیسی میں ضروری تبدیلی کے علاوہ

برطانوی پبلک بھی اگر مسلمانوں کی جانب سے اپنے غیر مدبرانہ رویہ کو بدل ڈالے تو تمام مسلمانان عالم کے قلوب کو مسخر کر سکتی ہے۔ برطانوی لوگوں پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ برخلاف عیسائیوں کے مسلمان اپنے مذہب کو سیاسی مفاد سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ باوجود اس کے ہم افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ برطانوی پبلک نے اندرون ملک میں اور باہر بھی اسلام اور بانیِ اسلام کو برا بھلا کہنے اور کلیسا کے ہاتھوں میں کھیلنے کا رجحان ظاہر کیا ہے۔

عیسائی دنیا میں عورت

مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کو یہ امر یاد کرا دینا ضروری ہے کہ سویٹ رُوس باوجود ان تمام تبدیلیوں کے جو یہ عمل میں لا چکا ہے عیسائی دُنیا کا ایک جزو لاینفک ہے۔ عیسائیت باوجود اس امر کے کہ وہاں کے لوگ بظاہر اس کے خلاف بھڑکے ہوئے ہیں پھر بھی ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دل و دماغ پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔ جب تک یہ لوگ کسی باقاعدہ مذہب مثلاً اسلام کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتے۔ اس وقت تک عیسائی ہی ہیں۔ کوئی دنیوی تحریک یا مذہبی تحریک جو فرقہ دارانہ رنگ کی ہو اس مسلمہ حقیقت کو بدل نہیں سکتی۔ اس امر کے سمجھ لینے کے بعد ہمارے ناظرین "ڈیلی میل" کی مندرجۂ ذیل خبر کو پڑھ کر بہت محظوظ ہوں گے جو اس کی ۲۹۔ اپریل ۱۹۳۷ء کی اشاعت میں شائع ہوئی ہے:۔

"مارشل وورشلو نے مستورات کی پلٹنیں موتوف کرنے کے احکام اس بنا پر جاری کئے تھے کہ وہ برائی پھیلا رہی تھیں اور "سرخ سپاہیوں" کے اخلاق کو بگاڑ رہی تھیں"

جو لوگ اس قسم کے خیالات کے حامی ہیں کہ مرد و عورت میں ہر حالت میں مساوات قائم کرنا چاہئے۔ ان کے لئے یہ واقعہ غور کے قابل ہے۔ اور اگر چشم عبرت وا ہو تو اس سے سبق سیکھا جا سکتا ہے۔ کہ دونوں صنفوں کو ایسی بدتمیزی کے ساتھ آپس میں خلط ملط ہونے کا موقعہ دینا خالی از خطرہ نہیں۔ ڈین اینگ ایسے قماش کے لوگ ہم مسلمانوں کو الزام دیا کرتے ہیں کہ ہم اپنی تمدنی اور مذہبی زندگی کی اصلاح کے لئے مغربی اطوار اختیار کر رہے ہیں۔ اس قسم کے واقعات جن کا ذکر ڈیلی میل میں کیا گیا ہے ہمارے نکتہ چینوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے کہ ہم نے تو کیا مغربی اطوار اختیار کرنے تھے۔ مغرب کے رہنے والے عیسائی نام نہاد آزادی کے نشہ میں سرشار ہو کر اور اس کے بد نتائج سے آگاہ ہو کر خود بتدریج مسلمانوں کے اطوار اختیار کرتے جاتے ہیں۔

نسوانی آزادی عیسائی فرانس میں

۲۲۔ مارچ کے ایوننگ نیوز میں مندرجۂ ذیل خبر شائع ہوئی ہے۔ "ایک نئے قانون کی رو سے شادی شدہ

فرانسیسی مستورات عدالتوں میں وکالت کا کام کر سکتی ہیں - لین دین کر سکتی ہیں - بینک اکاونٹ کھول سکتی ہیں۔ مغرب کی عیسائی عورتوں کی حالت کس قدر قابل رحم ہے۔ کتنی قانونی مشکلات ہیں جن میں یہ مستورات مبتلا ہیں۔ باوجود اس کے ان کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے یہ وہ آزاد مستورات ہیں جنکا نمونہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مشرقی لوگ جو ہر سال مشرق کی مسلمان عورتوں کی آزادی کے لئے اس قدر چیخ پکار کرتے رہتے ہیں کچھ وقت اپنے گھر کی اصلاح میں بھی خرچ کریں۔ اور اپنے وطن کی برائے نام آزاد مستورات کی حالت زار کو سنوارنے کی کوشش فرمائیں۔ یہ مشرقی لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جس آزادی کو اپنے لئے آلہ کار بنانا چاہتے ہیں وہ حقیقتاً عورتوں کی آزادی نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ اس کے برعکس یہ ایک چھپی ہوئی اور زیادہ خطرناک شکل غلامی کی ہے۔"

مقام افسوس ہے کہ تمام مغربی طبقہ نسواں کم و بیش اس غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا نظر آتا ہے۔ اس غریب طبقہ کی حقیقی آزادی اس میں ہے کہ مرد جو وحشیانہ طور پر ان کو آلہ کار بنائے ہوئے ہیں اور اس سے جو اقتصادی اور قانونی نقصانات ان کو پہنچنے کا احتمال ہے اس سے ان کو محفوظ رکھا جائے۔ سچ پوچھو تو یہ آزادی مسلمان عورتوں کو ابتدائے اسلام سے ہی حاصل ہے مگر افسوس کہ عیسائی تعصب اسلام کی اس خوبی کی قدر کرنے سے مانع ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ مغرب کے عیسائیوں کی آنکھوں سے غفلت اور جہالت کے پردے کب دور ہوں گے۔ تاکہ وہ ایک جھوٹی اور مصنوعی آزادی کی بجائے (جو دراصل بے شمار مصیبتوں کا منبع ہے) حقیقی اور اصل آزادی مغرب کی مستورات کو دے سکیں۔ اور حقیقی خوشی کا سامان بہم پہنچا سکیں۔

کیا اسلام موت کے نزدیک ہے ؟

آئے دن مسیحی مبلغین بھولے بھالے سامعین کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرتے رہتے ہیں کہ مذہباً اسلام ختم ہوا چاہتا ہے۔ غالباً یہ خود ان کے یاس انگیز مذہبی خطرات کی صدائے بازگشت ہے۔ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ آج من حیث المذہب مسیحیت مردہ ہو چکی ہے بلکہ غیر مناسب نہ ہوگا اگر کہا جائے کہ یہ یکانیت اور لامذہبیت کا مترادف ہے۔ علاوہ ازیں اسلام کا روحانی اثر دوست اور دشمن برابر قبول کر رہے ہیں۔ اس کے ثبوت میں ہم خود مسیحی نامہ نگاروں کا بیان پیش کرتے ہیں۔ اخبار یارک شائر مورخہ ۱۶ مارچ کی اشاعت میں مسٹر این۔ پی میکڈانلڈ نے لکھا ہے " افریقہ میں قبول اسلام کی صورت یہ ہے کہ اگر ایک عیسائیت قبول کرتا ہے تو دس اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں یورپ کی مسلم آبادی بیس لاکھ سے بھی کم تھی آج پچاسی لاکھ ہے۔ ریورنڈ ڈاکٹر میلول جونس مسٹر کرشائن۔ آئی ٹنلنگ سے دوران ملاقات میں جسکو بالتفصیل مورخہ ۱۰ مئی کے اخبار کرسچین میں شائع کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔" اسلام سگن قبائل

میں پھیلا اور پھیل رہا ہے۔ لیگوس میں ایک وسیع مسجد کی تعمیر اس مذہب کی ترقی کا ایک بین ثبوت ہے۔ مسٹر ایس پی میکڈانلڈ مورخہ ۱۵ اپریل کے اخبار "ایونگ کرانیکل" میں افریقہ اور یورپ میں نومسلم افراد کے اعداد و شمار کا اعادہ فرماتے ہوئے دوبارہ رقمطراز ہیں:- "تخمیناً ہر ہفتہ برطانیہ عظمےٰ کی سرزمین میں سات یا آٹھ افراد حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں۔"

مسیحی صحافت کی حق پوشی

برمنگھم کے اخبار "سنڈے مرکری" (Sunday Mercury) کی مورخہ ۳۰-مئی کی اشاعت میں اعلیحضرت شاہ فاروق مصر کی رسم تاجپوشی کے متعلق ایک مقالہ شائع ہوا ہے۔ اس کا ایک عنوان "شمشیر محمد" ہے۔ حیرت ہوئی۔ فوراً شوق چرایا کہ دیکھیں اس میں کونسا خیال پیش کیا گیا ہے۔

عنوان کے نیچے یہ لکھا نظر آیا "جسکے بعد شیخ مراغی ان کو (شاہ فاروق کو) محمد علی بانی خاندان ہذا کی مرصع شمشیر مرحمت کرینگے"۔ لیجئے صدق مقالی کی قلعی کھل گئی۔ روایتی ضعف حافظہ کے باوجود یہ امر نہیں بھولے کہ چند ہفتہ قبل ویسٹ منسٹر ایبے (Westminster Abbey) میں کنٹربری کے رئیس الاساقفہ نے شاہ انگلستان کو ایک متبرک شمشیر عنایت کی۔ اور یاد رہے یہ شمشیر مسیحیت کے ایک مقدس (راہب Dunstan) راہب کے نام سے منسوب ہے تاہم کسی مسیحی نے بھولے سے بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے اس کو نسبت نہیں دی۔ حالانکہ وہ شمشیر جو شیخ مراغی ایک مسلم فرمانروا کو پیش کر رہے ہیں مذہبی حیثیت نہیں رکھتی اور سراسر دنیاوی رنگ لئے ہوئے ہے لیکن تاہم بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نام نامی سے اس پیشکش کا انتساب کرتے شرم نہیں آتی۔ کیا حماقت ہے۔ ہم برطانوی مطبع کو متنبہ کرتے ہیں کہ یہ روش مذموم ہی نہیں بلکہ اس سے قومی وقار جاتا رہے گا۔ اور ہر فرد قوم کا نمائندہ ہوتا ہے۔

عیسائیت اور ہندوستانی اچھوت

اخبار The Church Times کی مورخہ ۹ جنوری کی اشاعت میں ایک دلچسپ عبارت شائع ہوئی ہے، جس کا عنوان "ایک صحیفہ نگار کی بیاض سے ماخوذ" مندرجہ ذیل سطور ملاحظہ ہوں:-

"ہندوستان کے "اچھوت ادھار" کا مسئلہ رومن کلیسا کی تشویش کا باعث ہے۔ مجھے ۱۸ دسمبر Catholic Herald of India کی ایک کاپی ملی ہے جس میں دکمبا کو نام کے مقام پر" رومن کیتھولک کیتھڈرل میں ایک

دلچسپ منظر کا نقشہ کھینچ کر دکھایا گیا ہے۔ ایدیدریودا (ہریجن) رومن کیتھولک کی ایک کثیر جماعت (ایدیدریودا جنوبی ہند کے اچھوت ہیں) کیتھڈرل میں فریضۂ مقدس ادا کرنے آئی تھی۔ اس کے افراد پیدائشی کیتھولک جماعت کی نشستوں میں بیٹھ گئے۔ پیدائشی کیتھولک کو یہ حرکت ناگوار گزری۔ اور جب انہیں کوئی چارہ کار نظر نہ آیا تو سب کے سب اپنی نشستوں سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔ پادری صاحب نے ایدیدریودا کو تلقین کی کہ تم آئندہ ایسا رویہ اختیار نہ کرنا اس سے احساسات مجروح ہوتے ہیں۔ تم گرجا کی مغربی نشستوں میں بیٹھ جایا کرو۔"

کیا فرماتے ہیں علمائے مسیحی جو آج لکھوکھا اچھوت کو مسیحیت میں داخل کرنا چاہتے ہیں؟ اور زرِ کثیر جمع کر رہے ہیں! ؟

مسیحی مغرب کی فرسودگی

Church Times کی متذکرہ بالا اشاعت میں "ورلڈ سٹوڈنٹس کرسچین فیڈریشن" کی دسویں چہار سالہ کانفرنس (دمومتر) کا ذکر آیا ہے۔ اس میں ڈاکٹر ڈبلو۔ اے۔ وسر۔ ٹ ہوفٹ کانفرنس کے جنرل سکرٹری کی تقریر کا بھی خلاصہ مندرج ہے۔ مشکل ہی سے ایسی دریدہ دہنی کی مثال مل سکے گی یوں لکھتا ہے:

"عنقریب مسیحی مغرب کا لقب ایک عمومی نام بن کر رہ جائے گا۔ جیسے Sunny South مغربی تہذیب ایک زمانہ میں مسیحی تمدن کے مترادف خیال کی جاتی تھی۔ آج مسیحیین ایک نئے دور سے گزر رہے ہیں۔ انہیں خود سمجھ نہیں آتی کہ آیا ایسا زمانہ بھی ہو گزرا ہے جب عامۃ الناس مسیحی مغرب کا راگ الاپتے تھے۔ خانہ جنگی نسلی ایذا رسانی۔ خون آشام آلاتِ حرب کی کثرت، مذہبی آزادی کا انسداد۔ بیگانیت کی نشاۃ ثانیہ۔ ضعیف افراد و اقوام پر جابرانہ تصرف کے باوصف آج "مسیحی مغرب" کے لقب کو مسیحی صحرا سے بدل دیا جائے تو غیر موزوں نہیں۔ مغربی تہذیب صدیوں دجل وفریب کی گہرائیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتی رہی ہے۔"

ہم بلاخوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ مغربی اقوام کی اس دگرگونی کا سبب محض یہی ہے کہ ان کا گرجا دجل و فریب کی تعلیم دیتا ہے۔ گرجا میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت نہیں کی جاتی۔ بلکہ مایا کی رکھشا ہوتی ہے۔

اسلام میں اخلاق کا بلند معیار[1]

آر - ایس - نہرا - سولیسٹر (لندن)

اگرچہ میں ہندو ہوں لیکن میرے اس موضوع پر تقریر کرنے کی کئی وجوہ ہیں - اوّلاً یہ کہ اگرچہ میں ہندو ہوں اور ہندو گھرانے میں پیدا ہوا - لیکن بچپن سے میری دوستی اور ہمسائیگی مسلمانوں کے ساتھ رہی ہے - آپ لوگ اچھی طرح واقف ہیں کہ ہندوستان کے شہروں میں ہندو اور مسلمان علیحدہ علیحدہ نہیں رہتے - دوسرے یہ کہ ہندو مذہب دوسرے مذاہب کی تحقیر اور توہین کرنا نہیں سکھاتا - اور ہندو مذہب کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول رواداری اور امن پسندی ہے - تیسرے یہ کہ میں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے اور گزشتہ پندرہ سال سے اسلامی قانون شریعت کی روشنی میں مقدمات کی پیروی کرتا رہا ہوں - چند سال ہوئے میں نے اپنے ایک مسلمان دوست کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اگر چاہے تو وکالتاً اپنا نکاح کر سکتا ہے - یہ دوست ٹینگانیکا علاقہ میں رہتا تھا جو افریقہ میں واقع ہے - اور لندن نہیں آسکتا تھا - لیکن یہاں کی ایک انگریز خاتون سے اس کی شادی ہو گئی - اور میں اس کے نکاح کا وکیل بنا - پس آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں اسلام سے کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور رکھتا ہوں -

میں نے اپنے موضوع میں لفظ اخلاق کو اس کے وسیع ترین معنوں میں استعمال کیا ہے اور میں اپنے مضمون کو تین حصوں کے ماتحت بیان کرونگا - یعنی دین میں اسلامی اخلاق - عام اخلاقی حالت - اور صنفی تعلقات میں اسلامی اخلاق - اور میں اپنے بیان کو اپنے ذاتی تجارب سے جو مجھے کئی سال پریکٹس کرنے کے سلسلے میں حاصل ہوئے ہیں، واضح کروں گا - اور ہر حصہ کو حتی الوسع نہایت اختصار کے ساتھ بیان کروں گا -

میں اس امر کی صراحت کر دینی پسند کرتا ہوں کہ جس موضوع پر میں اظہار خیال کر رہا ہوں وہ اخلاق کا وہ حقیقی معیار ہے جس کو انسان کامل حضرت محمد (صلے علیہ وسلم) اور آپؐ کے سچے متبعین نے دنیا میں قائم کیا اور تلقین فرمائی، اور اس پر عمل کر کے دکھایا - اور یہ معیار اس قدر بلند ہے کہ موجودہ زمانہ کی عورتیں اور مرد

[1] یہ وہ لیکچر ہے جو انگلستان کی مسلم سوسائٹی واقع ۱۸ ایکلسٹن سکوائر میں دیا گیا تھا -

جو کہ مادیت کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، بہت مشکل سے اس تک پہنچ سکتے ہیں۔

پہلے میں اخلاق کے ان اصولوں کو لیتا ہوں جن کا اظہار لین دین کے سلسلے میں ہوتا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دُنیا میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو سود کو حرام قرار دیتا ہے۔ اگر آپ اس نہایت مفید اور بلند اصول کا تجزیہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ موجودہ اقتصادی نظام جو سود پر مبنی ہے سراسر غلط ہے۔ دولت زندہ شے نہیں ہے۔ اگر آپ سونے یا چاندی کا پونڈ کسی جگہ رکھدیں تو خواہ وہ کتنے ہی عرصہ تک وہاں پڑا رہے وہ کبھی دُگنا نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ایک بادشاہ یا جرنل یا ڈائرکٹر یا کسان کے ہاتھ میں بھی ایک ہی پونڈ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے بانی (صلعم) نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ نہ سود لو نہ دو۔ یہ ایک بدترین قسم کا ظلم ہے جو انسانی حرص نے بنی نوع آدم پر روا رکھا ہے۔ اور مادہ پرست لوگ جو روحانی طور پر اندھے ہیں احمقانہ غرور کے ساتھ اس اصول پر کاربند ہیں۔ سود لینے اور سود دینے کے نتائج بہت دوررس ہیں۔ اور سوسائٹی کی امن پسندی کے حق میں سم قاتل ہیں۔ یہ وہ آلہ ہے جو اس اصول پر عمل کرنے والوں کے سروں پر نہایت شدت کے ساتھ گرتا ہے۔ موجودہ قانون کی رو سے ایک شخص ۴۸ فیصدی تک سود لے سکتا ہے۔ غالباً آپ حضرات میں سے بعض کو اس کا علم نہ ہوگا۔ انگلستان میں ایک سودخوار ۴۸ فیصدی سود تک وصول کر سکتا ہے۔ یعنی اگر ایک شخص آج ۱۰۰ پونڈ قرض لے تو اس کو سال بھر کے بعد ۱۴۸ پونڈ دینا ہوں گے۔ اور دو سال میں سود کی رقم اصل زر سے دوگنی ہو جائیگی۔ غور کیجئے اس اصول کی بنا پر کس قدر خاندان تباہ ہو چکے ہوں گے۔ میرے مشاہدہ میں ایسے واقعات آئے ہیں کہ سود خوروں نے دراصل خاندانوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اگر ایک شخص ایک مرتبہ ان سود خوروں کے چنگل میں پھنس جائے تو چونکہ شرح سود اس قدر زیادہ ہے اس لئے وہ شخص شاذونادر ہی صحیح سلامت بچکر نکل سکتا ہے۔ موجودہ اقتصادیات کے ماہرین سود خوری کی تعریف کر سکتے ہیں۔ کیوں محض اس لئے کہ اس اصول کی بنا پر لوگوں کو دوسروں کی دولت کا کچھ حصہ مفت حاصل ہو سکتا ہے۔ سود خوری آج عظیم الشان پیمانہ پر جاری ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حرص اور طمع بھی عظیم الشان پیمانہ پر پہنچی ہوئی ہیں۔ اور دُنیا کی قومیں گویا ایک غار کے کنارے پر کھڑی ہیں اور عین ممکن ہے کہ وہ کسی وقت اس غار میں اوندھے منہ جا گریں۔ عمارتی سوسائٹیاں، بنک، اور بیمہ کمپنیاں بظاہر بہت مفید معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن میں آپ کو ایک مثال دوں گا جو میرے پیشے کے سلسلہ میں عموماً تجربہ میں آتی رہتی ہے۔ ایک شخص نے ۱۲۰۰ پونڈ کو ایک مکان خریدا اور ۸ پونڈ ماہوار اس کی قسط مقرر ہوئی۔ اس ۸ پونڈ میں سے نصف سے زیادہ تو پہلے دس سال کا سود ہے۔ اس آدمی نے ۷ سال تک باقاعدہ اقساط ادا کیں۔ آٹھویں سال وہ بیمار پڑ گیا۔ اور اس ملک کی تجارت کو بھی کچھ نقصان پہنچا جسکی وجہ

سے وہ قسط ادا نہ کر سکا - عمارتی سوسائٹی نے جو دراصل ایک سود خور کی تجارت کا شاندار نام ہے - ہر ماہ اس پر جرمانہ عائد کیا - میں اس غریب مگر ایماندار آدمی کا وکیل تھا - وہ قسط ادا کرنے کے قابل نہ تھا - لیکن اس سود خور نے جرمانہ عائد کر کے اس کا بار اور بڑھا دیا - اور انجام کار سوسائٹی نے یہ معاملہ اپنے مشیران قانونی کے حوالہ کر دیا - میں ان سے ملنے گیا اور اس مقروض کے حالات بیان کر کے ان سے رحم کی درخواست کی - لیکن انہوں نے کہا "افسوس ہم کچھ نہیں کر سکتے - قانون کی پابندی لازمی ہے - کمپنی کے ڈائرکٹر مجبور ہیں کہ اپنی اقساط وصول کریں" چنانچہ انہوں نے دعوے دائر کیا اور مکان پر قبضہ حاصل کر کے اس شخص کو معہ بیوی بچوں کے سات سال کے بعد نکال باہر کیا - یہ بالکل قانونی کارروائی تھی اور بعض لوگ کہینگے کہ بالکل ٹھیک تھی - لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ فعل انسانیت کے مطابق تھا ؟ اگر سود کا سوال نہ ہوتا تو وہ شخص اصل زر بآسانی ادا کر سکتا تھا - اور کمپنی کو بھی اس قدر سنگدلی کی ضرورت نہ ہوتی - کیونکہ اس صورت میں انہیں یہ لالچ نہ ہوتا کہ اس شخص سے مکان نکال کر اسے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا جائے - جو اصل زر اور سود دونوں ادا کر سکے - اسلام میں ایک تاجر دوسرے تاجر یا دوست کو قرض دے سکتا ہے لیکن بغیر سود کے اور مقروض وہ رقم حقیقی شکریہ کے ساتھ واپس کر دے گا - اب آپ اس اصول کی انسانیت کے پہلو پر غور کریں اور دیکھیں کہ سود نہ لینے سے انسان میں کس قدر ہمدردی اور حقیقی محبت کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے - کیونکہ اسلام میں کوئی شخص اپنے روپے کو اس لئے استعمال نہیں کر سکتا کہ سود لے کر اپنے اندر حرص کا جذبہ پیدا کرے - جب تجارت میں معاملات کو انسانیت پر مبنی کیا جائے - تو پھر خود غرضی پیدا نہیں ہو سکتی - اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ زندگی میں تصادم کم ہوگا - اور روزانہ زندگی میں دل کو سکون حاصل ہوگا - میں موجودہ سود لینے والی جماعتوں کے ظلم و ستم اور انسانیت کش طریقوں کی بہت سی مثالیں دے سکتا ہوں - لوگوں کے دلوں میں اسلام کے متعلق عجیب و غریب خیالات پائے جاتے ہیں - بہت کم لوگ اسلام کو اس کی اصلیت میں مطالعہ کرتے ہیں - یعنی کمزور طبع اور محض زبانی دعوے کرنے والے مسلمانوں کے اعمال سے بالاتر ہو کر -

اس کے بعد ہم صنفی اخلاق کو لیتے ہیں - اسلامی قانون میں آپ نے خلوت کا اصول پڑھا ہوگا - یہ کیا ہے ؟ یہ دراصل انسانوں کے لئے اخلاق کا سب سے اعلیٰ اصول ہے - جو جنسی تعلقات کے بارہ میں وضع کیا گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ جو لوگ اس اصول سے ناواقف ہیں ان کی سہولت کی خاطر اس کی تشریح کر دوں - اگرچہ بانی اسلام (صلعم) کو بجلی کے متعلق کچھ زیادہ معلومات حاصل نہ تھیں - لیکن وہ انسانی زندگی میں عورت اور مرد کے مابین تفریق رکھنے کی خوبی اور ضرورت سے بخوبی واقف تھے - سائنس کی اصطلاح میں جذبہ جنسی انسانوں میں سچ مچ بجلی کی ایک رو

ہے - یہ زندگی کے تسلسل کے لئے ضروری ہے لیکن ان اصولوں کو مدنظر رکھنا بھی لازمی ہے جن کی بدولت یہ بجلی کی رو، سوسائٹی کو تباہ کئے بغیر جاری رہ سکے۔ انسان اپنی اصل کے لحاظ سے ایک اخلاقی ہستی ہے - اور آپ لوگ اس مقولہ سے بخوبی واقف ہیں کہ اگر دولت ضائع ہو جائے تو گویا کچھ ضائع نہ ہوا - اور اگر صحت ضائع ہو جائے تو کچھ نقصان ہوگا - لیکن اگر سیرت ضائع ہو جائے تو انسان بالکل تباہ ہو جائے گا۔ ایک انسان جسکے پاس بلند اخلاقی اصول نہ ہوں وہ ایک حیوان سے بدتر اور سانپ سے زیادہ خطرناک ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلعم نے بلند اخلاقی اصول کے حفظ و بقا کے لئے قانون نافذ فرمایا - اسلامی قانون میں خلوت کے یہ معنے ہیں کہ اگر ایک مرد اور ایک عورت، جو ایک دوسرے کے اس درجہ قریبی رشتہ دار نہ ہوں جن میں شادی ناجائز ہے۔ کسی مکان یا مقام میں بالکل تنہا اور آزادی کے ساتھ مل کر بیٹھیں جہاں کوئی مخل نہ ہو سکے تو وہ شریعت کی رو سے ایسے جرم کے مرتکب ہوں گے جو قابل گرفت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس اصول کی کافی تشریح کر دی ہے - اگرچہ میں نے کسی حد تک قانونی الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اب آپ پھر بجلی کی مثال پر غور کریں - جو لوگ بجلی کے اصول سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ منفی بجلی، مثبت بجلی سے ملنے کے لئے ہمیشہ بے تاب رہتی ہے - جب تک دونوں میں کافی فاصلہ ہے یا ان دونوں کے درمیان کوئی شے حائل رہے تو وہ برابر اپنے اپنے راستوں پر چلتی رہیں گی لیکن جونہی فاصلہ کم ہو جائے یا وہ تفریق دور ہو جائے تو پھر فوراً بجلی پیدا ہو جائے گی، خواہ ساری دنیا دعا کرے کہ بجلی پیدا نہ ہو لیکن کیا یہ دعا کارگر ہو سکتی ہے؟ ہر شئے قاعدہ اور قانون کی پابند ہے۔ قانون کو توڑنے سے فوراً خراب نتیجہ ظاہر ہوگا۔ انسانی اور اخلاقی دنیا بھی غیر قابل تبدیل قوانین کی پابند ہے - اسی طرح جسطرح کہ مادی دنیا پابند ہے -

اسی لئے خلوت کا اصول عورت اور مرد، دونوں کی اخلاقی حالت کو قائم رکھنے کے لئے سب سے بلند اصول ہے - اسی اصول کے ماتحت مغربی ممالک میں بوڑھی عورتوں کو لازم رکھا جاتا ہے تاکہ وہ مجالس میں نوجوان لڑکیوں کی نگرانی کر سکیں بعض لوگ ان عورتوں کو یا ان امور کو جو نوجوان عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے سے دور رکھیں - پرانی دقیانوسی باتیں قرار دیتے ہیں۔ لیکن اسلام اچھی باتوں کو یہ کہہ کر نہیں ترک کرتا کہ وہ دقیانوسی ہو گئی ہیں یہ ہو سکتا ہے کہ بہت سے مسلمان سچے مسلمان نہ ہوں - اور اسلام کے بلند اصولوں پر عامل نہ ہوں - لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ اسلام میں بلند اصول پائے جاتے ہیں - کون واقف نہیں ہے کہ آج دنیا کی اخلاقی حالت کس قدر زار و زبوں ہو رہی ہے - اور لوگ تباہی کے گہرے غار کی طرف تیزی سے چلے جا رہے ہیں - اور وہ دن دور نہیں جب ہم، ان لوگوں کی حماقتوں کا خمیازہ بھگتینگے جو اخلاق کے اعلیٰ اصولوں پر عمل نہیں

کرتے۔ اگرچہ وہ دنیاوی لحاظ سے کتنے ہی بڑے عہدوں پر فائز کیوں نہ ہوں۔ اگر میرے پاس وقت ہوتا تو میں اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان کر سکتا تھا۔ آج کل کے نوجوان مردوں اور عورتوں کی یہ رسم کہ وہ آزادی کے ساتھ جہاں چاہیں ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں، اس خرابی کی ذمہ دار ہے جو دنیا میں پائی جاتی ہے اور اسی اخلاقی خرابی کی وجہ سے، دنیا سے مسرت کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ میں نے گزشتہ نو سال میں بہت سے انگریزوں کے شادی کے مقدمے کئے ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ کس قدر رنجیدہ اور تباہ حال تھے۔ چونکہ وہ اخلاق کے بلند اصولوں پر عامل نہ تھے۔ اور بعض مسلمان بھی اپنے مذہب کے اعلیٰ اصولوں کو چھوڑ کر تکلیف میں مبتلا ہیں۔ افراد، اور بالواسطہ جماعتوں اور انجام کار دنیا کی مسرت اور صحت کا دار و مدار، تجارتی اور نجی زندگی میں اعلیٰ اخلاقی اصولوں پر کاربند ہونے میں مضمر ہے۔ اور اسلام میں یہ چیز موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں کاش ہر مسلمان سچا مسلمان بن جائے تو اسلام دنیا میں بہت تیزی کے ساتھ پھیل سکتا ہے۔

اب میں عام اخلاق کے متعلق چند باتیں کہنی چاہتا ہوں۔ اسلام ہی دنیا میں ایک ایسا مذہب ہے جو تمام مسکرات اور منشیات مثلاً شراب سے روکتا ہے۔ موجودہ دنیا اب اس حقیقت سے آگاہ ہو گئی ہے کہ عمدہ زندگی بسر کرنے کے لئے شراب ایک زبردست برائی ہے۔ اور اس لئے اس سے احتراز واجب ہے چنانچہ امریکہ نے اس کے خلاف ایک قانون پاس کیا اور اس کا ملک پر بہت اچھا اثر ہوا۔ لیکن اسلام میں کسی حالت اور کسی تقریب میں بھی شراب پینے کی اجازت نہیں ہے اور شراب خانہ خراب کی برائیاں اس قدر واضح ہیں کہ ان کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں ہے اس کی بدولت بہت سے خاندان ہر سال تباہ ہو جاتے ہیں۔ بہت سی زندگیاں ہر سال غارت ہو جاتی ہیں، بہت سے نوجوان ابتدائے زندگی ہی میں تباہ ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں عیش و عشرت اور عیاشی کی بڑی سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے۔ سچے مسلمان کے کمرے میں آپ کبھی تصاویر آویزاں نہ پائیں گے سادہ زندگی تو مسلمان کا محبوب طرز عمل ہی۔ عیاشی ہی کی وجہ سے لوگوں میں اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ اور دولتمند، غریبوں اور حاجتمندوں کو بھول جاتے ہیں۔ دیکھو مغربی ممالک میں کیا ہو رہا ہے۔ ایک دولتمند آدمی کو سوچنا چاہئے کہ دنیا میں غریب لوگ بھی آباد ہیں۔ لندن کے مغربی حصہ میں بہت سے تھیٹر، سینما، اور ہوٹل ہیں جو سر سبز معمور رہتے ہیں لیکن اسی شہر کے مشرقی حصہ میں لاکھوں آدمیوں کو پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں ملتی اور طرفہ یہ ہے کہ اس حالت کو منصفانہ قرار دیا جاتا ہے خود غرض لوگوں کے ہاتھوں میں آکر عدل و انصاف کا معیار کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔

محدود وقت کی وجہ سے میں ان اصولوں کی تفاصیل نہیں کر سکتا۔ میں نے صرف چند نمایاں اور لائقِ توجہ امور پر روشنی ڈالدی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ سامعین میں سے جو حضرات مسلمان ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ اسلامی اخلاق کے بارہ میں جانتے ہیں اور عمل کرتے ہیں۔ جتنا میں نے آج آپ کے سامنے بیان کیا ہے۔

اشاعتِ اسلام

(از رضاء الدین احمد بی۔اے۔ بی۔ ٹی۔ (علیگ) آنریری سکرٹری انجمن اتحاد)

ظلمتِ جہل سے تاریک تھا صحرائے عرب — نورِ ایماں سے منور نہ تھی خاکِ یثرب
موجب فخر قبائل تھے عجب لہو و لعب — لب پہ تھی یادِ بتاں سب کے بجائے "یارب"
دیر تھا انکا حرم، اپنا حرم آہ نہ تھا — اک صنم خانہ تھا وہ کعبہ اللہ نہ تھا
نشۂ کفر سے سرشار تھے سب اہلِ عرب — دین و ایمان سے بیزار تھے سب اہلِ عرب
سرکش و ظالم و خونخوار تھے سب اہلِ عرب — کس مصیبت میں گرفتار تھے سب اہلِ عرب
اپنی دختر پہ ستم ڈھانا ذرا بار نہ تھا — گاڑ دینے میں اسے زندہ انہیں عار نہ تھا
باوجودیکہ نہ تھا کوئی عرب میں معصوم — اپنی رحمت سے خدا نے نہیں رکھا محروم
آتشِ کفر ہوئی چشم زدن میں معدوم — کافروں کو بھی ہوئی منزلت دیں معلوم
کوئی پیغام لئے عرش بریں سے آیا — اہلِ دنیا کیلئے نعمت عقبیٰ لایا
اس کے اخلاق میں تھی شانِ الٰہی کی جھلک — اس کے آگے سرِ تسلیم جھکاتے تھے ملک
ہے خجل اس کے مراتب سے بلندئ فلک — نور سے اس کے جھپک جاتی ہے سورج کی پلک
شبِ معراج میں اسرارِ رسالت بھی کھلے — پردۂ راز اٹھا عرش کے جلوے دیکھے
نورِ ایماں سے منور ہوا سارا عالم! — رازِ باطن سے ہوا عالمِ ظاہر محرم
کردیا ختم نبوت نے وہ عہدِ پُر غم — جس سے شیرازہ مسرت کا تھا درہم برہم

دیا قانونِ شریعت نے تمدن کو فروغ
دورِ حق آگیا، جب ختم ہوا دورِ دروغ

اسلام اور نکاح

جناب سید غلام شاہ صاحب - کریمی - بی اے (آنرز)

اسلام ایک عملی مذہب ہے - اور انسان کی اخلاقی - جسمانی - اور سوشل ترقی اس کا بڑا مقصد ہے جس مسئلہ پر آج ہم لکھنا چاہتے ہیں وہ بیاہ یا نکاح کا مسئلہ ہے - ہر ایک شخص جانتا ہے کہ اسلام میں ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت ہے لیکن لفظ " اجازت " کو خوب یاد رکھنا چاہئے - یہ خیال غلط ہے کہ اسلام کثیر الازدواجی یا ایک سے زیادہ نکاح کرنے پر ہر انسان کو مجبور کرتا ہے - ہر گز نہیں - کہیں ایسا حکم نہیں کہ " تم ایک سے زیادہ نکاح ضرور کرو " یا " تم پر ایک سے زیادہ شادیاں کرنا فرض ہے " - کثیر الازدواجی کا مقصد محض اس قدر ہے کہ ایک شخص ایک سے زیادہ بیبیاں خاص خاص حالات کے ماتحت نکاح میں لا سکتا ہے - یہ محض اجازت ہے اور وہ بھی مشروط - اور خاص حالات واقعات کے ماتحت - اور اسی میں اسلام کی کمال زیرکی مضمر ہے - شادی کے دو مقصد ہوتے ہیں - ایک انسان کا ذاتی مقصد اور دوسرا قومی مقصد - ان دونوں مقاصد کی تکمیل کی راہ میں بعض مشکلات حائل ہیں - ان مشکلات کا حل مذہب اسلام نے ہی بتایا ہے - اس وقت ہم بعض اہم مشکلات کا ذکر کرتے ہیں جو نکاح کے معاملہ میں لوگوں کو پیش آتی ہیں - اور پھر ہم بتائیں گے کہ کس طرح اسلام نے بنی نوع انسان کی بہبود و سود کو مدنظر رکھتے ہوئے ان مشکلات کا قلع قمع کر دیا ہے -

ابھی تھوڑے دن ہوئے اخبار " ٹٹ بٹس " میں مفصلہ ذیل سطور میری نظر سے گزریں - ایک شخص بیان کرتا ہے کہ:-

" میری بیوی دماغی عوارض سے عرصہ دس سال سے بیمار ہے - ڈاکٹر کہتے ہیں کہ وہ پاگل خانہ سے کبھی باہر نہیں نکالی جا سکتی (یعنی اسکو شفا ناممکن ہے) میں ایک خاموش آدمی ہوں - اگر پہلی بیوی سے آزادی حاصل ہو جائے تو مجھے شادی خانہ آبادی کی بہت آرزو ہے - اس معاملہ میں میں ناظرین کرام سے کوئی مفید مشورہ چاہتا ہوں "

یہ ایک دردناک واقعہ ہے اور اس لئے زیادہ دردناک ہے کہ اس کا لکھنے والا ایک عیسائی ہے - اور عیسائیت جو جواب اس کو دے سکتی ہے وہ حسب ذیل ہے :-

" اگر شادی سے پہلے ہی تمہاری بیوی میں دیوانگی موجود تھی اور اس معاملہ کو تم سے چھپایا گیا تھا تو اس سے

آزادی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اگر ایسا نہیں تھا تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ قانون تمہارے حق میں نہیں ہے۔ اور تم پہلی بیوی سے آزادی حاصل نہیں کر سکتے۔"

بالفاظ دیگر جب تک اس کی بیوی زندہ ہے (خواہ وہ پاگل خانہ ہی میں ہو) وہ دوسری شادی نہیں کر سکتا جسکا مطلب یہ ہے کہ یا تو وہ مجردانہ زندگی بسر کرے اور یا بدکاری کرے۔ یہ مشکل اور یہ معمہ جو عیسائیت کے لئے ایک عقدۂ لاینحل بنا ہوا ہے اسلام نے نہایت آسانی سے حل کر دیا ہے۔ اور اس کا حل کثیر الازدواجی کی اجازت میں ہی مرکوز ہے۔

ایک اور مثال لیجئے۔ فرض کیجیے کہ ایک شادی شدہ انسان ہے جس کے قوائے جسمانی و دماغی سب مضبوط اور تندرست ہیں۔ وہ خوب طاقتور اور توانا ہے۔ خوب کھاتا پیتا اور معقول آمدنی والا ہے۔ اور اس کے گھر میں تمام سامان عیش و عشرت موجود ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے کئی سال گزر جانے کے باوجود اس کے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور شاید بیوی کی حالت ایسی ہے اور اس کو کوئی ایسا عارضہ لاحق ہے کہ تاعمر اس سے کوئی بچہ پیدا نہ ہوسکے۔ کسی دوسرے کا بچہ لیکر پال لینا اسے پسند نہیں یا ایسی صورت ممکن ہی نہ ہوسکتی ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی بیوی سے محبت رکھتا ہے اور دوسری شادی کی خاطر اس کو طلاق دینا نہیں چاہتا۔ اب ایسے مذہب میں جس میں ایک ہی شادی کی اجازت ہو اس مشکل کا کوئی حل نہیں مل سکتا۔ ایسے شخص کو اپنی مشکلات رفع کرنے کے لئے اسلام کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہیئے اور اپنی تکالیف کا علاج اس دین فطرت سے کرنا چاہیئے۔ لاریب اسلام ہی واحد علاج ان مشکلات اور مصائب کا ہوسکتا ہے۔ یہاں تک تو ہم نے بعض ان مسائل پر غور کیا ہے جو انسان کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب ہم ان مسائل پر غور کرنا چاہتے ہیں جو قومی مقاصد سے تعلق رکھتے ہیں۔

فرض کرو کہ ایک ملک یا قوم کچھ عرصہ تک مصروف جنگ رہتی ہے۔ لازماً لڑائی کے خاتمہ پر اس کے مردوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔ بہت سی مستورات جو ابھی عالم شباب میں ہی تھیں بیوہ ہو جاتی ہیں اور بے شمار لڑکیاں جو نکاح کے قابل تھیں ان کو شوہر نہیں مل سکتے۔ بعض عورتوں کو کچھ کام کرنے کے لئے مل سکتا ہے لیکن بہت سی حالتوں میں کام نہیں مل سکتا۔ یہ بدنصیب اپنا گزارہ کس طرح کریں؟ ان کو نان و نفقہ کون بہم پہنچائے۔ یہ تمام کی تمام یتیم خانوں اور بیوہ خانوں میں داخل نہیں کی جاسکتیں۔ نوکری کہیں ملتی نہیں۔ گزارہ کی کوئی صورت نہیں۔ ایسے دردناک حالات میں وہ کیا کریں؟ لازماً وہ ایسے گھر کی تلاش میں ہوں گی جس میں وہ بآرام زندگی بسر کرسکیں۔ ان کے دل میں شادی خانہ آبادی کی کس قدر تڑپ موجزن ہوگی۔ اب جائے غور ہے کہ یورپ کے جن ملکوں میں ایک ہی نکاح کرنے کی اجازت ہے ان میں اس قابل رحم طبقہ نسواں کے لئے دو ہی ناخوشگوار صورتیں باقی رہ جاتی ہیں۔ اگر یہ بدنصیب طبقہ

اپنی عفت اور عصمت کو سنبھال کر رکھتے تو مفلسی اور قلاشی ان کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ اور وہ ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیتی ہیں۔ دوسرا طریق کار ان کے لئے یہی ہے کہ وہ بداخلاقی اور ناگفتنی عیوب میں مبتلا ہو کر اپنے دن کاٹیں یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جس کا حل اسلام میں ہی پایا جاتا ہے۔ اور میں بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ اسلام نے جس خوبی اور جس عمدگی سے انسانی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ کو حل کیا ہے وہ نہایت ہی قابل تعریف ہے۔ اسلام ایسی عورتوں کے لئے ایک معزز اور دیانتدارانہ زندگی بسر کرنے کے مواقع پیش کرتا ہے۔ وہ اجازت دیتا ہے کہ ایسی عورتیں اپنا گھر بنالیں۔ ایسا گھر جس میں ان کو تمام آرام میسر ہوں۔ وہ شادی کرلیں اور ایک معزز شہری کی زندگی بسر کریں۔ وہ مائیں بن جائیں اور ان کو پاک وصاف زندگی حاصل ہو۔ قصہ کوتہ اسلام ان کی اعلیٰ اخلاقی حالت کا ضامن بن جاتا ہے اور ان کی عفت وعصمت کو معصیت کے داغوں سے بچالیتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ جب اسلام اپنے ابتدائی مراحل میں تھا اس وقت مسلمانوں اور غیر مسلم اقوام میں عموماً جنگوں کا ایک سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اس جنگ وجدل کا نتیجہ یہ تھا کہ مرد بہ تعداد کثیر راہی ملک عدم ہوگئے تھے حضرت پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے جو دنیا میں آخری شریعت لے کر مبعوث ہوئے تھے۔ ان دردناک حالات کو ملاحظہ فرمایا کہ مستورات بہت بڑی تعداد میں بیوگی کی حالت میں رہ گئی تھیں۔ آپؐ نے اپنے متبعین کو حکم دیا۔ کہ وہ ان مسلمانوں کی بیوہ عورتوں سے نکاح کریں جو خدا کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے اپنے مولا سے جا ملے ہیں۔ سب سے پہلے خود جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرف قدم اٹھایا۔ چنانچہ ان بارہ بیویوں میں سے جن سے آپؐ نے نکاح کیا آٹھ بیبیاں ایسی تھیں جن کے خاوند جام شہادت پی چکے تھے۔ یہ ہے اصلیت آپؐ کے زیادہ نکاح کرنے کی جس پر معترضین زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت کے سامنے معترضین کے اعتراضات پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتے۔ اور اس سے اس تہمت کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ جو معاندین آپؐ پر لگاتے ہیں۔ نعوذ باللہ اگر آپؐ اپنے نفس پر قادر نہ ہوتے جیسا کہ مخالفین آپؐ کے متعلق کہتے ہیں تو آپؐ عین جوانی کے عالم میں ایک دوشیزہ سے شادی کرنا پسند فرماتے لیکن جب آپؐ کی عمر پچیس سال کی تھی آپؐ نے ایک چالیس سالہ بوڑھی عورت سے شادی کی۔ اور پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ آپؐ نے اپنی پہلی بیوی کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا اور پچیس برس تک ایک ہی بیوی پر قناعت کی۔ لاریب آپؐ دنیا کے معلم تھے۔ اور جو کچھ آپ دوسروں کو تعلیم دیتے تھے سب سے پہلے خود اس پر عمل کرتے تھے۔

ممکن ہے یہ بات یورپین محبان وطن کو بری لگے لیکن عقل جس بات کو تسلیم کرتی ہے وہ یہ ہے کہ کثیر التعدادی

یعنی زیادہ نکاح کرنے میں بہ نسبت ایک ہی نکاح کے زیادہ حب وطن کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ ایک نکاح کرنا محض خود غرضی ہے۔ کیونکہ اس میں ایک ہی فرد کے مفاد کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ لیکن برعکس اس کے زیادہ نکاح کرنا ایک قوم کی ضروریات کو مدنظر رکھنے کے مترادف ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ امر حب الوطنی سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس قدر زیادہ بیویاں انسان نکاح میں لائے گا اسی قدر زیادہ وہ محب الوطن ہو جائے گا بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ جس قدر انسان محض اپنے ہی مفاد کو مدنظر رکھے گا اور اپنے ہی سود و بہبود کا طالب ہوگا اسی قدر حب الوطنی کا جذبہ اس میں سے مفقود ہوتا جائے گا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک ملک یا قوم اپنے سپاہیوں کے بل بوتے پر زندہ ہوتی ہے۔ اپنی بقا کی جدوجہد میں ہر ایک گھر کا فرض ہے کہ وہ قومی فوج کے جوانوں میں اپنا حصہ دے۔ اور جب یہ حالت ہے تو لازماً وہ گھر جس میں زیادہ بیویاں ہیں بہ مقابلہ ایسے گھر کے جس میں محض ایک ہی بیوی ہو زیادہ تعداد میں جوان دے سکتا ہے۔ یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ ایک ہی بی بی پر قناعت کرنا اور بچے نہ پیدا کرنے کی تجاویز سب حب الوطنی کے خلاف اقدام ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں روس اور جرمنی نے اس حقیقت کو معلوم کر لیا ہے۔

مغرب کی دو بڑی خرابیاں طلاق اور زنا ہیں۔ لیکن ایسے حالات کا پیدا ہونا بالکل قدرتی امر ہے۔ ایک ہی نکاح اصولاً غلط ہے۔ منہ سے یہ کہہ دینا کہ ایک ہی مرد اور ایک ہی بیوی زندگی کی کٹھن منزل طے کرنے میں ایک دوسرے کے زیادہ ممد و معاون ہوں گے۔ اور رنج و راحت میں شرکت کرینگے۔ لیکن کیا یہ بالکل حقیقت ہے اور اس میں صداقت ہی صداقت ہے؟ کیا یہ طریق ساری سوسائٹی کی خوشحالی کا ضامن ہے؟ ہرگز نہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایک نکاح تمام مردوں کے لئے بالکل معقول ہے لیکن کہاں اور کن صورتوں میں؟ ظاہر ہے کہ یہ انہی صورتوں میں ممکن اور معقول ہو سکتا ہے جن کا تعلق اس دنیا کے ہست و بود سے نہیں بلکہ کسی اور خیالی دنیا سے ہو جہاں فرقہ وارانہ جھگڑے نہ ہوں اور سب کے سب افراد ایک ہی قومیت کے رنگ میں رنگین ہونے سے آپس میں نہایت متحد ہوں۔ اور ع ؎ تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری ؛ کے مصداق ہوں۔ ہاں ایک نکاح اسی دنیا میں ممکن ہو سکتا ہے جہاں جنگ و جدل کا نام و نشان نہ ہو اور جہاں کامل امن و امان اور صلح و آشتی کا دور دورہ ہو۔ جہاں انسان نہایت محبت اور یگانگت کے ساتھ رہتے ہوں۔ اور خدا کا خوف ان کے دلوں کے اندر موجزن ہو۔ اور بالآخر جہاں ہر ایک مرد اپنی مرضی کے مطابق بیوی اور ہر ایک عورت اپنی مرضی کے مطابق خاوند حاصل کر سکے۔ اور ان کے مزاجوں اور طبیعتوں میں کسی قسم کا اختلاف

واقع ہونے کا اندیشہ نہ ہو لیکن اس ہماری دُنیا میں ایسے حالات کہاں ہیں؟ اور جب ایسے حالات نہیں ہیں اور ہرگز نہیں ہیں تو ایک ہی نکاح کی حد بندی لازماً کبھی بھی قابل عملدرآمد طریق قرار نہیں دیا جاسکتا۔

میں کہتا ہوں اور ہر دانا میری تائید کرے گا کہ اگر وہاں کثیر الازدواجی کا قانون رائج کر دیا جائے تو مغرب کی بہت سی خانہ داری کی تکالیف و مصائب کا آج ہی ازالہ ہوجائے۔ طلاقوں کا رواج کم ہوجائیگا اور آئے دن جو خودکشی کی واردات ہوتی رہتی ہیں وہ بھی بہت حد تک کم ہوجائیں گی۔ اور مرد پھر ایک دفعہ سوسائٹی میں اپنے اصل درجہ کو حاصل کرلے گا۔ مصنوعی اور جھوٹی تہذیب اور مادیت پرستی کی بجائے اہل انسانی جو ہر چمک اٹھینگے اور طبقہ نسواں خاک مذلت سے اٹھکر اوج رفعت پر پہنچ جائے گا۔ نسل انسانی کی ماں ہونے کے لحاظ سے اسے قابل رشک عزت ملے گی۔ اور طبقہ ذکور اس کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھے گا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام عورت کو مرد کا غلام نہیں بناتا بلکہ دُنیا میں اسلام سب سے پہلا مذہب ہے جس نے عورت کو مرد کے برابر کی حیثیت اور حقوق دیئے ہیں۔ لیکن اس کے متعلق ہم کسی آئندہ اشاعت میں اپنے خیالات کا اظہار کرینگے۔ یہاں محض اسی قدر اشارہ کر دینا کافی ہے کہ اسلام نے مرد اور عورت کے فرائض میں ایک خط امتیاز کھینچ دیا ہے۔ جس سے خود گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے اور سارا ملک اور قوم امن و امان کی زندگی بسر کرتا ہے۔

مسلم بک سوسائٹی

ادارہ ہذا مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی ایک شاخ ہے۔ فروخت کتب کا منافع مغرب میں تبلیغ اسلام کے کارِ خیر میں صرف ہوتا ہے۔ یہ ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے کہ آج دُنیائے اسلام میں ووکنگ مسلم مشن ہی خالصتہً ایک ایسا ادارہ ہے جس کی بلند بانگ آواز چہار دانگ عالم کے گوشہ گوشہ میں غیر مسلمین کو دعوت الی الاسلام کا پیام ربانی سنا رہی ہے۔ ووکنگ مسلم مشن کی انگریزی اسلامی مطبوعات کی نشر و اشاعت نے وہ کام کیا ہے جو مبلغین کے حیطۂ اقتدار سے باہر ہے بعید المسافت مقامات میں مبلغین کی رسائی محالات سے ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کا ماہانہ مجریہ اسلامک ریویو کا ایک ایک صفحہ بذات خود ایک مبلغ ہے کون ہے جو اس حقیقت سے واقف نہیں کہ آج ہماری قلمی تبلیغ نے مغرب میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ (خواجہ عبد الغنی سکرٹری ووکنگ مسلم مشن)

وحی و الہام - اُس کی نوعیت اور فعل

(مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی۔اے)

اور نہیں ہے طاقت کسی آدمی کو کہ بات کرے اس سے اللہ مگر بذریعہ وحی، یا پردے کے پیچھے سے۔ یا بھیجے فرشتہ پیغام لانے والا پس دل میں ڈال دے اس کے حکم سے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے۔ تحقیق وہ بلند مرتبہ اور حکمت والا ہے۔

اور اسی طرح وحی کیا ہم نے تیری طرف روح کو، اپنے حکم میں سے۔ تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔ لیکن کیا ہم نے اس کو نور۔ ہدایت کرتے ہیں ہم اس کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں بندوں اپنے میں سے۔ اور البتہ تو ہدایت کرتا ہے سیدھی راہ کی طرف وہ اللہ کی راہ ہے، جو مالک ہے اس کا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ خبردار ہو! اللہ ہی کی طرف سب کام پھر جاتے ہیں۔ (سورۂ شوریٰ۔ آیات ۵۱ تا ۵۳)

ایک مذہبی کتاب کا یہ فرض ہے کہ وہ ان تمام امور پر روشنی ڈالے جن کا تعلق مذہبی زندگی سے ہے۔ قرآن مجید نے اس اصول پر بار بار زور دیا ہے۔ اب یہ مختلف مذاہب کے پیروؤں کا فرض ہے کہ وہ یہ معلوم کریں کہ ان کی مذہبی کتب کس حد تک اس فرض سے عہدہ برآ ہوتی ہیں۔ قرآن مجید کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نے اس فرض کو بخوبی انجام دیا ہے۔ مذہب کے دوسرے امور سے قطع نظر کر کے اگر کوئی کتاب منجانب اللہ ہونے کی مدعی ہے تو اس کو بتانا چاہئیے کہ وحی و الہام کی حقیقت کیا ہے۔ آج دنیا میں بہت سی کتابیں ہیں جو الہامی ہونے کی مدعی ہیں لیکن کیا ان میں سے کوئی ایک کتاب بھی یہ بتا سکتی ہے کہ وحی و الہام کیا ہے، اس کا نزول کس طرح ہوتا ہے اور وہ کس مقصد کو پورا کرتا ہے؟ میرا خیال ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ باقی سب کتابیں اس اہم نکتہ کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔

قرآن کریم نے وحی کی تین اقسام بیان کی ہیں۔ پہلی قسم وحی ہے۔ اس لفظ کے معنی امام راغب نے یہ لکھے ہیں "بعجلت کوئی بات دل میں ڈال دینا" ہر مرد اور عورت نے تجربہ کیا ہو گا کہ بعض اوقات نازک لمحات میں جبکہ انسان کو دشواری کا کوئی حل بظاہر نظر نہیں آیا۔ اسے ایک دم روشنی نظر آتی ہے اور وہ معاً دشواری کا حل معلوم کر لیتا ہے جب اس قسم کی روشنی حاصل ہوتی ہے تو بڑے سے بڑا مادی بھی اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ یہ ایک خارجی شے ہے۔ اور کسی طرح اس کے دماغ

کی پیداوار نہیں ہے۔ لیکن جب کچھ وقت گزر جاتا ہے تو وہ اپنی نخوت کی بنا پر اس علم کو اپنی ذاتی لیاقت کا نتیجہ سمجھ لیتا ہے اور اس طرح پھر تاریک لا ادریت میں گم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس آدمی کی نظر میں جسے حقیقت حال کا علم ہے۔ اور جو روحانی تجارب سے مالامال ہے یہ علم، اس علم سے متمیز ہے جو اس کو اپنی دماغی قابلیت کی وجہ سے دنیاوی امور میں حاصل ہوتا ہے۔ اس کے لئے یہ ایک خارجی شے ہے۔ یعنی الہام منجانب اللہ۔

چونکہ یہ تجربہ بہت عام ہے۔ اس لئے یہ تجربہ انسان کے اس عقیدہ کی بنیاد ہے کہ خدا انسان کے معاملات میں مداخلت کرتا رہتا ہے۔ اور یہ امر اس قانون سے علیحدہ ہے جس کے ماتحت اس نے کائنات کو پیدا کیا۔ اور قوانین کے ماتحت رکھا ہے۔

الہام کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ پس پردہ ہو۔ اس میں سچی خواب اور رویا دونوں شامل ہیں جو دنیاوی واقعات کو واضح طور پر دکھاتی ہے۔ یہ دونوں متشابہ تجربے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ خواب کا تعلق نیند سے ہے اور رویا کا تعلق بیداری سے ہے۔

یہ تجربہ اگرچہ اس قدر عام نہیں ہے۔ بعض اوقات ہر قسم کے آدمیوں کو حاصل ہو جاتا ہے۔ جن میں سے بعض دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر افراد اس قسم کے ایک یا دو تجربے اپنی زندگی میں ضرور یاد کر سکتے ہیں۔ نیک پاکیزہ اور روحانی طاقت رکھنے والے آدمیوں کو یہ تجربے اس قدر کثرت کے ساتھ ہوتے ہیں کہ وہ نسبتاً علم کے اس ذریعہ کی طرف زیادہ مائل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی روحانی تجارب اسی قسم کے الہام کے تھے۔ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "وحی کی اولیں صورت جس سے آنحضرت صلعم آشنا ہوئے یہ تھی کہ آپؐ کو سچی خوابیں آنا شروع ہوئیں۔ اور جو بات آپ خواب میں دیکھتے تھے وہ دن میں اسی طرح واقع ہوتی تھی۔ اس کے بعد آپ کو تنہائی مرغوب ہو گئی اور آپؐ غار حرا میں خلوت گزیں ہو گئے۔ اور وہاں آپؐ نے باطنی مجاہدات شروع کئے۔"

لیکن اس پس پردہ وحی میں ایک اور تجربہ بھی شامل ہے جو بہت نادر الوقوع ہے۔ یعنی آدمی بعض الفاظ سنتا ہے۔ اپنی روحانی طاقت کے ذریعہ سے، جو یا پیشگوئی پر مبنی ہوتے ہیں یا کسی خاص امر میں ہدایت پر۔ لیکن بولنے والا نظر نہیں آتا۔ یہ بات خواب میں یا شاذ و نادر حالت بیداری میں بھی ملتی ہے۔

اس جگہ ایک شخص یہ سوال کر سکتا ہے کہ ہم ایک سچی خواب اور ایک جھوٹی خواب میں کس طرح فرق کر سکتے ہیں یا الہامی کشف میں اور معمولی انسانی کشف میں یا ان الفاظ میں جو تحت الشعور سے پیدا ہوتے ہیں اور

ان الفاظ میں جو خدا کی طرف سے سنائی دیتے ہیں ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً ان واقعات کی حقانیت کو حقائق کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر جب کوئی خواب، یا کشف یا رویا سچا ثابت ہوتا ہے تو پھر ملہم کو اپنے الہام کی صداقت میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ لیکن اس کے علاوہ ایک مبصر جوہری فوراً دیکھتے ہی کہہ دیتا ہے کہ یہ پتھر اصلی ہے اور یہ نقلی۔ اسی طرح ملہم بھی اپنے سابقہ تجارب روحانی کی بنا پر فوراً معلوم کر لیتا ہے کہ فلاں الہام منجانب اللہ ہے یا اس کے اپنے دماغ کی پیداوار ہے جس شخص کو وحی والہام کا تجربہ ہو وہ اس معاملہ میں غلطی نہیں کر سکتا۔ دشواری انہی کو معلوم ہوتی ہے جن کو الہام کی نوعیت کا علم نہ ہو اور اس کا تجربہ بھی نہ ہوا ہو۔

مزید تفصیلات سے پہلے میں مکرر اس حقیقت کو واضح کرتا ہوں کہ الہام ایک ایسا علم ہے جس کا تعلق انسان کے دماغ سے نہیں بلکہ یہ ایک خارجی تجربہ ہے۔ یہ علم اس کے فوق الشعور یا تحت الشعور کی پیداوار نہیں ہے اور یہ ہماری دماغی قوتوں کی کارگزاری میں مخل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ ہماری دماغی قوتیں ہماری رہنمائی سے عاجز ہو جاتی ہیں۔ الہام کو دماغ سے وہی نسبت ہے جو دوربین یا خوردبین کو جسمانی آنکھ سے ہے۔

لیکن اب تک جو کچھ میں نے وحی والہام کے بارہ میں کہا ہے اس کا تعلق انہی الہامات سے ہے جو زیادہ تر شخصی نوعیت رکھتے ہیں۔ اور اس لئے ان کا دائرہ عمل محدود ہے۔ ان تجارب سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں اولاً ان کی بدولت انسان حقیقت الہام سے آگاہ ہوتا ہے اور اس عقیدہ میں اس کی مدد کرتی ہیں کہ وحی کی ایک اعلیٰ ترین صورت بھی ہو سکتی ہے جس کا ذکر میں ابھی کروں گا۔ اور جو انسان کے حق میں بحیثیت فرد اور نوع نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ ثانیاً یہ تجارب خدا کی ہستی کا نہایت روشن ثبوت ہیں۔ ہمارے تمام عقلی قیاسات ہمیں اس نتیجہ تک پہنچا سکتے ہیں کہ خدا ہونا چاہیئے۔ یا یہ کہ غالباً خدا ہے۔ لیکن محض عقل کی مدد سے ہم اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے کہ فی الحقیقت خدا موجود ہے۔ اگرچہ بالواسطہ شہادات اور حالات و قرائن کی شہادات کسی شے کی ہستی پر دلالت کر سکتی ہیں۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ وہ شے فی الحقیقت موجود نہ ہو صرف براہ راست ثبوت ہی کسی شے کی ہستی کو مبرہن کر سکتا ہے۔ اور یہ براہ راست شہادت ہم کو خدا کی آواز سے ملتی ہے جبکہ وہ انسان سے کہتا ہے " میں موجود ہوں "

علاوہ بریں یہ انسان کی حماقت ہے کہ وہ صرف اپنی عقل کی روشنی سے خدا کو پانے کی کوشش کرے

کیونکہ خدا کوئی مادی شے نہیں کہ آپ زمین کھود کر برآمد کر سکیں - یہ سچ ہے کہ انسان میں ایک قوت موجود ہے جسے ضمیر کہتے ہیں یا قوت استدلال کہتے ہیں لیکن ضمیر یا استدلال کی مدد سے خدا کو پانے کی کوشش ایسی ہی ہے جیسے کہ آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد چراغ لے کر اسے ڈھونڈنا تاکہ لوگ اسے دیکھ سکیں اس لئے سورج کو خود لوگوں پر ظاہر ہونا چاہئے اور جب وہ ظاہر ہوتا ہے تو ادنٰے قسم کی روشنیاں سب ماند پڑ جاتی ہیں بلکہ اسیطرح بجھ جاتی ہیں جس طرح اس کے ظہور سے پہلے تھیں پس یہ انسان کا طفلانہ خیال ہے کہ وہ عقل یا ضمیر کی مدد سے خدا کو پا سکتا ہے - بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ یہ ایک قسم کی جسارت ہے اور نتائج کے لحاظ سے تمام جسارتوں سے زیادہ خطرناک ہے اس کی وجہ سے ایک شخص اپنے آپ کو خدا کی اس بار بار مدد کرنے والی روحانی نوازش سے بے نیاز محسوس کرنے لگتا ہے جسکے بغیر انسان کا روحانی سفر اسے منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتا - اور وہ یہ بات بھول جاتا ہے کہ اگرچہ اس کی عقل ان قوانین کا احاطہ کر سکتی ہے جو جسمانی عالم میں نافذ ہیں لیکن ان کا نہیں کر سکتی جو جذباتی عالم میں کارفرما ہیں عقل جذبات کو سمجھنے اور ان کی رہنمائی کرنے کے بجائے ان کی خادم بن جاتی ہے - اور عقل انسان کے بدترین فعل کو بہترین ثابت کر سکتی ہے - اور اسے معقولیت کا حسین لباس پہنا سکتی ہے - اور یہی وجہ ہے کہ خالص عقلی فلسفہ جسکے ساتھ روحانی تجارب شامل نہ ہوں عموماً انسان کو دہریت، لاادریت، خود پرستی اور جذبات پرستی کے سمندر میں غرق کر دیتا ہے -

لوگ لفظ ضمیر بے سوچے سمجھے بولتے ہیں - میں اس نظریہ کے حامیوں سے اس امر میں متفق ہوں کہ انسان میں ایک وجدانی احساس موجود ہے جو صحیح اور غلط میں تمیز کر سکتا ہے اور اس طرح انسان کی اخلاقی طور پر رہنمائی کرتا ہے لیکن اس صلاحیت کے ساتھ ساتھ انسان میں برائیوں کے ارتکاب سے لذت اندوزی کی خواہش کا امکان بھی تو موجود ہے - اور حقیقت تو یہ ہے کہ انسان میں نیکی اور بدی، دونوں ہی کے ارتکاب کی طاقت یکساں طور پر موجود ہے اور اسی لئے اسے خارجی امداد کی ضرورت ہے - خارج سے اسے ایک تحریک چاہئے جو کہ اسے اپنی نیکی کی صلاحیتوں سے آگاہ کر سکے - ضمیر یا نیکی کی طرف رجحان، اگرچہ انسان میں موجود ہوتا ہے لیکن جب وہ چاروں طرف سے برائی کے جذبات میں محصور ہوتا ہے تو پھر وہ رجحان جبتک اس کی تائید خارجی طور پر نہ ہو برائیوں کا مقابلہ کرنے اور ان پر غالب آنے کی طاقت نہیں رکھتا - اور اگر خارجی امداد نہ ہو تو وہ رفتہ رفتہ برائیوں سے مغلوب ہو کر خود بھی ان کے اندر جذب ہو جاتا ہے - عقل تو ایک دو دھاری تلوار کی مانند ہے - وہ ہمیشہ ایک غالب آنے والی طبیعت کی موافقت میں کام کرتی ہے - اور اس کے طرز عمل کو درست ثابت کرنے کے لئے دلائل مہیا کرتی ہے جسطرح

عدالتوں میں وکیل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض بڑے عقلمند لوگ، بری بری بدیوں کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کو ان الفاظ بیان کیا ہے۔" انجیر اور زیتون کو دیکھو اور طور سینا کا خیال کرو، اور اس بلد امین کا! بے شک ہم نے انسان کو بہترین تقویم پر پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسے اسفل السافلین میں پھینک دیا مگر وہ لوگ اس ذلت سے مستثنےٰ ہیں جو ایمان لاکر اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں۔ ان کے لئے ایسا انعام ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔"

اس عبارت کی تشریح یہ ہے کہ "بدھ مذہب کی کامیابی پر غور کرو جس کا نشان انجیر یا برگد کا درخت ہے۔ نیز مسیحیت پر غور کرو جس کا نشان زیتون ہے۔ نیز یہودیت پر غور کرو جس کا نشان کوہ طور ہے۔ آخر میں اسلام جیسے عالمگیر مذہب پر غور کرو جس کا نشان "بلد امین" ہے اور جو اس مقدس دار الامان سے شائع ہوگا۔ ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اندر روحانی ترقی کرنے کی لا انتہا صلاحیت موجود ہے۔ لیکن یہ صلاحیت ادنےٰ اور سفلی خواہشات سے محصور ہے۔ اور ابدی زندگی صرف ان لوگوں کو مل سکتی ہے جو الہام خداوندی کی نوازش سے بہرہ اندوز ہوں۔ قرآنی الفاظ "جو ایمان لاتے ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو ہدایت ربانی کی ضرورت کا احساس کرتے ہیں۔ اور انجام کار اسے تلاش کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

انسان کے دل میں صداقت کی روشنی کو، جسے ضمیر کہتے ہیں بڑے مشکل مقامات میں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔ اس کی غذا وہ روحانی قوت ہے جو عبادت سے حاصل ہوتی ہے اور پھر شریعت الہامیہ اس کی رہنمائی حوصلہ افزائی اور تصدیق کرتی رہتی ہے۔ اس طرح وہ ایک معمولی سے بیج سے بڑھ کر تناور درخت بن جاتا ہے۔ انسان کے تمام جذبات کو ڈھانک لیتا ہے اور ان تمام رجحانات کو جذب کر لیتا ہے جو اس میں خرابیاں پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس طریق عمل کو تین حصوں میں منقسم کیا ہے۔ پہلی منزل میں وہ بالکل کمزور ہوتا ہے۔ اور جذبات انسانی کے رحم پر ہوتا ہے جو اگر چاہیں تو اسے فنا کر کے رکھ دیں۔ اس منزل میں شعور کو "نفس امارہ" کہتے ہیں۔ یعنی وہ شعور جس پر انسان کی بغاوت پسند طبیعت کا قبضہ ہے۔ روحانی طاقت اور انتظام اس درجہ کمزور ہوتا ہے کہ محسوس نہیں ہو سکتا۔ دوسری منزل میں روحانیت کو اپنے حقوق کو پیش کرنے کا احساس حاصل ہو جاتا ہے۔ اور وہ ان کو انسان کی جسمانی زندگی کے مقابلہ میں پیش کرتی ہے۔ اور اگر یہ مقابلہ ہمت اور جرأت کے ساتھ جاری رہے تو پھر ہمارے روحانی سفر میں آخری منزل آ جاتی ہے جبکہ ہمارا ضمیر ہمارے جذبات پر پورے طور سے نگران ہو جاتا ہے۔ اور ہم گناہ کرنے کے رجحان سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

پس آپ نے دیکھا کہ ضمیر نہ تو کوئی تیار شدہ چیز ہے اور نہ ایک مستقل صداقت ہے۔ اگر غفلت کی جائے تو وہ مردہ ہو سکتا ہے اور اگر توجہ کی جائے تو اسے مشیّت خداوندی کا پورا علم حاصل ہو سکتا ہے اور ہم اس کے ماتحت زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کا ذکر بایں الفاظ کیا ہے:" اور غور کرو نفس اور اس کی تکمیل پر، اللہ تعالٰے نے اسے الہام کیا فجور اور پاکیزگی کا۔ پس جس شخص نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ وہ فلاح پا گیا۔ اور جس شخص نے اسے تباہ کر دیا وہ خود بھی برباد ہو گیا۔" (۹۱ : ۷ تا ۱۰)

پس انسان کا روحانی عنصر جسے عموماً لوگ ضمیر کہتے ہیں جو اس کی اخلاقی زندگی میں، اس کی رہنمائی کرتا ہے ایک قابل تربیت شے ہے۔ اور اگر اسے یونہی چھوڑ دیا جائے تو پھر وہ آپ کو نیکی کی طرف اسی قدر رہنمائی کر سکتا ہے جس قدر کہ وہ دانہ جو غلہ کی کوٹھری میں پڑا ہوا ہے، درخت بن سکتا ہے۔

لوگ جس طرح بے سمجھے بوجھے ضمیر کے متعلق رائے زنی کرتے ہیں۔ اسی طرح تعلیم کے متعلق بھی خیالات بے سروپا ظاہر کرتے ہیں۔ میں نے ثابت کر دیا ہے کہ محض عقلی تربیت کی بدولت انسان میں لازمی طور سے اخلاقی شعور پیدا نہیں ہو سکتا۔ جب یہ حقیقت ماہرین فن تعلیم کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ صحیح قسم کی تعلیم سے ضمیر پیدا ہو سکتا ہے۔ گویا اس طرح سے اصل مبحث سے گریز کرتے ہیں۔ لیکن یہ تو ایک مضر دائرہ میں حرکت کرنا ہے۔ کیونکہ بہر حال یہ انسانی جماعت ہی فیصلہ کرے گی کہ کونسی تعلیم مناسب اور صحیح ہے۔ اور یہ فیصلہ اس حالت پر منحصر ہے جو قوم کے روحانی شعور کی اس وقت ہو گی۔ الغرض ضمیر اور تعلیم کے حامی خواہ کچھ کہیں تاریخ تو صاف طور سے بتاتی ہے کہ قوموں کے اخلاقی شعور کا مدوجزر ہوا کرتا ہے۔ اور بعض قومیں اعلیٰ درجہ کی دماغی قابلیت اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے باوجود انتہائی اخلاقی پستی میں مبتلا ہوتی ہیں۔

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

(از ادارہ)

تاریخ کے اس نازک دور میں ملت بیضا کی ناگفتہ بہ زبوں حالی اظہر من الشمس ہے مسلمان ہر جگہ مصائب و آلام میں محصور ہیں۔ ان مصائب کا واحد علاج اسلام ہے۔ آج اگر مسلم بھائی عملاً مسلمان ہو جائیں تو ذلت و رسوائی سے انہیں نجات مل سکتی ہے۔ اسلام ہی فقطان کے لئے شمع ہدایت ثابت ہو سکتا ہے۔ تاریخ اسلام اس امر کی شاہد ہے کہ اسلام ہی ہمیشہ مسلمانوں کی مصیبت کے وقت ان کے آڑے آیا ہے اور اسلام مسلمانوں کی امداد کا کبھی بھی شرمندۂ احسان نہیں ہوا۔

ترکستان، حجاز، ایران، یا افغانستان میں سیاسی ترقی کی جھلک دیکھ کر کہیں ہم غفلت کی نیند نہ سو جائیں بہیں اپنے زوال کا یقینی احساس ہونا چاہئے۔ ایسے انداز اور نہج سے ہماری ترقی کا آغاز ہونا چاہئے کہ تاریخ عالم میں یہ امر متحقق ہو جائے کہ اسلام پیش پا افتادہ قوم کو از سر نو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کر دیتا ہے۔ اسلام اور نیز دیگر مذاہب میں ہمیشہ تبلیغی گرم بازاری رہی ہے۔ لیکن جاننا چاہئے کہ مذہب کی فتح و نصرت کے وجوہ مختلف ہوتے ہیں۔ تاریخ کے کسی نہ کسی دور میں ترک، مغل، انگریز، فرانسیسی، یا ہسپانوی اقوام نے مسلمانوں کو شکست دی ہوگی۔ اور یہ ممکنات سے ہے۔ لیکن ان شکستوں سے یہ نہیں تعبیر کر لینا چاہئے کہ اسلام بت پرستی یا مسیحیت سے مات کھا گیا۔ تاریخ کے صفحات میں نظر آئیگا کہ جن اقوام کو مسلمانوں کے اسلحہ قابو میں نہ لاسکے مذہب اسلام کی کہربائی قوت نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ کیا جس طرح اسلام نے زمانہ قدیم میں ترک اور وحشی اقوام کو زیر کیا تھا۔ آج اس کے اندر یہ طاقت نہیں کہ ٹیوٹن اور سلیٹس اور عہد حاضر کی دیگر ذی اقتدار اقوام کو اپنے جھنڈے کے نیچے لے آئے؟ ان مسائل کے جواب کا انحصار ہمارے مذہبی عقائد پر ہے۔ موجودہ زمانہ میں ایسی خواہش کا مقتضا یہ ہے کہ ہم حسب ذیل چھ باتوں کو ذہن میں رکھیں۔

(۱) مذہب حقہ کی حیثیت

وہ مذہبی خیالات جن میں خلوص ہو، دولت یا سیاسی قوت کے دباؤ میں ہرگز نہیں آتے۔ تاریخ کی بے شمار مثالوں سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ مذہب بالخصوص گمنام اور غیر مہذب لوگوں میں

جنم لیتا ہے اور بعد ازاں دُنیا کی ممتاز اقوام اس کو بطیب خاطر قبول کرتی ہیں - مذہب کے محاسن اور اس کے پیرووں کا جوش وخروش - یہ دو ہتھیار ہیں جو ذریعہ کامیابی ہیں - اگر دولت اور سیاسی اقتدار اشاعت دین کے لئے موثر ذرائع ثابت ہوتے تو آج دُنیا کثرت سے عیسائی ہوتی - بنی نوع انسان کی معاشرتی زندگی کی جملہ شرائط میں روحانی ضروریات کو بھی دخل ہے - لازم ہے کہ اس طرف بھی توجہ مبذول کی جاویں - بنی نوع انسان اس درجہ مبتذل نہیں ہوسکتی کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی بجائے شیطان لعین کی پرستش اختیار کرے بعض اوقات صحیح معنے میں مایا کی پوجا کا امکان ہے - لیکن اس وقت بھی ضمیر کی آواز مردہ نہیں ہوسکتی - روح کو جہاں ذرا روحانی غذا پہنچائی جائے فوراً اس کے اندر صفائی پیدا ہوجاتی ہے - ایک مغرور برطانی گنوار کی روح میں کلمۃ اللہ کی اتنی ہی تڑپ موجود ہے جتنی ایک دیہاتی پٹھان میں - اس اجمال کی تفصیل اُن متعدد خطوط سے ہوتی ہے جو وقتاً فوقتاً ہمیں متلاشیان حق سے مسجد ووکنگ میں وصول ہوتے رہتے ہیں ان میں سے ایک خط کا اقتباس ذیل میں دیا جاتا ہے۔

"فی الحال میں کسی مذہب کا پیرو نہیں - کیونکہ چار سال کا عرصہ ہوا جب میری عمر ۱۵ سال کی تھی میں عسائیت سے تائب ہوچکا ہوں - اُس وقت سے میں نے نہایت وسیع مطالعہ کیا ہے - خاصتہً ادبی کتب کے علاوہ میں نے جرمن فلسفہ مابعد الطبیعات میں بھی کافی دلچسپی لی ہے - لیکن تاحال مجھے اطمینان قلب حاصل نہیں ہوا - مجھے رفتہ رفتہ یہ احساس ہوتا جاتا ہے کہ مذہب کو فلسفہ سے زیادہ منزلت حاصل ہے - مگر وہ کونسا مذہب ہے ؟ مشرق سے ہمیشہ مجھے قلبی انس رہا ہے - لیکن تاہم بُدھ مت کی قنوطیت سے مجھے سخت تنفر ہے - البتہ جب میں اسلام کی جانب رجوع کرتا ہوں تو مجھے اس میں ایک خاص شان نظر آتی ہے - مشرقی عقائد کی بیہودگیوں اور بدمزگیوں سے اسلام ورا را لورا ، نظر آتا ہے - کیا یہ ممکن ہے کہ میں مسیحی مصنفین کی معاندانہ تنقیدات سے بے نیاز ہوکر اسلام کی صحیح تعلیمات کا مطالعہ کرسکوں ؟"

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی ذہنیت کس قدر روبہ تغیر ہے - کیا یہ واقعات حوصلہ افزا نہیں ؟ ہمیں چاہئے کہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں - اور تبلیغ اسلام کے پروگرام کو سرگرمی سے سرانجام دیں -

(۲) سہولتیں جو موجودہ دنیا میں حاصل ہیں

خوش قسمتی سے مذہبی تعصبات کا دور ختم ہوچکا ہے - آج مذہبی معاملات میں متشددانہ رویہ اختیار نہیں کیا جاتا - باشندگان یورپ نے ماضی میں مذہبی عصبیت کا کافی مزا چکھ لیا ہے - اب آئندہ اس سے یہ توقع نہیں کہ پھر پرانی حماقتیں ہوں - اسلام نے تلوار کے استعمال کو جائز نہیں سمجھا بلکہ یہ تو سراسر روح اسلام کے منافی ہے - البتہ حالات زمانہ نے

مسلمانوں کو مدافعانہ ذرائع اختیار کرنے پر مجبور کیا اور یہی وجہ ہے کہ تلوار استعمال کی گئی۔ ہمارے مخالف مسیحی مبلغین خصوصاً اسی شوشہ کو لئے ہوئے ہیں اور اسلام کی غلط بیانی پر تلے ہوئے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں کہ اسلام تشدد کا حامی ہے۔ اگر ان حالات میں ہم خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے اور موجودہ بدلی ہوئی فضائے مغرب تبلیغی فائدہ نہ اٹھایا تو یہ ایک شدید غلطی کا ارتکاب ہوگا۔ وقت ہے کہ ہم مغرب کو یہ بتلائیں کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ اس کی اشاعت کسی بیرونی طاقت کی شرمندۂ احسان نہیں۔ ہماری تمام تر توجہات نہایت سکون واطمینان سے ان شبہات کے ازالہ میں صرف ہونی چاہئیں۔ ہم کو چاہئے کہ اسلام کی تعلیمات کا علم بلند کریں کیونکہ مقتضائے وقت ایسا ہی ہے۔

(۳) ہم کو اپنے افلاس سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

یہ سچ ہے کہ آج کسی مہم کا بیڑا اٹھانے کے لئے سرمایہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ آج دُنیا میں مسلم قوم ہر جگہ نادار اور بے سروسامان ہے۔ مگر ہم کو یہ حقیقت نہیں فراموش کرنی چاہئے کہ ایک وقت تھا جب ہم تاج وتخت کے مالک تھے۔ بدقسمتی سے ہم نے خود اپنی شان وشوکت کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگایا۔ اگر ہمارا یہ خیال ہے کہ ہم بغیر قربانی کے ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتے ہیں تو یہ قوانین قدرت کا ایک غلط اندازہ ہے۔ کمزور اور پست اقوام نے غلامی سے اس وقت نجات حاصل کی ہے جب انہوں نے تہیہ کرلیا تھا کہ ہم اپنا ایک ایک آدمی جنگ کی بھینٹ چڑھا دینگے۔ لیکن قدم بڑھے ہوئے پیچھے نہیں ہٹائینگے کیا آج ایسے نازک وقت میں جبکہ مسلمان ہر چہار طرف سے خطرات میں گھرا ہوا ہے قوم سے یہ مطالبہ کرنا کہ اس کا ہر فرد آگے بڑھے اور مسلمانوں اور اسلام کی عزت وناموس کی حمایت میں اپنا تمام املاک قربان کردے، کوئی مبالغہ آمیز مطالبہ ہے؟

(۴) مسیحی مبلغین سے عبرت آموز سبق

دوسری جماعتوں کے علی الرغم ایک مسلم کا قومی وقار اس کے مذہب سے وابستہ ہے۔ اس کے برعکس ایک عیسائی یا کسی دوسرے مذہب کے پیرو کے خیال میں مذہب ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے باوجود مسیحی مبلغین مسیحیت کی اشاعت وتبلیغ کے لئے وسط ایشیا کے دور دراز مقامات اور افریقہ کے سنگلاخ خطہ میں جاتے رہتے ہیں۔ خود انگلستان جو مسیحی مرکز ہے مذہب سے بیزاری کا اظہار کر رہا ہے۔ یہ داعیان الی الشر عوام کو اسلام کے خلاف ورغلاتے رہتے ہیں۔ ہماری بے رخی اور عدم توجہی سے ان کے حوصلے اور بھی زیادہ

بڑھ گئے ہیں - اب ان کو یہ خیال سوجھا ہے کہ مسلمانوں کو مرتد کریں - ان کی نکبت و افلاس سے فائدہ اٹھا کر یہ باطل کے علمبردار روپیہ پیسے کے لالچ سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسیحیت کو اسلام پر فوقیت حاصل ہے - یہ نازیبا حرکت مسلم دُنیا کے دور دراز مقامات ہی میں نہیں بلکہ عربی بولنے والے ممالک مثلاً شام - میسوپوٹامیہ اور مصر میں بھی یہ داؤں چلا رہے ہیں - عربی زبان میں متعدد رسائل اسلام کے متعلق غلط فہمی پیدا کرنے کی غرض سے شائع کئے گئے ہیں - ان میں یہ بدطینت مسیحیت کو ایک مستحسن شکل میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں - چند رسائل ہیں جن کے نام مسلم نما ہیں جیسے "The Muslim World" اُن کا مقصد وحید یہ ہے کہ اسلام کو بدترین مذہب کی شکل میں پیش کریں - کیا خودداری کا تقاضا یہ نہیں کہ ہم اس معاملہ پر سنجیدگی سے غور کریں - کیا اب وہ وقت نہیں آیا کہ ہم مذہبی معاندانہ پروپاغندہ کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی روک تھام میں پوری قوت صرف کریں اور ساتھ ہی ساتھ مغرب میں تبلیغ اسلام کا بیڑا اٹھائیں -

(۵) مسیحی اقوام کا جوش وخروش

یہ قیاس غلطی پر مبنی ہوگا کہ اس قدر مسیحی پروپاغنڈہ کا موجب محض مبلغین کا مذہبی جوش وخروش ہے مبلغین تو صرف محنت ہی کر سکتے ہیں - اصل راز سرمایہ ہے - لکھوکھا پونڈ جو مشرق میں متعدد مسیحی ادارات پر صرف ہوتے ہیں اس سب کی بھرتی مغرب کی مسیحی اقوام کے سر ہے - جبکہ مسیحی مبلغین مذہب اسلام کے خلاف جوان کی راہ میں سنگ گراں ثابت ہو رہا ہے، تباغض وتحاسد کا اظہار کرتے ہیں تو یورپ وامریکہ کی مسیحی اقوام ان کی تحریص اور حوصلہ افزائی کے لئے مالی اعانت سے جی نہیں چراتیں بلکہ مسیحیت کی تبلیغ کی مد کو خیرات کا بہترین مصرف سمجھا جاتا ہے - یہ سچ ہے کہ مغربی اقوام بالعموم مسیحیت سے متنفر ہوتی جاتی ہیں سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ مسیحیت اپنی کانچلی اتار پھینک رہی ہے - لیکن یہ غریب لوگ کیا کر سکتے ہیں؟ ایک طرف تو مبلغین نے صدہا سال سے ان کے دماغ میں یہ بات ڈالی ہوئی ہے کہ اسلام ایک نہایت "وحشی" مذہب ہے اور یہ کہ اس کی بیخکنی بنی نوع انسان کی زبردست خدمت ہوگی - دوسری طرف اپنے مذہبی مدرکات سے مجبور ہو کر یہ حسبتہً للہ کوئی قربانی کرنا چاہتے ہیں - تاوقتیکہ انہیں معلوم نہ ہو کہ حقیقی مذہب کونسا ہے - یہ فی الحال اسی مذہب کو اختیار کرینگے جو انہیں قابل تحسین نظر آئے - یہ خیال غلط ہے کہ عیسائی مذہبی خیالات سے بیحسی برتتے ہیں - عیسائی طبقہ آج بھی مذہبی احساسات رکھتا ہے - اس امر کا شاہد برطانوی مطبع ہے جس میں عیسائی طبقہ کی مذہبی حس کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے - یورپین چونکہ موجودہ تہذیب کے علمبردار ہیں اس لئے یہ فطری تقاضا

ہے کہ تمام دیگر اقوام اور غیر مسلم اقوام ہر امر میں ان کی اتباع کریں لیکن اگر ہم ان کے تاریک ترپہلوؤں کی پیری شروع کردیں تو ہماری قومی حیات کا شیرازہ یقیناً منتشر ہو جائے گا۔

(۶) تہذیب وتمدن کا انجام اسلام ہے

ایک مذہبی جماعت کی حیثیت سے قومی وجود اور شان وشوکت کے لحاظات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں اس فرض کا احساس بھی لابدی ہے کہ بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے کیا سعی عمل میں لائی جاوے آج مغربی تہذیب رو بہ انحطاط ہے اسے متعدد لاینحل مسائل کا سامنا ہے۔ چونکہ کسی مذہبی قیادت نہیں ہے اس لئے اقوام میں باہمی حسد وشبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ مزدور اور سرمایہ دار کا باہمی قضیہ بالشوزم کا محرک ہوا ہے۔ بین الاقوامی نفرت کی آگ جو گزشتہ جنگ عظیم میں نہیں بجھی تھی پھر از سر نو شعلہ زن ہوا چاہتی ہے۔ یورپ کے مدبرین نے اس تہذیب کے زوال کی پیشتر ہی سے پیشگوئی کی ہے اور خطرہ سے خبردار کر دیا ہے بعض نے یہ بھی تجویز کی ہے کہ اگر تہذیب حاضرہ کو تباہی سے بچانا چاہتے ہو تو اس میں اسلام کے اصول شامل کرو۔ مغربی تہذیب کے زوال کا مسئلہ خود اہل مغرب ہی کے لئے موجب تردد نہیں بلکہ اس سے تمام بنی نوع انسان کی زندگی پر سخت اثر پڑے گا۔ کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم اس صورت حالات کا اپنے مذہب کی تعلیم سے علاج پیش کریں۔ اور قرآن کریم کی روشنی میں اس مرض کے مداوا کی فکر کریں۔

وكذالك جعلنٰكم امة وسطًا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا ط

(ترجمہ) چنانچہ ہم نے تمہیں ایک گروہ اعلےٰ درجہ کا بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو۔ اور رسول تمہارا پیشرو ہو۔ (القرآن ۲: ۱۴۳)

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اپنے قومی اضمحلال کے باوجود مسلم جماعت ان نامعاشرتی احساسات سے آزاد ہے جو طاعون کے جراثیم کی طرح مسیحی اقوام میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اسلام میں اخوت کا مسئلہ ایک مستحسن امر ہے۔ اور دیگر مذاہب سے زیادہ مستحکم طور پر موجود ہے۔ لہذا انسان اور پیروان قرآن کریم کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم مغربی اقوام کو اسلام کی معاشرانہ مذہبی تعلیمات کا درس دیں اور ان کی توجہ بالخصوص اس طرف منعطف کرائیں

طریق عمل۔

جو کچھ سطور بالا میں مذکور ہے اس سے من حیث الجماعت ہمارا فرض ظاہر وباہر ہے۔ اسلام آخری مذہب ہے

(۱۳۵۶)
یہ عیسائیت سے چھ سو سال اور ہندویت، یہودیت، بدھ مت سے سالہا بعد ظہور میں آیا۔ تاہم اپنی تیرہ سو چھپن سالہ زندگی میں یہ مذہب تمام دنیا پر چھا گیا ہے۔ آج ستر کروڑ نفوس اس کے نام لیوا ہیں۔ اگر باوجود اپنے سیاسی اقتدار کے عیسائیت کسی مذہب سے خائف ہے تو وہ اسلام ہے۔ ایسا کیوں ہے۔ ہمارے آبا و اجداد کے جذبۂ تبلیغ کی بدولت۔ اس زمانہ میں جبکہ ایک ضلع کے قریب دوسرا ضلع بیرونی سرزمین خیال کیا جاتا تھا (مسافت کے اعتبار سے) مسلمانوں نے اس وقت کی معلومہ دنیا چین سے ہسپانیہ تک چھان ماری اور غیر مہذب اقوام کے دل و دماغ میں اسلامی خیالات کی تخم ریزی کی۔ ان کی کامیابی کا یہ نقشہ اس لئے نہیں پیش کیا جا رہا کہ ہم مستقبل کی شان و شوکت کا خواب دیکھیں بلکہ مناسب ہے کہ ہم کوئی طریق کار اختیار کریں۔

ابتدا کیسے ہو؟

تمام دانشوروں نے ہمیشہ وہ راہ اختیار کی ہے جس میں مخالفت کا امکان بہت کم ہو۔ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی لئے مدینہ منورہ کو بجائے مکہ معظمہ کے اپنا مرکز بنا لیا تھا۔ اور یہی مکہ معظمہ بعد ازاں تمام اسلامی دنیا کا مرکز بنا۔ حالات کا خوش آیند جائزہ لیتے ہوئے ہمیں ووکنگ (انگلستان) میں مسلم مشن کے استحکام و قیام پر خوش ہونا چاہیے۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور نے اس مشن کی بنا ڈالی تھی۔ مرحوم نے اس کار خیر کی خاطر اپنی چلتی ہوئی وکالت پر لات مار دی تھی۔ موصوف کی دور بین نگاہ نے اس حیات بخش تحریک کا ہیولے تیار کیا تھا جو مستقبل میں مسلمانوں کو پستی کے گڑھے میں نہ گرنے دے۔ اور ساتھ ہی ساتھ مغربی تہذیب کو بھی اس کے خود ساختہ سم قاتل کے مہلک اثرات سے نجات دے۔ رہا مرکز کا انتخاب، ووکنگ سے بہتر مرکز متصور نہیں ہو سکتا تھا۔ استعماری اور تجارتی اغراض کی وجہ سے آج انگلستان کا اثر تمام دنیا پر غالب ہے۔ امریکہ کی قوت مل جانے سے انگریزی زبان کثرت سے بولی جانے والی زبان ہو گئی ہے۔ اس معاملہ پر ایک دوسرے نقطۂ نظر سے غور کیجیے۔ ستر کروڑ مسلم آبادی میں گیارہ کروڑ نفوس برطانی عملداری میں رہتے ہیں۔ انجام کار یورپین طاقتوں میں برطانی طاقت مشرق کی اسلامی آبادی سے زیادہ سروکار رکھتی ہے۔ انگلستان کے وسط میں اسلامی مرکز کا قیام ایک مبارک خیال لئے ہوئے تھا اس سے صرف یہی فائدہ نہیں ہوا کہ ہم ان سہولتوں سے مستفید ہوئے ہیں جو انگلستان میں ہمیں حاصل ہیں۔ بلکہ اس کے علاوہ عیسائیت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے بھی اچھا میدان ہاتھ آ گیا ہے۔ گو اول اول تو خیال نہیں آیا۔ لیکن بعد ازاں رفتہ رفتہ مسیحی تبلیغی جماعتوں کو ہراسانی ہوئی۔ ایک مقالہ میں جس کا عنوان

"اسلام کا چیلنج مسیحیت کو" تھا کچھ عرصہ ہوا، لندن کے ایک اخبار "کیتھولک ٹائمز" میں شائع ہوا جس میں حسب ذیل الفاظ میں خطرہ کا اعلان مسیحیین کی طرف سے شائع ہوا:-

"کیا ہمیں اس امر کا احساس ہے کہ ہم ایک خطرہ سے دوچار ہیں - جو گو فی الحال اس قدر مختصر ہے - جتنا ایک آدمی کا ہاتھ - لیکن اگر اسے مدافعانہ ذرائع سے روکا نہ گیا تو یہ ایک نازک صورت اختیار کر لیگا - یہ خطرہ، اسلام کا برطانیہ پر حملہ ہے - علاوہ جن کے پاس دیکھنے کے لئے آنکھیں ہیں وہ جان سکتے ہیں کہ یہ خطرہ ہماری چہار دیواری کے اندر ہے"

تمام مغربی اقوام میں سے برطانوی قوم ایک ایسی قوم ہے جس کو مذہب سے محبت ہے - جو اگرچہ مذہب سے متنفر بھی ہو جائے لیکن مذہب سے علیحدگی گوارا نہیں کرتی - یہ قوم ایک ایسے مذہب کی تلاش میں تھی جس سے انکی عقلیت اور خیالات مذہب میں یگانگت پیدا ہو جائے - چند سالوں میں ہی انجام کار برطانوی قوم مشن کی تبلیغی سرگرمیوں میں کافی دلچسپی لینے لگی - شرفا، تجار، تعلیم یافتہ نوجوانوں نے اس سے دلبستگی کا اظہار کیا - جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ نو مسلمین کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے - اور وہ دن قریب ہے جب ہم لاکھوں کی تعداد کا اعداد و شمار کرینگے - پانچوں براعظموں سے اس وقت خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے - خطوط بعض اوقات ایسے مقامات سے آتے ہیں جہاں کا گمان بھی نہیں ہوتا - مثلاً بلجیم - ہالینڈ - ڈنمارک وغیرہ - وجہ یہ ہے کہ متعدد حضرات ایسے ہیں جو غائبانہ ہماری اسلامی کتب کے مطالعہ سے متاثر ہوتے ہیں - خصوصاً انگریزی خواں طبقہ جہاں کہیں بھی ہو ہمارا قدردان ہے - جب مسیحی مبلغین کو معلوم ہوا کہ ان کی پھیلائی ہوئی غلط بیانیاں دور ہوتی جاتی ہیں تو پھر اس وقت انہوں نے ایک اور چال کھیلی - اور وہ یہ کہ یہ مشہور کیا گیا کہ ووکنگ میں صحیح اسلام کی تبلیغ نہیں ہوتی - بلکہ ایک "جدید اسلام" پیش کیا جاتا ہے - لیکن یہ کذب و افترا بھی بہت جلد طشت از بام ہو گیا - اور اس کی وجہ ہماری پیہم تبلیغی جدوجہد ہے -

ہمارے ادارہ کے دور رس نتائج -

برملا اس اثر کے متعلق جو خود ہمارے برادران اسلام نے قبول کیا - جن حضرات کو ہمارے لٹریچر کے مطالعہ کا اتفاق ہوا ہے ان کے قلوب میں مذہب کی ایک تازہ لہر دوڑ گئی ہے - یہ حقیقت کہ اسلام میں ایک ایسی قوت ہے جسکے سامنے عہد حاضرہ کا بہترین دماغ انسان بھی جلد یا بدیر سر تسلیم خم کئے بغیر نہیں رہ سکتا عیاں کی گئی ہے - ہمارے لٹریچر کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی مسلم طالب علم اب ایک فاضل مسیحی مبلغ کے ساتھ بید ھڑک

مناظرہ کر سکتا ہے۔ معاشرتی استحکام جو اس مذہبی بیداری کا ماحصل ہے نمایاں خصوصیت رکھتا ہے۔ مسجد ووکنگ میں عیدین کی نماز ایک ایسا منظر پیش کرتی ہے جس سے اخوت اسلامی کا صحیح نقشہ کھنچ جاتا ہے۔ انگلستان میں صرف اس واحد ادارہ کے ذریعہ سے مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان ایک مرکز پر مجتمع ہوتے ہیں۔ ترک۔ ایرانی۔ افغان، مصری، حبشی۔ عرب اور ہندی اقوام اپنے انگریز، سکاچ، فرانسیسی برادران اسلام سے ملتے ہیں۔ کیا یہ ایک نعمت غیر مترقبہ نہیں۔ یعنی ایک ایسی سرزمین جہاں رات دن تثلیث پرستی ہوتی رہتی ہو وہاں خدائے واحد کے پرستاروں کا ایک جم غفیر عید کے روز اپنی عبودیت کے اظہار کے لئے مسجد ووکنگ میں جمع ہو۔

ہم ذیل میں مکرر اسی مسیحی رسالہ کا ایک اور اقتباس ہدیۂ ناظرین کرام کرتے ہیں جو اس نے عید الفطر کے متعلق لکھا:

"برطانیہ عظمےٰ میں اسلام روز افزوں ترقی پر ہے۔ یہ تمام مساجد مکہ کی مسجد سے مشابہ ہیں جہاں عید الفطر کی تقریب میں تمام دنیا کے حصص سے ہندی۔ افغانی۔ ایرانی۔ کردی۔ ترک۔ شامی۔ عرب، مصری، جاوانیز نماز کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ نو مسلمین میں اعلیٰ بھی ہیں۔ ادنےٰ بھی ہیں اور درمیانہ درجہ کے بھی"

ہم کسی زاویہ نگاہ سے غور کریں نتیجہ یہی برآمد ہوگا کہ اس پر آشوب ایام میں قدرت کو منظور تھا کہ اسلام کا وقار قائم ہو۔ اور اسی لئے یہ مقدر ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب مرحوم و مغفور مغرب میں مسلم مشن ووکنگ کی بنیاد ڈالیں پس انہوں نے اللہ کے حکم سے یہ بنیاد ڈالی۔

موجودہ صورت حالات۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور اپنے فرائض سے سبکدوش ہو گئے۔ آپ کی زندگی اسی کار خیر (تبلیغ اسلام) میں صرف ہوئی۔ اس احسن کام کے لئے آپ نے حد درجہ قربانی فرمائی۔ یہانتک کہ اپنی صحت بھی اس کی نذر کردی۔ دوران علالت بھی آپ نے کبھی آرام نہ لیا۔ مذہب کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھ گئے۔ آپ کی قربانی کا مقصد واحد مغرب میں تبلیغ اسلام تھا۔ کاش! آج برادران اسلام، مرحوم و مغفور کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کرتے رہیں۔ اس وقت جبکہ افق مغرب پر ہر چہار طرف سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ اللہ تعالےٰ کے اذن سے آناً فاناً ایک روشنی پیدا ہوئی جس سے تمام آسمان درخشاں ہو گیا۔ اور مسلم مشن ووکنگ کو اس روشنی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

یہ تو ایک مسلمہ امر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب مرحوم و مغفور ایک فانی انسان تھے لیکن جس کام کا انہوں

نے بیڑا اٹھایا تھا وہ خیر فانی ہے۔ اس کو فانی نہیں کہا جا سکتا۔ لہذا ضروری ہے کہ اس کی بقا کا بندوبست کیا جائے اُس کی بقا مال سے ہی ہو سکتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب مرحوم و مغفور نے مورخہ ۴ اپریل ۱۹۳۲ء کو مشن مذکورہ ایک رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے حوالہ کر دیا۔ تاکہ آپ کے بعد بھی اس متبرک کام کے انتظام و انصرام میں سرموفرق نہ آئے۔

قوم اور اس کی ملکیت۔

لہذا ووکنگ مسلم مشن اب جملہ برادران اسلام کی ایک متفقہ جائداد ہے۔ اس کی بقا و قیام کی ذمہ داری مسلم جماعت کے ہر فرد پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن برادران اسلام بجا طور پر سوال کر سکتے ہیں کہ ہم کن کن طریق سے اس اپنی قومی جائداد کا تحفظ کر سکتے ہیں۔ ذیل میں ہم چند طریقوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:۔

(۱) **سرمایہ محفوظ**۔ ایک ادارہ کے لئے یہ نہایت اہم ہے کہ کسی بنک میں اس کا سرمایہ محفوظ جمع ہو۔ تاکہ پیش آمدہ مصائب کا تدارک کیا جا سکے۔ ٹرسٹ چاہتا ہے کہ سرمایہ محفوظ میں کم از کم دو لاکھ روپیہ جمع ہو جائے آج کل اقتصادی ابتری کی وجہ سے ووکنگ ٹرسٹ کو تکالیف ہیں۔ اور سخت امداد کا طالب ہے۔ ووکنگ مسلم مشن کی زندگی میں اس سے زیادہ مصیبت کا وقت کبھی نہیں آیا۔

(۲) **مفت لٹریچر فنڈ**۔ یہ زمانہ پروپاگنڈہ کا ہے۔ دراصل عہد حاضرہ کے تار و پود میں تعلیم شامل ہے نوشت و خواند کی ضرورت ہر شعبہ میں خواہ معاشرتی ہو یا تجارتی، محسوس کی جاتی ہے۔ ہمارے نومسلمین کی بیشتر تعداد مفت تقسیم لٹریچر کے ذریعہ ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں مفت تقسیم کے لئے چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ ہوتے ہیں جو نہایت سودمند ثابت ہوئے ہیں۔ ہمارا ماہواری انگریزی رسالہ اسلامک ریویو اس سلسلہ میں نہایت کامیاب ثابت ہوا ہے۔ ہم نے لائبریریوں میں اس کے بھیجنے کا اہتمام کیا ہوا ہے۔ برادران اسلام کی اعانت سے ہر ماہ رسالہ ان کو مفت بھیجا جاتا ہے۔ لیکن ابھی وسیع میدان موجود ہے۔ ہماری قوت قوم کی حمایت سے وابستہ ہے۔ ہم تو محض آلہ کار ہیں۔

(۳) **اسلامک ریویو کے لئے اور خریدار ہونے چاہئیں**۔ اسلامک ریویو محض حضرات چندہ دہندگان کو لذیذ مذہبی غذا ہی نہیں بہم پہنچاتا بلکہ علاوہ ازیں یہ رسالہ ان کی اعانت کی ایک رسید بھی ہے۔ خریداران ریویو کا سالانہ چندہ مفت لٹریچر کے مصرف میں لگ جاتا ہے۔ دراصل اسلامک ریویو کا چندہ گویا مفت تقسیم لٹریچر کی امداد ہے۔ جس قدر خریداران اسلامک ریویو کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائیگا اسی قدر ہمارے پروپاگنڈہ میں ترقی

ہوتی جائیگی۔ سڈنی سے ہمارے ایک آسٹریلین دوست اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ رسالہ اسلامک ریویو وہ فرائض سرانجام دیتا ہے جو ایک مبلغ اسلام بھی نہیں دے سکتا۔ اسلامک ریویو کی ایک کاپی کو باری باری پڑھ کر چھ عیسائی مسلمان ہو گئے۔ دیگر ممالک کے انگریزی بولنے والے طبقہ کو چھوڑ کر کیا سلطنت برطانیہ کے گیارہ کروڑ مسلمان "اسلامک ریویو" کے پانچ ہزار خریدار بھی بہم نہیں پہنچا سکتے۔

ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات۔ ووکنگ مسلم مشن ایسے منظم ادارہ کی ضروریات پر انگلستان میں ایک سو پچاس پونڈ کی رقم زیادہ نہیں۔ تمام اسلامی دنیا میں کیا ایک سو پچاس آدمی بھی ایسے نہیں مل سکتے جو اس اسلامی ادارہ کی فی کس ایک ایک پونڈ یا بارہ پونڈ سالانہ سے امداد کر سکیں یقیناً یہ ایک حقیر مطالبہ ہے۔ یہ امر قابل تسلیم ہے کہ مسلمانوں نے ان امور میں کبھی خست سے کام نہیں لیا۔ اور یہ انہیں کی امداد کا نتیجہ ہے کہ ووکنگ مسلم مشن اس قدر مدت سے سرزمین مغرب قائم ہے لیکن بایں ہمہ ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ بسا اوقات ہمیں مالی فکرات لاحق ہوئے ہیں۔ یہ شرم کا مقام ہے کہ ایسے معاملہ کو بیرونی دنیا کے سامنے طشت ازبام کیا جائے۔ قوی توقعات لئے ہوئے ہم آپ سے یہ عرضداشت کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ یہ دنیا دارالمحن ہے۔ ہر شے کی بقا کا انحصار محنت پر ہے۔ ایک پرکاہ سے لے کر ایک عظیم الشان قوم تک نظر ڈال جائیے ہر چیز جدوجہد میں مصروف ہے مخلوق بھی جدوجہد کرتی ہے۔ اور تمدن بھی مسلمانوں کی تہذیب اور سیاست خاص ان کی ذات سے وابستہ ہے۔ اگر ایک طرف انہیں اپنی جسمانی ہستی کی بقا کے لئے ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں تو دوسری طرف وہ اپنے تمدنی وجود سے بھی قطع نظر نہیں کر سکتے۔ اقوام کی زندگی لباس و طعام کی ہی متلزم نہیں بلکہ تمدن بھی اس کے لئے درکار ہے۔ اگر تاریخ سے کوئی سبق حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جو قوم بنی نوع انسان کے تمدنی وسائل میں اضافہ نہیں کر سکتی اس کو بہت جلد نسیاً منسیاً کر دیا جاتا ہے اور اس حقیقت نفس الامری کو ذیل کی آیات کے ساتھ قومی دماغ پر جلی حروف سے منقش کر دینا چاہیئے۔

یا ایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم ۝ تومنون باللہ و رسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ۝ ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (ترجمہ)

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے۔ ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کے راستہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے۔ یہ بہتر ہے تمہارے لئے۔ اگر تم سمجھ جاؤ۔

مطالعہ قرآن مجید

(جناب شیخ محمد امین صاحب نومسلم۔ بیرسٹرایٹ لا۔ لاہور)

مجھے قرآن پاک کے ساتھ عشق ہے۔ اور مجھے کامل یقین ہے کہ اگر مسلمان اس کتاب پاک کو اپنا رہنما بنالیں تو ان کی گزشتہ شان و شوکت پھر واپس آسکتی ہے۔ اگر کوئی مسلمان یہ مکمل ارادہ کرلے کہ میں پورے طور پر اس کتاب کی تعلیم پر عمل کرونگا اور وہ اس کے جملہ احکام بجا لاوے۔ اور ان تمام بری باتوں سے بچے جن سے اس کتاب میں منع کیا گیا ہے۔ تو انشاء اللہ تعالےٰ اس زندگی میں ہی بہشت کی لذت کو محسوس کرنا شروع کردے گا۔ مشہور نومسلم انگریز مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب نے اس تجربہ کی بنا پر جو ان کو اسلامی ممالک میں سفر کرنے سے حاصل ہوا تھا اس بات کی شہادت دی ہے کہ انہوں نے دنیا میں سب سے زیادہ خوش و خرم ان مرد عورتوں کو پایا جو کہ عین قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔

مس مہربانو موسٹی وسرام (جن کے اسلام پر مضامین اکثر اخباروں میں چھپتے رہتے ہیں) فرماتی ہیں کہ "وہ قرآن پاک جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مسلمانوں کو ان کی رہنمائی کے لیئے ایک بہت بڑی نعمت کے طور پر ملا تھا، بدقسمتی سے مسلمانوں نے اس کو طاق میں اٹھا کر رکھدیا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ مسلمان جو اپنے کارہائے نمایاں سے تمام دنیا پر غالب آگئے تھے ان کی حالت دن بدن بد سے بدتر ہو رہی ہے ان کی اس بیماری کا علاج ان کے اپنے ہاتھوں میں ہے مگر افسوس کہ وہ اس پر غور نہیں کرتے۔ ہماری تاریخ میں وہ ایک سنہری دن ہوگا۔ کہ جس دن مسلمان بیدار ہوکر اپنی گرتی ہوئی حالت سے پوری طرح واقف ہوں گے۔ ان کا فرض ہے کہ اپنے تئیں اس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائق پیرو ثابت کریں جس نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد سے اپنے بے مثل کارناموں سے تمام دنیا کو حیران کردیا تھا۔ خدا کرے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی سچی محبت پیدا ہوجائے۔ جو کہ ان کی مصیبتوں کا خاتمہ کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔

مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نے چند سال ہوئے اپنے ایک لیکچر میں فرمایا تھا کہ اکثر مسلمان قرآن پاک کو اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ نیز انہوں نے فرمایا تھا کہ اس میں شک نہیں کہ قرآن پاک اپنے پاس رکھنے کی چیز ہے لیکن اس کو اینٹ اور مٹی کے گھروں میں رکھنے کے بجائے اپنے دلوں میں رکھنا چاہیئے۔ قرون اولےٰ کے مسلمان حمائل شریف کو اپنے سینہ پر بندھا ہوا لئے پھرتے تھے۔ اور ہر فرصت کے وقت اسی کو پڑھا کرتے

تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ اس کے پڑھنے سے ان کو ایسے عظیم الشان علوم حاصل ہو گئے تھے کہ جس کام کو وہ ہاتھ لگاتے تھے اسی میں ان کو کامیابی ہوتی تھی۔ یہ قرآن پاک سے بے رغبتی ہی ہے کہ جو مسلمانوں کی تمام مصیبتوں کا اصل باعث ہے۔

پڑھنے کو تو بہتیرے مسلمان قرآن پاک کو پڑھتے ہیں لیکن جن وجوہات سے وہ اس سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھاتے وہ مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) بعض لوگ قرآن پاک کو عربی میں پڑھتے ہیں اور اس کا ترجمہ نہیں سمجھ سکتے۔ میرا اپنا تو یہ ایمان ہے کہ اس متبرک کتاب کو چھونے سے بھی برکت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ یہ کتاب مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے نازل کی گئی ہے۔ اگر ہم اس کا مطلب ہی نہ سمجھ سکیں تو ہم ہدایت کس طرح حاصل کر سکتے ہیں پس ہمیں چاہیے کہ جو کچھ ہم پڑھیں اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کریں۔

(۲) بعض مسلمان ختم قرآن کے بڑے شوقین ہوتے ہیں۔ ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے اس کتاب کو ختم کرلیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ اس کے ختم کر لینے سے بڑا ثواب اور برکتیں حاصل ہوتی ہیں بہت سے لوگ اپنے سامنے شیرینی رکھ لیتے ہیں۔ اور قرآن پاک کو جلدی جلدی پڑھ کر اس شیرینی کو یا تو خود ہی کھا لیتے ہیں یا دوستوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ بالفاظ دیگر انہوں نے قرآن پاک کا مطالعہ بھی ایک رسم بنا لیا ہے پس اگر ان کو پورا فائدہ حاصل نہیں ہوتا تو اس میں حیرانی کی کونسی بات ہے۔ اللہ تعالےٰ خود قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ قرآن پاک کو آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔ ورتل القران ترتیلا۔ اور اس کے معانی پر غور (تدبّر) کرو۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا قاعدہ تھا کہ قرآن پاک کا ہر ایک لفظ نہایت ادب اور احترام اور خضوع و خشوع کے ساتھ اس کے معانی پر غور کرتے ہوئے پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو صرف سورۂ بقر ختم کرنے میں گیارہ سال لگے۔ جب انہوں نے اس سورۃ کو ختم کر لیا تو انہوں نے اپنے احباب کو دعوت دی کہ اس متبرک کام کی تکمیل پر ان کے ساتھ خوشی منا دیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کی مادری زبان عربی تھی۔ دراصل قرون اولےٰ کے مسلمان قرآن پاک کو اس طور سے پڑھتے تھے کہ اس پر عمل کر سکیں . . . . "جو کچھ پڑھو، اس پر عمل کرو" یہ ان کا اصول تھا۔

مثلاً سورۂ بقر کی پہلی آیت ہی کو لیجئے۔ ذالک الکتب لاریب فیہ (اس کتاب میں

کسی قسم کا شک وشبہ نہیں) قرونِ اولیٰ کے مسلمان آگے نہیں چلتے تھے جب تک کہ وہ اس آیت پر یقین نہ لے آویں کہ قرآن پاک کی تعلیم میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہوسکتا۔ اور اس کے تمام وعدے بالکل سچے ہیں۔ آج کتنے مسلمان ہندوستان میں ایسے ہیں جن کا قرآن پاک پر اتنا ہی پکا یقین ہے جتنا کہ ہندوستان میں رائج الوقت انگریزی قانون پر ہے۔ اپنے اسلامی بھائیوں اور بہنوں کو میرا ناچیز مشورہ یہ ہے کہ پیشتر اس کے کہ تم دوسری آیت کو پڑھو پہلے اس آیت پر ایمان لے آؤ کہ اس کتاب میں کسی قسم کا بھی شک وشبہ نہیں ہے۔ جب آپ کو یہ ایمان حاصل ہو جائے کہ قرآن پاک کے تمام وعدے سچے ہیں اور ہو کر رہیں گے تو تمہارے اندر ایسی طاقت پیدا ہو جائے گی۔ کہ کوئی تمہارا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اور تمام مشکلات تمہارے آگے سے فرار ہو جائیں گی۔

(۳) خود قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق اس کو رات کے وقت پڑھنے کا بڑا بھاری اثر ہوتا ہے۔ انّ ناشئة الّیل ھی اشدّ وطاً و اقوم قیلا۔ دل میں اس وقت امن ہوتا ہے۔ اور وہ نہایت سکون کے ساتھ اس پر غور کرتا ہے۔ اور اس کے اثر کو قبول کر لیتا ہے۔ علم النفس کے ماہرین بھی ہمیں بتاتے ہیں کہ سونے سے پہلے جو ہمارے آخری خیالات ہوتے ہیں وہ ہمارے دماغ کو مشغول رکھتے ہیں۔ مثلاً اگر سوتے وقت ریاضی کے کسی سوال کو سوچ رہے ہوں تو جاگتے پر اس کا حل اکثر دفعہ اپنے دل میں پاتے ہیں لیس میں اپنے تمام نوجوان دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ رات کو سونے سے پہلے قرآن شریف پڑھ لیا کریں۔ ان کا ایسا کرنا گویا تمام رات قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہوگا۔ کیونکہ حالت نیند میں بھی ان کا دل انہی آیتوں کے دھیان میں رہے گا جو انہوں نے سونے سے پہلے پڑھی تھیں۔

(۴) قرآن پاک کی سب سے اعلیٰ تفسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے سوانح حیات ہیں۔ وہ جو کہتے تھے وہی کرتے تھے اور جو کرتے تھے وہی کہتے تھے۔ آج تیرہ صدیوں کے بعد بھی ان کے اخلاص سے ہمارے دل متاثر ہوتے ہیں۔ ان کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ قرآن پاک کی آیات کا صحیح مطلب کیا ہے۔ اور ان پر کس طرح عمل کرنا چاہیئے؟



تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

(بابت ماہ اگست ۱۹۳۷ء)

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
اگست ۳۷ء ۱	۶۴۴	واپسی پیشگی	۳	۱۵	۷۴
۹ ؍؍	۶۵۳	جناب محمد بوسعید صاحب مشن			۱۰
؍؍	۶۵۴	؍؍ خانبہادر شیخ منہاج الدین صاحب ؍؍			۱۰
۱۰ ؍؍	۶۷۷	؍؍ جمال محمد صاحب ؍؍			۵۰
۱۲ ؍؍	۶۲۴	؍؍ نواب سیف نواز جنگ بہادر ؍؍			۳۰
؍؍	۶۲۵	؍؍ انتظار علی صاحب عباسی ؍؍			۱۵
۱۳ ؍؍	۷۴۱	؍؍ مولوی محمد اظہر الحق صاحب ؍؍			۴
۱۴ ؍؍	۷۵۲	؍؍ کرم الٰہی صاحب قریشی ؍؍			۵
؍؍	۷۵۸	؍؍ محبوب خانصاحب ؍؍			۳
۱۶ اگست	۷۶۲	؍؍ شیخ سعدی صاحب			۱۰
؍؍	۷۶۲	؍؍ عبدالرحیم صاحب			۱۰
؍؍	۷۶۳	؍؍ ڈاکٹر این اکبر خانصاحب ۳ روپے امانت - ایک روپیہ چندہ مشن -			۴
؍؍	۷۶۵	نامعلوم از سندر کڑی مشن	۰	۴	۰
۱۸ اگست	۷۹۲	مسز اقبال حسین صاحب			۵
؍؍	۷۹۳	مسز خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور			۳
۱۹ اگست	۸۰۰	جناب اے ایچ - ایم - آدم اسکوا سرکل ۲۴۳ روپے وصول ہوئے۔			۲۴۳
۲۰ اگست	۸۰۶	خانبہادر امام الدین صاحب مشن			۳
؍؍	۸۰۷	کے ایس عبدالعزیز ؍؍		۴	۱
۲۴ ؍؍	۸۱۷	عبدالکریم صاحب ؍؍			۵
۳۰ ؍؍	۸۴۷	ظرافت اللہ صاحب ؍؍			۳۰
۳۱ ؍؍	۸۵۱	سید عبدالحلیم صاحب ؍؍			۲
		فروخت اسلامک ریویو - اگست ۱۹۳۷ء		۸	۹۱۶
		؍؍ اشاعت اسلام ؍؍		۴	۳۷
		؍؍ ووکنگ گزٹ ؍؍		۱۴	۳۴
		؍؍ فروخت کتب		۱۲	۴۷۴
			۹	۷	۱۸۸۵

تفصیل آمد مفت تقسیم برائے اسلامک ریویو بابت ماہ اگست ۱۹۳۷ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۵ اگست	۶۲۴	جناب سید مقبول احمد صاحب			۵
۱۴ ؍؍	۷۵۳	؍؍ محمد کبیر خانصاحب			۵
۱۹ ؍؍	۸۰۱	؍؍ سید سراج الحق صاحب			۲۵
۲۰ ؍؍	۸۱۱	؍؍ سید محمد وارث صاحب			۵
۲۱ ؍؍	۸۲۰	؍؍ مسٹر غلام مرتضیٰ صاحب		۸	۷
؍؍	۸۲۱	؍؍ محمد عبدالحلیم صاحب			۵
۲۶ اگست	۸۴۳	؍؍ ڈاکٹر عبدالوحید صاحب			۵
۳۱ اگست	۸۵۳	؍؍ سید کشفی شاہ صاحب نظامی			۱۵
			۰	۸	۷۲

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور - بابت ماہ اگست ۱۹۳۷ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۱۲ اگست	۲۴	امپیریل بنک بہ تفصیل ذیل:— محصول ڈاک از نمبر ۱۲۸۲ تا ۱۳۴۲ [illegible] کتب مہیا کردہ برائے فروخت [illegible] سٹیشنری لفافے سیاہی رجسٹر [illegible] کتابت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ جولائی ۱۹۳۷ء [illegible]			
		پروف ریڈنگ رسالہ اسلامک ریویو بابت اپریل ۱۹۳۷ء علے الحساب [illegible] کاغذ برائے اشتہارات کتب [illegible] ترجمہ برائے اشاعت اسلام [illegible] متفرق [illegible] کاغذ برائے اشاعت اسلام [illegible]			
			۹	۱۱	۲۸۲

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور بابت اگست ۱۹۳۷ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۱۰ اگست	۴۳	میسرز ریچی پرنٹنگ پریس۔ طباعت ووکنگ گزٹ نمبر ۳۳ و ۳۴۔ واشتہار القاسم اور ضمیمہ اسلامک ریویو			۲۵
〃	۴۴	میسرز نیو یونین پریس:۔ علی الحساب طباعت اسلام ٹو الیسٹ اینڈ ویسٹ			۴۰
〃	۴۵	میسرز معراج الدین۔ جلد سازی اسلامک ریویو واشاعت اسلام بابت ماہ جنوری ۱۹۳۷ء		۱۰	۳۹
〃	۴۶	میسرز نیشنل ٹریڈنگ کمپنی ۱۲ ریم کاغذ برائے فہرست کتب اردو		۱۱	۳۸
〃	۴۷	میسرز نورانی پریس طباعت رسالہ اشاعت اسلام اپریل و مئی وسرورق مئی وجون ۱۹۳۷ء			۲۹
〃	۴۸	میسرز فوٹو آرٹ پریس۔ بنوائی بلاک برائے اسلامک ریویو	۹	۱	۲۴
〃	۴۹	میسرز کمرشل یونین پریس طباعت لفافے اسلامک ریویو اور اشاعت اسلام		۱۴	۳۰
〃	۵۰	میسرز کلکتہ آرٹ پریس۔ طباعت فوٹو اسلامک ریویو			۱۳
	۵۱	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۳۷ء		-	۴۷۵

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۱۲ اگست	۵۲	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:۔ محصول ڈاک از نمبر ۱۳۲۳ تا ۱۵۳۴ ـ کتب خرید کردہ برائے فروخت ـ سٹیشنری۔ لفافے۔ سیاہی ـ ترجمہ اشاعت اسلام ـ موسمی اخراجات ـ کتابت اشاعت اسلام بقیہ جولائی ۱۹۳۷ء ـ متفرق ـ ۲۹۴			۲۹۴
	۵۳	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:۔ محصول ڈاک از نمبر ۱۵۳۵ تا ۱۶۹۹ ـ کتب خرید کردہ برائے فروخت ـ کتابت فہرست کتب وعلی الحساب از ماہ اگست ـ سٹیشنری۔ ربن۔ لفافے۔ سیاہی ـ ترجمہ اشاعت اسلام ـ ایک ریم فلسکیپ پیپر ـ متفرق ـ ۱۹۶-۷-۰		۷	۱۹۶
	۵۴	میسرز سول اینڈ ملٹری گزٹ طباعت اسلامک ریویو ماہ جولائی و اگست ۱۹۳۷ء			۲۰۰
	۵۵	میسرز این سی گوئل ۸ ریم کاغذ برائے اشاعت اسلام			۴۶
	۵۶	میسرز ملک پرنٹنگ پریس طباعت چٹ اسلامک ریویو وغیرہ			۲۷
	۵۷	میسرز معراج الدین جلد بندی اسلامک ریویو و اشاعت اسلام ماہ اپریل ۱۹۳۷ء		۲	۲۵
		پیشگی سفر خرچ انچارج مشن			۳۰
		کرایہ دفتر وکتب خانہ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۷ء			۴۵

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور - بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۶ ستمبر	۸۸۱	جناب ہز ہائنس نواب صاحب مانگرول مشن		۸	۴۹
〃	۸۸۲	نواب سر نظامت جنگ بہادر			۳۰
〃	۸۸۳	جناب کرم الٰہی صاحب			۵
〃	۹۰۳	〃 خان بہادر شیخ منہاج الدین صاحب			۱۰
〃	۹۰۴	〃 کے ایچ مینار صاحب			۲

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۸ ستمبر	۹۰۸	جناب داؤد ماریکر		۴	۹
۹ ستمبر	۹۱۸	میاں احمد خان صاحب ورشمین			۵
۱۰ 〃	۹۳۱	〃 مولوی محمد اظہر الحق صاحب			۴
۱۱ 〃	۹۴۱	〃 ایم جلال محی الدین صاحب			۱۰۰
۱۳ 〃	۹۴۹	〃 قاضی برکت علی صاحب			۵

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۳ ستمبر ۳۷ء	۹۵۰	جناب آغا محمد ابراہیم صاحب مشن			۴
۱۴ //	۹۶۷	// ڈاکٹر این اکبر خان صاحب معرفت مشن			۴
۱۵ //	۹۸۵	// محمد حسین صاحب			۲۵
//	۹۸۸	واپسی پیشگی از ووکنگ مسجد انگلستان	۱۱	۳	۸۱۱۳
//	۹۸۹	// //	۴		۱۱۵۴
۱۶ //	۹۹۰	بزل الرحمن صاحب			۱۰
۱۸ //	۱۰۰۳	محمد یوسعید صاحب			۱۰
۲۰ //	۱۰۱۴	عبدالکریم صاحب			۵
۲۲ //		معرفت سکرٹری صاحب مشن			
//		جناب قاسم حسین صاحب عہ/			
//		// صادق نعیم صاحب عہ/			
//		// سید محمد علی // عہ/			
//		// نادر علی اینڈ کو عہ/			
//		// محمد اسمٰعیل صاحب عہ/			
//		// سید رحمت علی // عہ/			
//		// سید ریاض الدین احمد // عہ/			
//		// ایم آفتاب عمر صاحب عہ/			
//		// خانبہادر محمد بشیر الدین احمد صاحب عہ/			
//		// اسلام احمد خاں // عہ/			
//		// ایم عبدالرحمٰن // عہ/			
//		// سلطان حسن خاں // عہ/			
	۱۰۲۷	للعہ/	۰	۰	۱۴۵

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۲ ستمبر	۱۰۳۰	خانبہادر میاں عبدالعزیز صاحب			۵۰
۲۵ //		ایس اے کیو خانزادہ			۲۵
۲۹ //	۱۰۵۷	دی آنریبل جسٹس نعمت اللہ صاحب			۲۵
//	//	// محمد اسمٰعیل صاحب			۱۵
//	//	جناب ایس ایم جمیل اسکوائر			۵
//	//	خانبہادر نواب سید محمد علی صاحب			۵
۹ اکتوبر	۱۰۵۸	لفٹنٹ کرنل ایچ ایم سلامت اللہ صاحب			۵۰
۲۰ //	۱۰۵۹	جنابہ بیگم صاحبہ شیخ محمد حبیب اللہ صاحب			۲۵
		فروخت اسلامک ریویو ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء	۶	۸	۶۶۵
		// اشاعت اسلام //			۴۰
		// ووکنگ گزٹ //		۲	۲۲
		// کتب //	۶	۱۱	۱۶۱
					۱۱۸۸۰—۰—۳

تفصیل آمد مفت تقسیم برائے رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ستمبر	۸۵۴	جناب سردار خانبہادر سید شمس الدین صاحب			۳۰
۴ //	۸۶۶	// ڈاکٹر عبدالغنی صاحب			۵
۹ //	۹۱۷	// احترام الدین صاحب			۱۰
۱۳ //	۹۶۶	// شیخ محمد شفیع صاحب			۲۵
۱۷ //	۹۹۷	// بدرالدین علی صاحب			۱۰
۱۸ //	۱۰۰۸	// حمید اے خاں //			۱۰
۲۸ //	۱۰۵۰	// عبدالہاشم خاں //			۵
					۹۵—۰—۰

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
	۶۰	پیشگی ارسال کردہ ووکنگ مسجد ۵۰ پونڈ		۱۲	۶۶۲
	۶۱	تنخواہ عملہ بابت ماہ اگست ۱۹۳۷ء		۷	۲۷۵
	۶۲	پیشگی سفر خرچ سفیران مشن			۲۰۰
	۶۳				۵۰
	۶۴	پیشگی ارسال کردہ ووکنگ مسجد انگلستان		۱۲	۶۶۲
	۶۵	امپیریل بل بہ تفصیل ذیل۔			
		محصول ڈاک از نمبر ۸۱ تا ۸۲ ماہ			
		کتب خریدکردہ برائے فروخت			
		بل بجلی			
		کتابت بقایا بل اگست ۳۷ء			
		ترجمہ برائے اشاعت اسلام			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
		سٹیشنری			
		متفرق			
			۳	۱۲	۲۹۴
	۶۶	تنخواہ عملہ بقیہ بابت ماہ جون ۱۹۳۷ء		۵	۱۵۲
	۶۷	تنخواہ عملہ بقیہ ماہ جولائی و اگست ۳۷ء		۱۰	۳۰۴
	۶۸	بل اخراجات مسجد ووکنگ اندراج سابقہ	۱۱	۳	۸۱۱۳
	۶۹	// //	۰	۴	۱۱۵۴
	۷۰	کنوے وینس الاؤنس			۳۰
	۷۱	// // جولائی و اگست			۶۰
	۷۲	کمیشن بل	۶		۳۳
					۱۳۱۱۴—۱۳—۰

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمٰے کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس ۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات۔ تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس ۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق۔ مغربی ممالک میں ایک رواداری نہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے

قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آواز کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعتِ اسلام** ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے

دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں۔ اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے، (۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲؍ ہے (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳؍ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴؍ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک واحتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جسمیں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت وحمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ وقائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم ونسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز او ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت ودیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لندن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت واشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد وخرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں۔ (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد وخرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط وکتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :– The Imam, The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور ولنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط وکتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانیِ ووکنگ مُسلم مشن انگلستان

مدیرِ اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ

قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اللہ اکبر — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

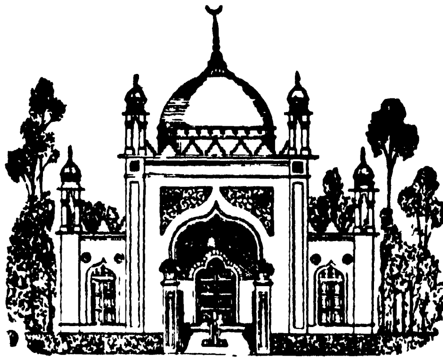
ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز



ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) **تشکیل مشن۔** ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) **اغراض و مقاصد۔** (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) **تبلیغی مسلک۔** (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) **مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع** (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہرماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہرماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے



Miss E. Wentworth-Fitzwilliam is the daughter of the Hon. Henry Wentworth-Fitzwilliam, the second son of the 6th Earl Fitzwilliam. Her mother was lady Mary Butler, daughter of the Marquis Ormonde of Kilkenny Castle in Ireland. Miss E. Wentworth-Fitzwilliam embraced Islam recently, while her sister, Hajja Wentworth-Fitzwilliam embraced the Faith some years ago. Ed. I.R.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے ؏

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۴ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۸ء مطابق رجب المرجب ۱۳۵۷ھ | نمبر ۹

نورانی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپ کر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۸ء

شذرات

رسالہ ہذا کو مس ای وینٹورتھ فٹز ولیم کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے۔ موصوفہ الحاجہ عائشہ وینٹورتھ فٹز ولیم کی ہمشیرہ ہیں۔ آنجناب کے والد محترم آنریبل ہنری وینٹورتھ فٹز ولیم ششم ارل فٹز ولیم کے منجھلے بیٹے ہیں۔

آج ووکنگ مسلم مشن کے قیام کو چھبیس (۲۶) سال ہوتے ہیں۔ اس ادارہ کی تبلیغی تگ و تاز نے جو معجز نمائیاں کی ہیں، محتاج بیان نہیں۔ معاندین اسلام بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جو اسلامی مطبوعات اور ماہانہ رسائل اس ادارہ کی سرپرستی میں شائع ہوتے ہیں ربع مسکون کے گوشہ گوشہ میں ان کی رسائی ہے۔ مسیحین مغرب پڑھتے ہیں اور سر دھنتے ہیں۔ اگر بیک وقت صدہا مبلغین اطراف و اکناف عالم میں اشاعت اسلام کی غرض سے روانہ کئے جائیں تو ان اسلامی و تبلیغی خدمات کا عشر عشیر بھی سرانجام نہیں دے سکتے جو ہمارے انگریزی رسائل و ٹریکٹ کے پرمغز مضامین سے عمل میں آئیں۔ ہماری انگریزی تصانیف دنیا بھر میں کافی مقبول ہو چکی ہیں۔

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان جو ہمارا تبلیغی مرکز ہے اور یہاں پر دور دست مقامات سے زائرین رونق افروز ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں سے افریقہ۔ امریکہ۔ جاپان۔ اسٹریلیا۔ ملایا۔ چین ماچین ایران۔ عرب۔ ترکستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی صحیح معنے میں پیغام رسانی ہوتی ہے۔ انگریزی

اسلامک ریویو۔ انگریزی پندرہ روزہ اخبار "ووکنگ گزٹ" میں آئے دن نومسلمین کے خطوط شائع ہوتے ہیں۔ ان سے رجوع الی الاسلام کی جانب رغبت کی آئینہ داری ہوتی ہے۔ ہمارے انگریزی اردو رسائل و کتب محتاج تعارف نہیں۔ ناظرین کرام خود اندازہ فرما سکتے ہیں۔

حالات مندرجہ بالا کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر شخص کے ذہن میں علیٰ وجہ البصیرت یہ خیال پیدا ہونے کا امکان ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ کافی ووافی ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت نہیں۔ محض رسائل کے سالانہ چندوں اور گاہے گاہے بعض مخیر خیرخواہان اسلام کی رقوم اعانت سے مسجد ووکنگ میں تبلیغ اسلام کے کثیر اخراجات کی کفالت ہوتی ہے۔ چونکہ آمد کفایت نہیں کرتی اس لئے اکثر ہم کو سراسیمگی اور پریشانی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

چند سال سے اقتصادی اضمحلال کے باعث ہمارا بجٹ خسارہ میں ہے۔ اخراجات میں کمی ہو نہیں سکتی۔ وجہ یہ ہے کہ سرزمین انگلستان میں ادارہ کی تبلیغی سرگرمیوں میں کمی واقع ہونا، ذلت ورسوائی کا مقام ہے۔ اور بیرونی ممالک میں اسلام کی ایک بڑھتی ہوئی طاقت کا روبہ انحطاط ہونا، گویا زندہ درگور ہونا ہے۔

ہم ہر طرف نظر اٹھاتے ہیں لیکن کہیں پیش آمدہ مسائل کے سلجھاؤ کی صورت نظر نہیں آتی ہمیں ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کی اصلیت سے ناظرین کرام کو روشناس کیا جائے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اہل درد کے دل میں جگہ پیدا کردے۔ اور تمام مشکلات کا یکسر خاتمہ ہو جائے۔

ذیل کی چند سطور کے ذریعہ سے ہم آپ صاحبان کی توجہ ایک ایسے مسئلہ پر مبذول کرنا چاہتے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی بہبود کے لئے نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فریضۂ زکوٰۃ کو ایک انفرادی صدقہ کا فعل ہی قرار نہیں دیا تھا۔ بلکہ اسلام کے اس بنیادی اصول کو قومی فلاح وبہبود کا بھی ایک ذریعہ بنایا تھا۔ چنانچہ زکوٰۃ کی رقم کو آنحضرت صلعم اور آپ کے جانشینوں نے قومی بیت المال

کے ایک حصہ کے طور پر جمع فرمایا۔ اور اس رقم کو ان مقاصد کی تکمیل کے لئے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں اور جو ملت اسلامیہ کی قومی بہبود کے لئے مناسب ہیں، استعمال فرمایا۔

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہماری قومی دولت اور طاقت کا یہ منبع، غلط استعمال کی وجہ سے بالکل خشک ہوگیا ہے۔ اور اب بجائے اس کے کہ اس مستقل آمدنی کے ذریعہ کو قومی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کیا جاتا جو کہ اس کا اصل مقصد تھا ہم نے اسے ایک انفرادی فعل کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے جس کا کوئی خاص اثر مرتب نہیں ہوتا۔ اسلام کے اس اعلےٰ منظم اصول کی اب اس درجہ تذلیل ہوگئی ہے کہ رجب کا مہینہ آنے سے پہلے ہی ہزاروں پیشہ ور گداگر ملک میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اگرچہ وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ محنت کر کے اپنا پیٹ پال سکیں۔ لیکن وہ لوگ دربدر پھر کر زکوٰۃ کا روپیہ اپنی ذات کے لئے لوگوں سے حاصل کر لیتے ہیں۔ اور اس طرح نیکی کے بھیس میں مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور یہ وہ صورت حال ہے کہ اسلام کبھی اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ زکوٰۃ کا اصول اسلام نے اس لئے قائم کیا تھا کہ اس کی بدولت قوم کی بہبود متصور ہو سکے نہ کہ قوم کا کثیر حصہ گداگری کا پیشہ اختیار کر لے۔

مسلمان اصحاب عموماً ماہ رجب میں اپنے اموال پر زکوٰۃ نکالا کرتے ہیں۔ اگر زکوٰۃ کی رقم باقاعدہ جمع کی جائے تو ہماری بہت سی قومی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی پر قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زور دیا ہے اور قرآن مجید نے آٹھ مدات بیان فرمائی ہیں جن کے ماتحت زکوٰۃ کے روپیہ کو خرچ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کا ارشاد یہ ہے:۔

صدقات مخصوص ہیں صرف غربا، حاجتمندوں اور محصلین زکوٰۃ کے لئے۔ اور ان لوگوں کے لئے جن کی تالیف قلب مقصود ہو۔ اور قیدیوں کا فدیہ دینے کے لئے، یا قرضداروں کا قرض ادا کرنے کے لئے۔ اور فی سبیل اللہ۔ اور مسافروں کے لئے۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اور اللہ بہت علیم اور حکیم ہے۔

ان آٹھ مدات میں سے جن کے ماتحت زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کیا جا سکتا ہے، ایک مد محصلین زکوٰۃ کی تنخواہ بھی ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی رو سے زکوٰۃ کا روپیہ بیت المال میں جمع ہونا چاہیئے - اور کلام الٰہی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے ۳/۸ یعنی تیسری، چوتھی اور ساتویں مدات تبلیغ و اشاعت اسلام میں صرف ہونا چاہیئے - اور دشمنوں سے حفاظت کے کاموں میں - اور اس عریضہ میں ہم آپ کی توجہ خصوصیت کے ساتھ اسی امر کی طرف منعطف کرنا چاہتے ہیں - تبلیغ اسلام، آج دنیائے اسلام کی سب سے بڑی قومی ضرورت ہے - یہ امر نہایت افسوسناک ہے کہ معاندین اسلام اور خصوصاً مسیحی مشنری آئے دن مقدس مذہب اسلام کے خلاف زہر چکانیاں اور غلط بیانیاں کرتے رہتے ہیں اور ہماری نظروں کے سامنے آنحضرت صلعم کی شان میں گستاخیوں کے مرتکب ہوتے ہیں - اندریں حالات ضرورت اس امر کی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کا بڑا حصہ، مغرب میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت پر صرف کیا جائے تاکہ وہاں کے لوگ اسلام کی صحیح تصویر دیکھ سکیں - آج دنیا میں بہت سے لوگ اسلام کی صداقت کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہیں - اور اگر ہمارے پاس اسلامی لٹریچر مفت تقسیم کرنے کے لئے کافی روپیہ ہو تو بہت قلیل مدت میں حیرت انگیز نتائج پیدا ہو سکتے ہیں - آج ساری دنیا اسلام کے آبحیات کی پیاسی نظر آتی ہے اس لئے اشد ضرورت ہے کہ مسلمان اسلام کا پیغام چار دانگ عالم میں کثرت کے ساتھ پھیلا دیں - اور یہ بات بہت آسان ہے - اگر مسلمان بھائی اس فریضہ کی اہمیت کا احساس کریں اور اس کی ادائیگی کے وقت قرآنی احکام کو ملحوظ رکھیں - یعنی اس روپیہ کو تبلیغ و اشاعت اسلام کے سرمایہ کی مضبوطی کے لئے صرف کریں -

---

حضرات یہ حقیقت محتاج بیان نہیں ہے کہ ووکنگ واقع انگلستان میں ہمارے تبلیغی مشن کو اس قدر کامیابی ہوئی ہے کہ آج تک تبلیغ اسلام کے لئے جس قدر تحریکیں موجودہ صدی میں جاری کی گئی ہیں کسی کو نہیں ہوئی - اور جسقدر سیاسی جد و جہد ہمنے کی دوسروں نے انہیں بہت کچھ نقصان پہنچایا ہے - یورپ میں تبلیغ اسلام کا بہترین طریق یہ ہے کہ مذہبی لٹریچر کثرت کے ساتھ ملکوں میں پھیلایا جائے - اور اس باب میں ہمیں نہایت شاندار کامیابی حاصل ہوئی ہے -

---

اسی لئے ہمیں یہ جرأت ہوئی کہ آپ کی زکوٰۃ پر ووکنگ مسلم مشن انگلینڈ کے حقوق آپ کے سامنے پیش کریں۔ اور ہم بلاخوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مشن مغرب میں تبلیغ اسلام کا کام سب سے بڑے پیمانہ پر انجام دے رہا ہے۔ اور اس نے اب تک نہایت مفید اور تسلی بخش مذہبی لٹریچر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ انگلستان ۔ امریکہ ۔ افریقہ ۔ چین ۔ جاپان ۔ اور دیگر ممالک عالم میں رسالہ "اسلامک ریویو" ہزاروں کی تعداد میں مفت بھیجا جا رہا ہے ۔ اور ہر سال ہزاروں ٹریکٹ اور رسالے اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں مفت شائع کئے جاتے ہیں ۔ اور اب تک تمام دنیا میں اسلامی لٹریچر کی اشاعت کے لئے یہ مشن مغرب میں کئی مرکز قائم کر چکا ہے ۔ اس کے مشنری نہایت باقاعدگی کے ساتھ انگلستان میں تبلیغ اسلام کا فرض انجام دے رہے ہیں ۔

لہذا ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ جب آپ قرآنی احکام کی بجا آوری میں زکوٰۃ کا روپیہ نکالیں تو اس رقم کا ایک معتدبہ حصہ تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے مخصوص فرمائیں اور اپنی رقم، نیز اپنے اعزا و اقربا اور احباب کی رقم ووکنگ مشن کو ارسال فرمائیں ۔ تاکہ تبلیغ اسلام کا کام پوری سرگرمی کے ساتھ جاری رہ سکے ۔ اگر ہماری یہ درخواست جو سرتاپا، قرآنی ارشادات پر مبنی ہے، آپ کی نظر میں مقبول ہو تو براہ کرم ذکوٰۃ کا تمام روپیہ جس قدر آپ پسند کریں بنام صاحب آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور ۔ کے پتہ پر ارسال فرمائیں ۔

والسلام ۔ آپ کا مخلص

خواجہ عبد الغنی

سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

(عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور)

(یکم ستمبر ۱۹۳۸ء)

اگر جاپان اسلام قبول کرلے؟

جاپان کے دارالخلافہ ٹوکیو میں اولین مسجد کی افتتاحی تقریب کی جو روئداد شائع ہوئی ہے اسے آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ روئداد پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپان میں اسلام کو قومی مذہب بنانے کی ایک واضح اور قوی تحریک جڑ پکڑ رہی ہے۔

خود اس موقعہ پر شہنشاہ جاپان شاہ میکاڈو نے تمام مذاہب کی مکمل نشو ونما سے متعلق جو بیان دیا اور پھر حکام اعلیٰ نے اس کی جس انداز میں تعریف کی اس سے یہ اچھی طرح اندازہ ہو سکتا ہے کہ جاپان اسلام کے لئے کس طرح چشم براہ ہے۔ اس چیز کا اعلان کر دیا گیا ہے کہ اس وقت تک جب تک کہ اسلام جاپان کے قومی مفاد سے نہیں ٹکراتا یا جب تک کہ جاپانیوں کی قومیت میں تبدیلی کا باعث نہیں بنتا اس وقت تک جاپانی قرآنی پیغام کے خیر مقدم کے لئے تیار ہیں۔

جاپان کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ اس طرح بر سر عام اسلام کے خیر مقدم کا اعلان کیا گیا ہے۔ اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ خیر مقدم کی صدا وہاں بلند ہو رہی ہے جن کے ہاتھوں میں جاپان کی حکومت ہے اس ساری تفصیل کا لازمی نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ ٹوکیو کی مسجد کے افتتاح کو بہت کافی اہمیت دی جائے اس صورت میں یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ آیا جاپان سنجیدگی سے اسلام کو اپنا قومی مذہب بنانے کے مسئلہ پر غور کر رہا ہے؟

اس سوال کا جواب اثبات میں دینے کے بہت کافی اور وزنی وجوہ ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ بہت سال ہوئے جاپان نے واقعتاً اس بات کا اعلان کر دیا کہ وہ کوئی دوسرا مذہب اختیار کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلہ میں اس نے تمام مذاہب والوں سے اس انتخاب میں امداد کی درخواست کی۔ اس چیز سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ سعودی نمائندے نے اپنی تقریر میں یہ امید ظاہر کی کہ اسلام جاپان میں ایک انقلاب پیدا کر دے گا۔ اللہ کے فضل وکرم سے ہر قسم کے اوہام کا خاتمہ کر دیا جائے گا اور جاپان تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام کے علمبردار اور اس کے حقوق کے محافظ کی حیثیت اختیار کر لے گا۔

فلسطین کے نمائندے نے یہ پیشینگوئی کی کہ مشرق قریب اور فلسطین میں جو اضطراب اور بے امنی

پھیل رہی ہے۔ جاپان کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوگا۔ انہوں نے دعا کی کہ یہ مسجد جاپان کی تطہیر کا ذریعہ ثابت ہوگی اور قرآن حکیم کی یہ پیشینگوئی پوری ہوگی کہ جب ایک قوم اسلام کے جھنڈے کے بلند رکھنے کے ناقابل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی جگہ ایک دوسری قوی قوم کو چن لیتا ہے۔ انہوں نے یہ دعا بھی کی کہ اللہ کرے اسلام کے دوبارہ عروج پکڑنے اور نئی زندگی پانے میں جاپان آگے آئے۔ (ماخوذ)

ہم دوسروں کی نظروں میں

اسلامی مشن کی سرگرمیوں پر عیسائی پریس کی تنقید پڑھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔ ہمیں جے۔ ڈبلیو سو یٹمین کی طرف سے تنبیہ کی گئی ہے۔ "مسلم مبلغین کا یہ صاف اور واضح مقصد ہے کہ وہ عیسائی سرگرمیوں کا مقابلہ کریں۔" لندن میں نئی مساجد بنائی جا رہی ہیں۔ ووکنگ کی سب سے پہلی مسجد کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ خاص طور پر بہت زیادہ سرگرمی کا اظہار کر رہی ہے اور "اسلامک ریویو" کے مطابق مسلمانوں کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن حکیم کو مغرب میں وہی زندہ اور عملی ہدایت نامہ کی صورت دے دیں جو اسے مشرق میں حاصل ہے۔"

ہمیں اس موقعہ پر ایک دیر سے بھولے ہوئے شاعر کے یہ الفاظ یاد آتے ہیں:۔

" ووکنگ میں ایک اسلامی مسجد عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے۔ اور برطانوی سائنس کو مشن عجیب نظر آتے ہیں۔ بہت زیادہ اشتعال دلانے والے!

ان بے چارہ ہندوستانیوں کو دیکھو۔ اب انہیں اپنی دلچسپی کا سامان مل گیا ہے۔ یہ ہندوستانی ہم پر رحم کھاتے ہیں۔ اور ہمیں ہمارے مذہب سے برگشتہ کرنے کی دعائیں کرتے ہیں۔"

("فری تھنکر")

اسلام اور اس کے قوانین و ضوابط

از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی اے

(بسلسلہ گزشتہ جلد ۲۴ - نمبر ۸ صفحہ ۳۵۲)

اسلامی عقیدہ کا تیسرا جزو کتب الٰہیہ پر ایمان ہے۔ یہ ہمارے اپنے سماجی معاملات میں اس عام ذہنیت کے استعمال کو ایک قسم کا چیلنج ہے جسکی بنیاد انسانی دماغ کے جذبۂ خود اعتمادی پر رکھی گئی ہے۔ اسلام کے نقطۂ نگاہ سے انسان کا دماغ محض ان قوانین کو سمجھ سکتا ہے جن کے ماتحت دُنیا کا مادی نظام ہے لیکن یہ ان قوانین کو سمجھنے سے قطعاً قاصر ہے جن کے ماتحت انسان کے جذبات اور آرزوئیں ہیں۔ ان قوانین کا علم، انسان کے دماغ سے، کسی ماورائی مقام سے آتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ انسان کے دماغ میں اللہ کے ہاں سے نازل ہوتا ہے۔ بارش کے ترشح کی طرح ہم الہام کے ذریعہ اس ہدایت کو پاتے ہیں جو نہ صرف اپنی مسلسل اور ترقی پذیر اخلاقی زندگی کے لئے بلکہ اس حی و قیوم اور غیر فانی عنصر پر جو انسان کی کوششوں اور سرگرمیوں میں حرارت کا باعث ہے، زندہ ایمان رکھنے کے سلسلہ میں بھی وحی الٰہی ہماری رہنمائی کرتی ہے اس طرح یہ ایمان اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ انسان کی اخلاقی زندگی کے لئے الہام ضروری ہے اور اس کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے کہ مختلف قوموں کے لئے اخلاقی تربیت بہت زیادہ جلد ترقی نہیں پالیتی۔ بلکہ یہ ان ملہم من اللہ پیغمبروں کی سالہا سال کی محنت کا نتیجہ ہے جو ان قوموں میں وقتاً فوقتاً مبعوث ہوتے رہے۔ کسی قوم کے اخلاقی مسئلہ پر پہنچنے سے پہلے ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ان معلوم و غیر معلوم انبیا علیہم السلام کی خدمات کا اعتراف کریں، اور اس اللہ کا شکر ادا کریں، جس نے انہیں مبعوث فرمایا۔ قرآن حکیم کے الفاظ ہیں:۔ "اس چیز پر ایمان لاؤ جو تم پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو تم سے پہلے انبیا پر نازل ہوئی۔"

"جو تم پر اتاری گئی"، کے الفاظ ذکر کر کے قرآن حکیم اس وحی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو خاص طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس لئے قرآن حکیم کو وحی کی صورت اس عظیم الشان عمارت کی آخری اینٹ کی ہے جس کی بنیاد سب سے پہلے با اخلاق انسان نے رکھی۔ اور جس کی تعمیر کا کام آہستہ آہستہ

اس عقیدہ کو اسلامی عقائد میں تیسرا درجہ حاصل ہے۔

اسلامی عقیدہ کا چوتھا جزو ایمان بالآخرۃ ہے۔ یہ عقیدہ دنیا کے تمام مذاہب میں مشترک ہے لیکن اسلامی عقیدہ اور دوسرے مذاہب میں اتنا فرق ضرور ہے کہ اسلام میں موت کے بعد روحانی زندگی ہوگی۔ اس کی ابتدا ہر شخص میں اخلاقی افعال کی وجہ سے پہلے ہی سے تیار کر دی جاتی ہے۔

انسان کے ظاہری جسم کے اندر ایک روحانی جسم پوشیدہ ہوتا ہے جس پر ظاہری جسم اس طرح حاوی ہے جس طرح ماں کی گود بچہ کو اپنے حلقے میں لئے ہوتی ہے۔ موت پر یہ جسم ایک ایسی دنیا میں پہنچے گا جہاں کا نظام مکمل طور پر روحانی ہوگا۔ اور ایسی صورت اس مادی دنیا میں نہیں ہے کہ یہاں روحانی اصول و ضوابط مخفی طور پر غیر اصل اور جھوٹی باتوں کے خلاف اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور اگر اس دنیا میں انسان اپنے مخفی روحانی جسم کی اچھی تربیت کرے تو یہ بدن کی قید سے چھوٹتے ہی، دوسری دنیا میں پہنچکر اپنے طریق پر اصلی ترقی پالیتا ہے۔ اور اس کا نام جنت کی زندگی ہے۔ اور اگر اس دنیا میں روحانی جسم کی تربیت میں غفلت برتی جائے اور اس کا نظام خراب ہوجائے تو موت کے بعد اسے ان تمام آلائشوں سے پاک کرنے کے لئے ہسپتال میں داخل کیا جائے گا۔ یہ روحانی نظام جسکے ذریعہ گنہگار انسان کو گناہوں کی آلائشوں سے پاک کیا جائیگا۔ وہ دوزخ کی زندگی ہے۔ یہ کسی معنوں میں جابرانہ سزا نہیں ہو بلکہ خود مہربان خدا نے یہ ایک گناہوں اور عیبوں سے پاک کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اسلام میں گناہوں کے بدلے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہنے کا کوئی نظریہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسلام کہیں انسان کو ابدی لعنتی قرار دیتا ہے۔ اور نہ ہی اس میں کسی سستے داموں حاصل کی جانے والی اور بعید از قیاس نجات کا کوئی تصور موجود ہے۔ اسلام میں نجات علی الترتیب ترقی کا نام ہے جو کہ جوہر کو بہتر بنانے کے سلسلہ میں کی جاتی ہے اور جسکے ترقی پذیر مدارج ہر فرد اس دنیا میں طے کرتا ہے۔ البتہ جنت اور دوزخ کی زندگی کا مزا جو اسے موت کے بعد حاصل ہونے والی ہے اس دنیاوی زندگی میں چکھا دیا جاتا ہے۔ تاکہ اس پر اس کے بہتر اعمال صالحہ کی خوبی واضح کردی جائے۔ یہاں یہ بھی ذہن نشین کر لیا جائے کہ اسلام گناہ کو انسان کی فطرت کا اصل محرک قرار نہیں دیتا۔ لازمی طور پر ہر وہ شخص جو اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے فطرتاً نیک ہے اور اس میں اللہ تعالےٰ کے احکام کی اتباع کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اور وہ اسی سے قریب کرنے والی راہ پر گامزن ہونے کا اہل ہوتا ہے۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے :۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۔ ہم نے انسان کو بہتر صورت پر پیدا کیا ہے" رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں "کل مولود یولد علی الفطرۃ" ہر نومولود فطرۃ صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے" بلا شبہ گناہ کی رغبت اس میں موجود ہوتی ہے اور یہاں ایسے اتفاقی حالات بھی ہوتے ہیں جو اس کو غلط راستے پر لے جاتے ہیں ۔ لیکن چونکہ گناہ کا جذبہ انسان کے دل میں موجود ہوتا ہے ہم اس سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ انسان پیدائشی طور پر گنہگار ہے ۔ یہ تو اس قسم کا طریق استدلال ہوا کہ کہا جائے کہ چونکہ انسان بیمار ہونے کی اہلیت رکھتا ہے اور بیمار ہوتا ہے ۔ اس لئے انسانی جسم کی فطرت بیماری ہے جس طرح انسان جسمانی صحت کے برقرار رکھنے کے قوانین جانتے اور ضروری احتیاط کرنے پر مستقل طور پر صحت مند اور تندرست رہ سکتا ہے ۔ اسی طرح انسان خدا کا علم اور اپنی روح کو پاک رکھنے سے مستقل طور پر نیک اور متقی بن سکتا ہے ۔ بیماری کی طرح گناہ بھی غفلت کا نتیجہ ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ جس طرح جسمانی دنیا میں بیماری سے نجات حاصل کرنے کے چند ذرائع ہیں خواہ یہ بیماری غفلت کا نتیجہ ہو یا کسی اور چیز کا یہ ذرائع بیرونی بھی ہیں اور اندرونی بھی اور خود قدرت نے ان کو مہیا کر رکھا ہے ۔ ان کے وسیلہ سے انسان ان مصائب سے چھٹکارا پاسکتا ہے جو بیماری کا نتیجہ ہوتے ہیں ۔ ٹھیک اسی طرح حتیٰ کہ اگر انسان گناہ کا شکار ہو جائے ، یہاں چند ایسے روحانی ذرائع بھی ہیں جو انسان کی روح کو اصل حالت پر لے آتے ہیں ۔ اسلام نے اس سلسلہ میں وہی طریقے اختیار کئے ہیں جنھیں میں اوپر بیان کر چکا ہوں اور ان سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنی روحانی صحت یا زندگی کا خیال اسی دنیا اور اس موجودہ زندگی میں کرے ۔

اسلام آواگون کے امکان کو تسلیم نہیں کرتا ۔ اس کے بجائے اسلام کا نظریہ ہے کہ انسان کا روحانی سفر اس درجہ طویل ہوگا کہ وہ اس دنیا میں ایک بار بھی لوٹنے کی فرصت نہیں پائے گا ۔ اس مضمون سے متعلق اس استدلال کے علاوہ اور بھی بہت سے قدرتی شواہد موجود ہیں اور کوئی زندگی بھی اپنی وسعت و کشادگی کی صورت میں کسی درجہ کو دوبارا اختیار نہیں کرتی ۔ البتہ اس چیز کا وجود ضرور ہے کہ انسان کی ترقی عارضی طور پر روک دی جائے اور اس توقف کے زمانہ میں وہ اپنی کمزوریوں کی اصلاح کر سکے ۔ اور اسلام کا دوزخ کی زندگی کا نظریہ بھی اسی طبیعت جسمانی کے منظر سے ملتی جلتی ہے ۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر ایک شخص قوانین صحت کی خلاف ورزی کرتا ہوا پایا جائے تو اسے دوبارہ بچپن کی زندگی کی طرف نہیں لوٹا دیا جاتا ۔ وہ بہت شدید قسم کا بیمار ہو سکتا ہے ۔ وہ بیماری کے باعث بچہ سا مجبور محض بن سکتا

ہے مگر وہ حقیقت میں سچ نہیں بن جاتا۔ وہ ایک مدت کے لئے آگے بڑھنے سے رک جاتا ہے اور ضروری تکلیف اٹھا لینے کے بعد پھر اپنے قوٰی کو مضبوط کر لیتا ہے۔ اور اسی نقطہ سے زندگی کا سفر پھر شروع کر دیتا ہے۔ جہاں سے انقطاع واقع ہوا تھا۔

اس موضوع سے ملتا جلتا بُرائی اور مصیبت کا مسئلہ ہے۔ یورپ کے بعض نئے مذہبی گروہوں کی طرح اسلام اس چیز کا قائل نہیں کہ بُرائی موجود نہیں ہے۔ البتہ اس کا خیال ہے کہ انسان کے لئے موجب تکلیف ہونے کے اعتبار سے دُنیا میں کوئی چیز بھی پیدائشی بُری نہیں ہے۔ انسانی زندگی جس نظام کی تابع ہے۔ اگر انسان اس کے تمام قوانین کا علم حاصل کر لے تو اس صورت میں اس دُنیا میں بُرائی کی قسم کی کوئی چیز موجود نہ رہے طبی نقطہ نگاہ سے اگر مہلک زہر صحیح اصول پر استعمال کیا جائے تو یہ صحت کے لئے حیرت انگیز طریق پر مفید ثابت ہوتا ہے۔ دوسری طرف مناسب احتیاط نہ کرنے پر بہت زیادہ پاکیزہ اور عام طور پر مفید چیز بہت بڑی خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ جو کیفیت طبی اصولوں کی ہے، یہی اخلاقی نظام کی ہے۔ انسان کا کوئی جذبہ اور آرزو اپنے طور پر بُری نہیں ہے بلکہ شاید وہی جذبات اور خواہشات جنھیں عام طور پر بُرا سمجھا جاتا ہے انسان کی روحانی زندگی کے لئے بہت کارآمد اور مفید ثابت ہوتی ہیں۔ دو اہم مثالیں ملاحظہ ہوں۔ یہی جسے طمع کہا جاتا ہے یہ حقیقت میں اکتساب و تحصیل کے لئے فطرت انسانی کی بنیادی خواہش ہے۔ یہ تو اس احساس کی منقلب اور پست درجہ کی صورت ہے جبکہ وہ طمع بن جاتا ہے۔ اگر اس کی مناسب احتیاط اور اصلاح کی جائے تو یہ انسان کی ترقی پذیر زندگی کا اصل اصول ہے۔ اس طرح خواہش جنسی جو بہت دنوں تک احمق مذہبی رہنماؤں کے نزدیک ناقابل التفات گناہ بنی رہی اب اس دور میں ہمارے تمدن اور تہذیب کا اصل اصول ثابت ہوئی ہے۔ یہی کیفیت انسان کی دوسری خواہشات کی ہے۔ یہ ان کا غلط استعمال ہے کہ جو انہیں کریہہ المنظر اور بُرائی کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اگر انہیں صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو یہی انسان کی ہر بھلائی کا واحد سبب ہیں مذہب کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ وہ انسان میں یہ صلاحیت پیدا کر دے کہ وہ اپنی خواہشات و جذبات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکے۔

تکلیف اور دکھ کے بارے میں بھی اسلام کا اسی قسم کا جرأت بخش رویہ ہے۔ خواہ بُزدل کو انسانی مصیبت کس درجہ پریشان کن اور خطرناک کیوں نہ معلوم ہو لیکن اسلام جانتا ہے کہ اس وجہ سے رکاوٹ محض سطحی حیثیت رکھتی ہے لیکن حقیقت میں یہ انسان کی ترقی پذیر زندگی میں ایک بہت بڑی محرک ہوتی ہے۔

جسمانی اعتبار سے مثال کے طور پر یہ تکالیف اور مصائب کی موجودگی اور ان پر غلبہ پانے کی کوشش ہی تو تہذیب و تمدن کا نام پاتی ہے۔ اخلاقی اعتبار سے بھی آپ کسی انسانی خواہش اور عمل کا اس وقت تک تصور نہیں کر سکتے جب تک کہ مصائب اور تکالیف کا تصور نہ کرلیں اور روحانی نقطۂ نگاہ سے انسان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک مصیبت اور تکلیف برداشت نہ کرلے۔ روح صرف تکلیف اٹھانے سے ہی ہنر مند اور دانا بنتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ تکلیف اور دکھ، برائی کو اللہ کی لعنت ہی سمجھی جائے۔ اور میں تو یہ کہوں گا کہ یہ کبھی برائی نہیں ہوتی۔ حتی کہ جب یہ کسی گنہگار پر اس کے اعمال و افعال کی پاداش میں نازل ہو تو اس صورت میں بھی یہ مبارک ہے کہ اس سے عبرت اور موعظت حاصل ہوتی ہے۔ اور جب اس طرح مصیبت اور تکلیف کا مقصد اصلاح، صفائی اور عبرت و موعظت ہو۔ اس لئے اسلام اسے اللہ کی رحمت منفیہ قرار دینے اور اسے اللہ کی لعنت تسلیم کرنے میں حق بجانب ہے اور اسے رحیم و کریم اور عادل اللہ کے عدل و رحم کے منافی نہیں سمجھتا۔ موروثی تکالیف کے متعلق بھی یہ تسلیم کیا جا چکا ہے کہ دوسرے پیدائشی امراض کی طرح رفع کی جا سکتی ہیں۔ صرف وقت اور توجہ درکار ہے۔

ہم عدم مساوات کے مسئلہ کو بھی آسانی کے ساتھ حل کر سکتے ہیں۔ ایک دفعہ یہ تسلیم کر لیجئے کہ عدم حصول مواقعہ کے وقت دنیا کے بعض آدمی قابو اور غلبہ پا چکے ہیں تو آپ کو اس مسئلہ کی عدم صداقت بھی بلا کسی تردد کے معلوم ہو جائے گی۔ اور آپ کا دل خود اس بات کی شہادت دے گا کہ بڑے آدمیوں کی بڑائی کی اصل ذمہ داران کی تکلیف سے پُر ابتدائی زندگی تھی۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ مبتدیوں کے راستہ میں کوئی غیر مناسب تکالیف رکاوٹ نہیں بنیں اور نہ ہی اس کے یہ معنے ہیں کہ گناہوں پر قائم رہا جائے یا ان میں اضافہ کر دیا جائے۔ اسلام کا نظریہ یہ نہیں ہے۔ اسلام بُرے خیالات و رجحانات کی موجودگی کو تسلیم کرتا ہے مگر ان کی مزاحمت کو بھی ضروری سمجھتا ہے۔ اور اگر ان تکالیف و مصائب کے نزول پر کوئی شخص یہ سمجھے کہ یہ اس کے کسی سابقہ گناہ کی سزا ہے اور اس کا کفارہ ہے تو اس صورت میں وہ ان کے ازالہ کی کوشش کے ناقابل ہو جائے گا۔ کہ انسانی نفسیات کچھ اسی قسم کی ہے۔

عظیم الشان اتحاد

(مسٹر اے - کریم)

وہ عظیم الشان اتحاد جو عید کے موقعہ پر مشاہدہ میں آتا ہے تاریخ عالم اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ انسان قیام اتحاد کے لئے انتہائی کوششیں کرتا ہے لیکن اس کی تمام کوششیں عارضی اور ناپائدار ثابت ہوتی ہیں۔ انسانی کوششیں ناپائداری میں موسم سرما کے شبنم کے قطروں کی مانند ہیں، جہاں دھوپ نکلی اور غائب۔ جو اتحاد انسانی کوششوں سے قائم ہوتا ہے، اس سے قلبی تاثرات یا سود مند نتائج نہیں پیدا ہوتے اور نہ زندگی کے عوارض و جانکاہ مصائب کے احساس کا صحیح مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس "عظیم الشان اتحاد" جو انسان کا پیدا کردہ نہیں ہر لحاظ سے مکمل اور اکمل ہے۔ اس کی یاد دل کے آئینہ پر ایک گہرا نقش چھوڑ جاتی ہے۔ اور اس کی تصویر ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتی۔ اے انسانو! تباہی کے گرداب سے بچو۔ اور یقین جانو کہ "یہ عظیم الشان اتحاد" ایک مشعل ہدایت ہے جو ہمیں ابدی ظلمت سے نکالکر سرمدی رشد و ہدایت کی جانب لے جا رہی ہے۔ اور وہ رشد و ہدایت کا نور کیا ہی یہ وہی روشنی ہے جسکے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔

عید کی شان

عظیم الشان اتحاد کا سالانہ اجلاس جو عید کے دن منعقد ہوتا ہے دو اہم خصوصیات کا حامل ہے یعنی حسن و صداقت۔

حسن کا اظہار، دل، دماغ، اور جسم سے ہوتا ہے۔ ایک انگریز شاعر نے حسن کو دائمی مسرت کا باعث قرار دیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں بہترین حسن و جمال کا منظر عیدگاہ ہے۔ جہاں بے شمار فرزندان توحید زرق برق لباسوں میں ملبوس ایک واحد حقیقی کے آگے سربسجود ہوتے ہیں۔ دنیائے اسلام کی ہر عیدگاہ کا منظر ہزار دلفریبیاں اور گرویدگیاں رکھتا ہے۔ یوم عید وہ دن ہے کہ جو امیر و غریب، خادم و مخدوم آقا و غلام، بیمار و تندرست، شاب و شیب، متین و غیر متین، ابیض و اسود کو ایک ہی صف میں لے آتا ہے اور تمام نسلی اور لونی امتیازات یکسر دور کر دیئے جاتے ہیں۔ ہمدردی و اخوت کا مظاہرہ اس سے

بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔ نفرت، رشک و حسد ایسے رکیک جذبات نہیں پیدا ہونے پاتے۔ نماز سے فراغت کے بعد ہر شخص بلا امتیاز مراتب ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر محبت و اخلاص کا زندہ ثبوت پیش کرتا ہے پھر فطرانہ عید کی تقسیم صحیح معنے میں اخوت کی آئینہ دار ہے۔ کیونکہ اس طریق عمل سے غربا و مساکین بھی اس دن فکرات سے آزاد ہو کر امراء کے پہلو بہ پہلو اس شادمانی کی تقریب میں شریک ہوتے رہیں۔ یہی نہیں بلکہ عید سے فراغت کے بعد دعوت احباب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور ان دعوتوں میں ایک ہی دسترخوان پر بیٹھکر طعام تناول کیا جاتا ہے۔ عید کے دن کچھ قدرتی طور پر مسرت بیدا ہوتی ہے اور ہر چیز میں ایک خاص شان رعنائی نظر آتی ہے۔ دھوپ، پرندوں کے چہچہے، نسیم سحر کے جھونکے مژدۂ جاں بخش سناتے معلوم ہوتے ہیں۔ پھول کی کلیوں کو کھلتا دیکھ کر دل کے کنول بھی کھل جاتے ہیں۔ آسمان کی نیلی چھت سے بھانت بھانت کے رنگ ظاہر ہوتے ہیں۔ فضائے آسمانی میں کچھ ایسا دلکش تغیر رونما ہو جاتا ہے۔ کہ ہر چیز ایک نئے سانچہ میں ڈھلی نظر آتی ہے۔ ہر سمت شادمانی ہی شادمانی کا نقشہ سامنے آتا ہے۔

ایک خصوصیت یعنی "حسن" کا مذکور تو سطور بالا میں آچکا۔ اب رہی "صداقت" اس کا ثبوت قبرستان میں امراء اور غربا کی قبور کی وسعت اور ہیئت کذائی ہے۔ ایک ہی قانون قدرت کے ماتحت یہ خفتگان گور غریباں عدم کی نیند سو رہے ہیں۔ اور کوئی امتیازی خصوصیت نظر نہیں آتی۔ جو قانون حیات میں تھا وہی بعد از ممات ہے۔ ذرہ بھر فرق نہیں ہوا۔

اللہ احکم الحاکمین

جب ہم غور کرتے ہیں کہ اس نظام عالم میں اتحاد کا قیام اس رب العالمین کی حکمت کاملہ کا شرمندۂ احسان ہے۔ تو ہماری جبین نیاز اس کی بارگاہ احدیت مآب کے آستانہ پر سجدہ ریز ہوتی ہے اور اس کی تحمید و تسبیح میں ہمارے لب متحرک ہوتے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین کا کامل تصور ہمارے ذہن میں آجاتا ہے۔ کائنات عالم میں ہمیں کیا نظر آتا ہے، یہی کہ دنیا کا کارخانہ غیر مربوط ہے اور اس میں کوئی نظام، ترتیب، سلیقہ نہیں۔ نیرنگی زمانہ کے اتار چڑھاؤ نے اس میں بے شمار تغیرات پیدا کر دئیے ہیں لیکن ان تمام بے ربطگیوں، بے قاعدگیوں اور بدعنوانیوں کے باوجود وہ ذات احد اپنے بندوں کو صراط مستقیم کی جانب رہنموں ہے۔ نہایت امن سکون اور سرعت سے ان کے اندر ایک عظیم الشان اتحاد کی روح لہر کی طرح دوڑ جاتی ہے جو پرخلوص اور متدین مسلمان ہیں وہ اس سرمدی نعمت کو نہایت پختگی

سے حرزِ جان کئے ہوئے ہیں ۔ اور امن و امان کی زندگی بسر کر رہے ہیں ۔

انسان فطرۃً مذہبی واقع ہوا ہے ۔ وہ ہر معاملہ میں خداوند تعالےٰ کے فضل و کرم کا جویا ہوتا ہے دیگر مذاہب کی طرح اسلام نے یہ تعلیم نہیں دی کہ خدا کا غضب کسی زندہ انسان کی بھینٹ چڑھانے سے فرو ہوگا ۔ اسلام کا خدا خالق ہے ، رب العالمین ہے ۔ اس کی صفت رحمانیت ہماری تمام ضروریات کی کفالت کرتی ہے ۔ وہ ہمارے اعمالِ حسنہ کا سوگنا اجر دیتا ہے ۔ اس کو کسی واسطی کی ضرورت نہیں ۔ وہ اپنے بندوں کو ادعونی استجب لکم کا امید افزا پیغام سناتا ہے ۔ بلا سزا دیئے گنہگار کے گناہوں کو بھی معاف کر سکتا ہے وہ غفور الرحیم ہے ۔ اگر خلوص نیت سے دعا کی جائے تو وہ فوراً قبول کر لیتا ہے ۔ شیطان کی شیطنت اور طاغوتی وساوس سے بچنے کے لئے آیت ذیل میں انتباہ ہے ۔ یا ایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطان ۔ انہ لکم عدو مبین ط (ترجمہ) اے لوگو اس سے جو زمین میں ہے ۔ حلال اور پاکیزہ کھاؤ ۔ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو ۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ۔ (البقرہ آیت ۱۶۸)

ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کو سیاسی ، اقتصادی اور معاشرتی مسائل سے خائف نہیں ہونا چاہئے مسلمان ایک "عظیم الشان اتحاد" کے ارکین خصوصی ہیں ۔ ان میں اخوت ، اخلاص اور قربانی کا مادہ موجود ہے ۔ جوشِ ایمانی کے ماتحت مسلمان تمام عالم کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو سکتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ ان کو ہر میدان میں فتح و نصرت عطا کرے گا ۔ اور معاندین اسلام رشک و حسد کی آگ میں بھنینگے ۔ یہ ان لوگوں کے لئے ایک سبق ہے جو آج اپنی علمی نا اہلیت کے باوجود اپنے جداگانہ پیغامات اتحاد کا اعلان کر رہے ہیں اور دل میں مسلمانانِ ہند کو غلامی کی قید سے آزاد کرانے کا خواہش مند ہے ۔ افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان اسلامی تعلیم کو بھول گئے ۔ اسلام کی تعلیم کا اصل اصول امتیازات کا دور کرنا ہے ۔ فرق کا مٹانا اور امن کا قیام ہے ۔ اخوت اسلامی تمام مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرونا چاہتی ہے ۔ اقبال نے کیا خوب اس خیال کو نظم کیا ہے

پیشِ قرآں بندہ و مولےٰ یکیست

بوریا و مسند و دیبا یکیست

قرآن کے نزدیک آقا و غلام برابر درجہ رکھتے ہیں ۔ چٹائی اور ریشمی گدا ۔ ایک مسلمان کی نگاہ میں فرق نہیں رکھتے ۔

معتزلین حکمائے اسلام

اصولِ عدل و توحید

قرآن کریم اور فلسفہ میں تطابق

(از مسٹر شمس الہدیٰ)

لفظ اعتزال کے لغوی معنے علیحدگی ہیں۔ عرف عام میں یہ لفظ اس فرقہ کے لئے مخصوص ہے جس نے اسلام کے روایتی اصولوں سے تعرض کیا۔ یہ فرقہ اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے منقولات میں اس کا اعتقاد متزلزل ہو گیا۔ اس نے یہ کوشش کی کہ اسلام کے تمام اصولوں کو عقل و درایت کی کسوٹی پر پرکھے۔

اس تحریک پر ہلکی سی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اور سطور ذیل میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ فرقہ کس طرح وجود میں آیا۔

فرقہ جبریہ ایک عرصہ کے بعد ناپید ہو گیا۔ اور اس کے بجائے جبریوں نے اپنا نام صفاتی رکھ لیا صفاتی یہ مانتے تھے کہ خدا کی ذات میں بعض صفات ہیں یعنی علم طاقت۔ زندگی۔ ارادہ۔ سماعت بصارت کلام۔ جلال۔ خدا کی دائمی صفات ہیں۔ صفاتی عقیدۂ تقدیر کے بھی قائل تھے۔

جب واصل بن عطا جو خواجہ حسن بصریؒ کا ایک شاگرد تھا کسی مسئلہ پر اختلاف کی وجہ سے ان سے علیحدہ ہو گیا تو خواجہ حسن بصریؒ نے لفظ معتزلی سے اس کو یاد کیا اور اسی وقت سے یہ فرقہ، فرقہ معتزلہ کہلانے لگا۔

لہذا معلوم ہوا کہ فرقہ معتزلہ نے صفاتیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اس ضمن میں یاد رہے صفاتی صرف اسی صورت میں عقیدۂ تقدیر پر قائم رہ سکتے تھے کہ وہ بعض صفات الٰہیہ کو اس کی ذات سے علیحدہ مانیں۔ جو کچھ اللہ تعالےٰ کرتا ہے وہ عدل ہے۔ عقل نیک و بد میں خط فاصل قائم نہیں کر سکتی فرقہ معتزلہ نے استعمال عقل کی ضرورت کو اپنا نصب العین قرار دیا اور اعلان کیا کہ دماغ آزاد ہے

اس پر قیود عائد نہیں کی جاسکتیں - یقیناً یہ فطری تقاضا ہے کہ ایک حکیمانہ دماغ فوراً جبر و اختیار میں تناقض معلوم کرتا ہے - معتزلین نے تخیل عدل و انصاف کی بنا عقلی اصول پر رکھی -

انہوں نے ان تمام اصولوں کی تردید کی جو توحید الٰہی کے تخیل سے مختلف تھے - خداوند تعالےٰ کے عدل و انصاف کو معقولاتی رنگ میں پیش کرتے ہوئے انہوں نے انسان کو مدبر بالارادہ قرار دیا اور اپنا لقب اہل التوحید والعدل رکھا - توحید سے یہاں مراد وجود باری تعالےٰ اور عدل سے یہ نظریہ مراد ہے کہ خدا نے جبر و قدر کی قیود بالاوسط عائد کی ہیں - نہ کم نہ زیادہ -

بالفاظ دیگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ معتزلین دو خاص اصولوں پر کاربند تھے - وحدت اور عدل - یہ دونوں اصول کافی طور پر ان کے مقصد زندگی پر روشنی ڈالتے ہیں - معتزلین نے قدریوں کے اس عقیدہ کو لیا کہ انسان اپنے فعل پر مختار ہے - اس مسلک پر قائم رہتے ہوئے لازم تھا کہ وہ خدا کی تمام صفات کو سمجھیں اور ان پر تنقید کریں - تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ انسان کو افعال پر قدرت حاصل ہے اگر یہ نہ ثابت کیا جائے تو عدل خداوندی پر حملہ ہوتا ہے - خدا رحمن و رحیم ہے لیکن وہ گنہگاروں سے ضرور باز پرس کرے گا - علاوہ بریں اعمال کی جزا و سزا عین عقل کے مطابق ہے - لیکن جزا و سزا مقدر نہیں ورنہ خدا پر الزام آئے گا - یہاں تک ہم نے "عدل" پر مختصر بحث کی ہے

توحید

عقیدہ توحید سے خدا کی ذات کو صفات سے متمیز کیا جاتا ہے - واصل بن عطا کا اعلان ہے کہ جو خدا کی ذات سے کسی دائمی صفت کو منسوب کرتا ہے وہ دو خداؤں کا ثبوت دیتا ہے - اس کے معنے یہ ہیں کہ صفات جداگانہ خداؤں کا وجود ثابت کرتی ہیں - چنانچہ معتزلین نے ثابت کیا کہ فرقہ صفاتیہ جو خدا کی صفات کو اس کی ذات سے علیحدہ مانتا ہے شرک کا ثبوت دیتا ہے - در اصل صفات خدا کی ذات سے علیحدہ نہیں بلکہ اس کی ذات کے مختلف خواص ہیں - خدا اپنی ذات کے اعتبار سے علام الغیوب ہے - صفت کے اعتبار سے نہیں -

اس خیال کے ماتحت، اس فرقہ نے قرآن کریم کو مخلوق مانا اور سختی سے توحید وجودی کے عقیدہ پر کاربند ہو گئے - قرآن کریم کا قدیم تخیل مسیحی عقیدۂ کلام سے مشابہ و مماثل تھا - اب اگر ذات خدا ازلی اور قدیم ہو تو قدیم نظریہ منطقی بنا پر نہیں قائم رہ سکتا - کیونکہ اس طرح دو قدیم الذات وجود تسلیم کرنے پڑیں گے

اور خدا قادر نہیں ثابت ہوگا۔ معتزلین قدما کو اس طرح شکست دیا کرتے تھے۔

یہاں یہ بحث خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ کس طرح معتزلین مسئلہ تخلیق کو حل کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں تخلیق عالم بالزمان مذکور رہے۔ قدیم فرقہ کا عقیدہ ہے کہ عالم خدا کی منشا کا اظہار ہے۔ اگر وجود کائنات کو منشائے ایزدی پر مبنی مان لیا جائے تو ظاہر ہے کہ مخلوقات جنین بنی نوع انسان بھی شامل ہیں مقدر ہیں۔ بظاہر معتزلین تخلیق عالم کو اپنے عقیدہ کی روشنی میں ثابت کرنا چاہتے تھے۔ فلسفہ ارسطو کی ان کی نگاہ میں کافی قدر و منزلت تھی۔ ارسطو نے ثابت کیا تھا کہ عالم ابد سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ معتزلین نے ان دو متضاد نظریوں کے متعلق فیصلہ دیا کہ قرآن کریم اور فلسفہ میں ہم آہنگی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان مشکلات کا ازالہ کرنا شروع کیا۔ جو ثبوت میں حائل ہو سکتی تھیں۔ کہا گیا کہ پیدائش سے پہلے دنیا میں سکوت قائم تھا۔ زمان و وقت کے ظہور میں آنے سے دنیا پیدا ہوئی۔ جب دنیا ابتدائی حالت سکون میں متبدل ہو جائے گی تو اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس طرح معتزلین نے قرآن کریم اور فلسفہ یونان کے نظریات کو باہمدگر موافق پایا۔

خدا کا مبارک تصور (سمعیات)

اب ہم بہشت کے تصور سے جس پر کافی ردوکد کیا گیا ہے۔ بحث کرتے ہیں۔ قدیم نظریہ کی رو سے خدا محدود المکان ثابت ہوتا تھا۔ لہذا معتزلین نے اس عقیدہ سے بھی تعرض کیا۔ سوال پیدا ہوا کہ کیا خدا نظر آ سکتا ہے؟ صفات الٰہیہ کا اسلامی نظریہ مشبہین کے نظریہ تشبیہ کے قطعاً منافی تھا۔ چنانچہ انہوں نے قرار دیا کہ مظاہر صفات استعارہ کا رنگ رکھتے ہیں۔ ان کو واقعی صورت میں نہیں پیش کیا جا سکتا۔

معتزلین کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن کریم اور فلسفہ دونوں مبنی علی الصداقت ہیں۔ لیکن صداقت ایک ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے قرآن اور فلسفہ میں ہم آہنگی ہونی چاہیئے۔ لیکن اس عقیدہ کی رو میں وہ ایسے بہہ گئے کہ انہیں ہوش ہی نہ رہا۔ انہوں نے نظریات کو حقیقی اور انتہائی رنگ میں پیش کئے تھے۔ لیکن نتائج میں مجاز اور بہ اوسط سے ان میں تطابق پیدا ہو گیا۔ نتائج کیوں خلاف برآمد ہوتے اس کے بیان کی اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انہوں نے اصول اسلام کو معقول رنگ میں پیش کرنا چاہا تھا۔

عورت ترقی و عروج کی راہ پر

(محترمہ مس عفت النساء کرمانی صاحبہ)

کچھ دن ہوئے مجھ سے ایک دوست نے فرمائش کی تھی کہ مشرق کی عورتوں نے جو انقلابی کوشش کی ہے اور خاص طور پر مسلمان عورتوں نے اسلام کی روشنی اور یورپ کے خیالات سے متاثر ہو کر جو ترقی کی ہے اس پر میں اظہار خیال کروں۔ مسلمانوں میں اس سلسلہ میں اس درجہ شدید اختلافات ہیں کہ خواہ آپ کچھ بھی کیوں نہ لکھیں اس سے ایک نہ ایک کے جذبات ضرور مجروح ہوں گے۔ بہر صورت میں کوشش کرونگی کہ ایک میانہ راہ اختیار کروں۔ اور اعتدال کی حد کے اندر ہی رہوں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مذاہب اور تمدن عالم میں اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے عورت کی صحیح حیثیت پہچانی اور اسے زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے مساوی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی حقوق عطا فرمائے۔ یورپ کی عورت جن حقوق کو آج حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے وہ اسلامی قلمرو میں صدیوں پہلے مسلمان عورت کو حاصل تھے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا، ان کے قدموں تلے سے زمین نکلتی گئی۔ اور ان کو ان کے مخصوص مقام سے ہٹانے کے لئے قوانین و رسوم رائج کئے گئے۔ چند صدیوں میں ان سے ان کے وہ حقوق اور مراعات آہستہ آہستہ چھین لی گئیں جو انہیں تہذیب و تمدن کے ابتدائی دور میں حاصل تھیں۔ عورتوں نے ان تمام بے انصافیوں اور غیر مساویانہ سلوک کو بڑے صبر سے برداشت کیا اور ان کی زندگی عمر بھر کی بے اطمینانی اور بے عزتی کا گہوارہ بن گئی۔ آخر کار پچھلی صدی میں تمام دنیا کی عورتوں میں ایک بار پھر بیداری کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس مرتبہ مغرب نے رہنمائی کی۔ مغربی عورتوں کا کام مقابلتہً آسان تھا۔ انہیں شدید قسم کے پردہ یا خلوت نشینی سے مقابلہ نہیں کرنا پڑا۔ اور نہ ہی انہیں کثرت ازدواج کے خلاف احتجاج کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ مگر اس کے مقابلہ میں مشرقی عورت کے راستہ میں یہ بہت بڑی رکاوٹیں تھیں۔ ان کا مطالبہ صرف یہ تھا کہ سماج انہیں مردوں کے مساوی حقوق دیدے اور ان کا معیار زندگی مردوں سے کسی طرح پست نہ ہو۔ بجائے مقابلہ اور مخالفت کے انہیں آہستہ آہستہ کامیابی حاصل ہوتی گئی۔ اور جنگ عظیم نے تو مغربی ممالک کے اس مسئلہ

کا آخری اور قطعی فیصلہ کر دیا۔

جنگ کے دوران میں جب مرد اپنے گھروں سے دور میدان جنگ میں مصروف تھے تو مغربی عورتیں اپنی ذمہ داری کے ساتھ گھر کی ان ضروریات کا اہتمام کر رہی تھیں جو اب ان کی توجہ کی محتاج تھیں وہ گھروں سے باہر نکل آئیں۔ انہوں نے عام نظم و نسق میں مدد دی۔ ہسپتالوں اور کارخانوں میں کام کیا۔ انہوں نے اسلحہ ساز کارخانوں میں بیٹھ کر میدان جنگ میں لڑنے والے سپاہیوں کے لئے اسلحہ تیار کئے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ عظیم نے مغربی سماج میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیا۔ اور عورت کو بہت آگے کر دیا۔

مغرب کی طرح اسی صدی کے آغاز سے مشرقی عورت میں بھی ترقی کی تحریک بہت اہمیت حاصل کر چکی ہے۔ خواہ مختلف ممالک میں ترقی کی رفتار سست ہی کیوں نہ ہو مسلمان عورتوں کی بدلتی ہوئی زندگی مکمل انقلاب کا صرف ایک پہلو ہے۔ ان کے مطالبات کا اثر بہت قوی ہے۔ اور مختلف اقوام میں یہ جذبہ پیدا ہو گیا ہے کہ وہ قومی سربلندی کے لئے عورت کی تربیت کریں۔ یقیناً یہ رجحان مرد کی روزمرہ کی زندگی میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دے گا۔ اور ساتھ ہی ہمارے محبوب گھر بھی بہت بدل جائیں گے۔ ہمیں انقلابات سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے۔ یہ تو زندگی کا قانون ہے اور عورت کی حیثیت میں بھی لازمی طور پر کارفرما ہوگا اور اس سلسلہ میں جو قدم اٹھائے جا چکے ہیں وہ اب پیچھے نہیں ہٹائے جا سکتے۔ اب تو صورت صرف یہ ہے کہ ایک بہتر اور طے شدہ مقصد حیات کی طرف ان کی رہنمائی کی جائے۔ ان کی مخالفت میں شدت اور ان کی مجبوریوں میں اضافہ کرنے سے اس مسئلہ کا تصفیہ نہیں ہوگا بلکہ عورتیں اپنے مطالبات پر اور زیادہ اڑ جائیں گی۔

عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں پہلے عمدہ اور بہتر طریق پر تعلیم دے کر ان کی دماغی تربیت کی جائے اس کے بعد اسے اس کے مذہبی حقوق اور آزادی دے دیجئے۔ تاکہ وہ اندھا دھند مغرب کی تقلید نہ کر سکے اور آزادی کے نشہ میں مغربی عورتوں کی سی غلطیوں کا ارتکاب نہ کر پائیں۔ وہ اس سلسلہ میں جو قدم بھی اٹھائیں وہ اچھی طرح سمجھ کر اٹھائیں تاکہ غلطی کا امکان ہی جاتا رہے۔

کچھ حصوں میں یہ رجحان بھی موجود ہے کہ عورت کو اقتصادی اعتبارات سے مرد کی امداد سے آزاد کر دیا جائے اور وہ اپنی ضروریات زندگی خود پیدا کریں۔ جو عورتیں اس نقطہ خیال کی حامی ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ عورتیں جب تک گھر کی چھوٹی چھوٹی مصیبتوں اور کاروبار سے آزاد نہ کی جائیں اس وقت وہ ترقی نہیں کر سکتیں۔ بلاشبہ عورتوں کی پردہ نشینی جہالت اور مردوں کی محتاجی انہیں کاہل، غیر پختہ مزاج اور بچوں

کو ضرورت کے موقعہ پر ضروریات زندگی کی فراہمی کے قابل بنانے کے نااہل بنا دیتی ہے۔ مگر یہ تمام خامیاں بہتر تعلیم و تربیت سے اور انہیں گھریلو صنعتیں سکھا کر دور کی جا سکتی ہیں۔ ان کے لئے زنانہ تعلیمی اداروں میں مفید جماعتیں کھولی جا سکتی ہیں۔ مگر گھروں سے باہر نکل آنے اور پیشہ وری کی زندگی اختیار کرنے سے مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے آخر میں شدید نقصان پہنچے گا۔ اور اس کا نتیجہ سماج اور پھر پوری قوم کے لئے اتنا ہی برا ہوگا۔ جتنا کہ یورپ کے لئے ہوا ہے۔

مغرب کی عورتوں کا انجام مشرقی عورتوں کو صاف اور واضح الفاظ میں سبق دے رہا ہے کہ مشرق کی عورتوں کو مغرب کی غلطیوں سے بچنا چاہیئے۔ مشرقی عورت کے لئے سب سے بہتر مقام اس کا گھر ہے۔

اگر ہم دنیائے اسلام کی تمام عورتوں کی حالت پر ایک غائر نگاہ ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان میں سے کچھ تو بہت آگے ہیں اور کچھ پیچھے۔ بعض مقامات میں یہ تحریک ابھی اپنے آغاز میں ہے۔ البتہ بعض میں مثلاً ترکی اور ایران میں یہ بہت کافی کامیاب ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم اور عورتوں کے معمولات میں اضافہ کرنے کی کوشش ان کی ترقی بخش تجاویز کا بہت اہم جزو ہیں۔

ایران کی وزارت تعلیم لڑکیوں کی تعلیم میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔ یہاں کم از کم ایک ہزار زنانہ سکول ہیں۔ اور ان میں پچاسی ہزار لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں۔ عراق اور بغداد کے باشندے بھی زنانہ تعلیم میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور انہوں نے تعلیم کو زیادہ مفید بنانے کے لئے قرآن حکیم کی تعلیم بھی لازمی کر دی ہے۔ عراقی اور بغدادی باشندوں میں ہزار اگر تعلیم کے موافق ہیں تو بڑی مشکل سے ایک اس کا مخالف ملے گا۔ مصر کی عورتیں بھی خوش آئند مستقبل کی راہ دیکھ رہی ہیں۔ اور تعلیم اور اقتصادیات پر ان کی ترقی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

اتا ترک اعظم کے دور حکومت میں جدید ترکی نے سماج کے متعلق قدیم دقیانوسی نظریات کو خیرباد کہہ دیا ہے اور ایک ایسی سکیم تیار کی ہے جو وہاں کی عورتوں کو رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ بڑھاتی چلی جائے۔ تاکہ وہ ترقی یافتہ قوموں سے پیچھے نہ رہ جائیں۔

مس وڈ سال کے الفاظ میں :-

"کاروباری سکولوں، مخلوط تعلیم، ابتدائی سکولوں سے لے کر یونیورسٹی تک لڑکوں اور لڑکیوں میں مکمل یکسانیت، لڑکیوں کے لئے کاروباری جماعتوں کا قیام اور مردوں اور عورتوں کی تنخواہوں کی یکسانیت

یہ ہے ترکی کا ترقی یافتہ نظام تعلیم جس نے وہاں کی عورتوں کی ذہنی قوتوں کو بہت بڑھا دیا ہے"

عورت کی خاطر یہ عالمگیر دلچسپی اور ذہنی اور سماجی حیثیات اور قومی تعمیر کے سلسلہ میں اس کو بلند کرنے کی کوششیں بہت خوب ہیں۔ اور مذکورہ بالا ممالک اپنی کوششوں کی بنا پر قابل تعریف ہیں۔ مگر یورپ کی اندھا دھند تقلید کا رجحان خواہ وہ ترکی میں پایا جاتا ہو خواہ ہندوستان میں، حد سے زیادہ قابل نفرت ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عورت کی تعلیم و تربیت کے لئے کس چیز کو بنیادی اصول قرار دیا جائے تاکہ وہ اپنے ملک اور قوم کی ترقی میں اپنے گھر کی زندگی سے نفرت کئے اور مغربی سوسائٹی کو اپنے ملک میں رائج کئے بغیر حصہ لے سکیں۔

اس سوال کے جواب کی تلاش کی کچھ زیادہ ضرورت نہیں۔ اسلامی تعلیمات اس سوال کا حل پیش کرتی ہیں۔ اسلام نے عورت کا معیار زندگی بلند کیا۔ اسلام نے اسے مکمل اختیارات اور حقوق عطا فرمائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی عورتیں حکیم، واعظ، ماہر مذہبیات، مصلح، شاعر، اور مصنف ہوئی ہیں۔ البتہ اس نے بعض سماجی گناہوں کے ارتکاب سے روکنے کے لئے، جس طرح مردوں پر پابندیاں عائد کی ہیں اسی طرح عورتوں پر بھی۔ اسلام نے عورتوں کو آزادانہ طور پر بازار میں گھومنے پھرنے سے روکا ہے۔ اس سلسلہ میں میں قرآن حکیم کی چند آیات درج کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔

قل للمومنين يغضوا من ابصارهم و يحفظوا فروجهم ذالك ازكى لهم ان الله خبير بما يصنعون وقل للمومنات يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن الا ماظهر منها ليضربن بخمرهن على جيوبهن ولا يبدين زينتهن الا لبعولتهن او آباءهن او اباء بعولتهن او ابناءهن او ابناء بعولتهن او اخوانهن او بنى اخوانهن وبنى اخواتهن او نسائهن او ماملكت ايمانهن او التابعين غير اولى الاربة من الرجال او الطفل الذين لم يظهروا على عورات النساء۔

مومنوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنے فروج کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت بڑی پرہیزگاری کی چیز ہے۔ اللہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور مومن عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی آنکھوں کو نیچی رکھیں اور اپنی فروج کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کی چیزیں اپنے شوہروں اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کے سوا اور کسی پر ظاہر نہ کریں۔

پایۂ تکمیل کو پہنچا سکیں۔ ہم اس حقیقت کو محسوس کرتے ہیں کہ وہی تمام قوانین کا مرتب کرنے والا ہے اور فضل وکرم اس کا سب سے بڑا قانون ہے جو کائنات میں جاری ہے۔

جب ہم ان تمام حقائق کا احساس کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس کائنات کے نظام میں ہمارے وجود کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی پوری جسمانی، دماغی اور روحانی طاقتوں کے ساتھ اس کی مشیت کے سامنے سرتسلیم خم کردیں اور اسی میں ہماری کامیابی مضمر ہے اور ہماری ہستی کے اعلیٰ مقصد کی تکمیل۔ ہم نہ تو خود اپنے خالق ہیں اور نہ اپنے انجام سے آگاہ ہیں۔ ہمارا انجام صرف اسی کو معلوم ہے۔ اس انجام کا علم ہمیں تدریجی طور پر حاصل ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ ہم عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے سرتسلیم خم کریں۔ خالق کائنات کے سامنے اپنی ہستی کے مقصد کا علم حاصل کرنے کے لئے عاجزی کے ساتھ جھکنا ہی ہماری روحانی زندگی کا تمام سرمایہ ہے۔ اگر ہم اپنے آپ کو اس سے بے نیاز تصور کرنے لگیں تو یہ ہماری روحانی زندگی کے لئے موت کا پیغام ہوگا۔ تخلیق کا منشا ایسا ہے کہ کوئی شخص تاب مقاومت نہیں لاسکتا۔ قرآن مجید فرماتا ہے "ہر شے خدا کے سامنے طوعاً یا کرہاً سرتسلیم خم کرتی ہے" اور اگر ہم خوشدلی کے ساتھ اس کے سامنے سرجھکائیں تو یہ اصول ہماری روحانی زندگی کا موجب ہو سکتا ہے اور یہ اطاعت جس قدر زیادہ ہوتی جائے گی اسی قدر ہماری روحانیت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اور ہمیں زیادہ طمانیت خاطر اور مسرت قلبی حاصل ہوتی جائے گی۔ سرتسلیم خم کرنے کی یہ کوشش ہماری مثبت انانیت کی جانب سے نہیں ہونی چاہئے۔ جسکے معنے یہ ہیں کہ وہ طاقت جس کی ہماری روح کو نقائص پر غالب آنے کے لئے ضرورت ہے۔ خود ہماری روح میں موجود ہے۔ بلکہ ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ ہماری روح بھی خدا کی پیدا کردہ ہے۔ اور اس لئے اطاعت کی توفیق بھی اسی کی درگاہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ پس خدا پر یہ کامل اعتماد ہی وہ طاقت ہے جو روحانی سفر میں ہر قدم پر ہماری اعانت کرے گی۔ اور ہم اس کی مشیت کا علم حاصل کر سکینگے۔ اور اس علم کی بدولت ہم بخوشی اس کے سامنے سرتسلیم خم کر سکینگے۔ منزل مقصود تک پہنچنے کا یہ سیدھا اور صحیح راستہ ہے۔ دو راستے اور بھی ہیں، ایک تو گستاخانہ طور پر مشیت ایزدی کی مصلحت کے متعلق سوال کرنا اور مقدرات سماوی کی اتباع سے انکار کرنا۔ اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو توفیق الٰہی سے بے نیاز سمجھنا۔ جسکے معنے یہ ہیں کہ منشائے الٰہی کو سمجھنے کے بجائے اپنے اور کائنات کے لئے خود ایک منشا اپنی طرف سے معین کرلیا جائے۔ اس خود سری کا مقصد دراصل انکار مشیت الٰہی

ہے۔ چونکہ یہ دونوں راستے غلط ہیں اس لئے مصائب اور آلام سے معمور ہیں۔ اور ان سے دوچار ہونا ناگزیر اور یقینی ہے۔ خدا ہمیں توفیق اور روشنی عطا فرمائے۔ تاکہ ہم ان دونوں خطرناک راستوں سے بچیں اور اس حقیقت کو اپنے دل میں نقش کرلیں کہ نہ صرف اس کائنات کا ایک مقصد ہے بلکہ وہ مقصد یہ ہے۔ کہ ہم اپنی ہستی کی اغراض کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔

جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے اسلام اطاعت اور فرمانبرداری کا راستہ سکھاتا ہے اس راستہ پر چلنے کی توفیق بالقوت تو ہر شخص میں موجود ہے لیکن اخلاقی شعور کی پختگی کے بعد انسان میں دوسرے راستوں پر چلنے کی طرف شدید میلان پیدا ہوجاتا ہے۔ اکثر اوقات بغاوت کرنے کا جذبہ اطاعت کرنے کے جذبہ پر غالب آجاتا ہے۔ قرآنی تعلیمات کی رو سے انسان کا نفس اس دنیا میں مکمل یا مصفیٰ حالت میں نہیں آتا۔ بلکہ اعلیٰ دھاتوں کی طرح وہ ابتدائی خام حالت میں جسمانی عالم سے اخلاقی عالم کی طرف آتا ہے۔ اس میں ناقص اجزا بھی شامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

" اور نفس اور اس کے مرتبہ کمال (پر غور کرو) کہ خدا نے اس کو فجور اور تقوے دونوں کا الہام عطا کیا ہے۔ پس جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا وہ فلاح پاگیا اور جس نے اسے خراب کرلیا وہ ناکام ہوگا۔

(۹۱ - ۷ تا ۱۰)

تزکیۂ باطن کا طریق

پس ہماری روحانی زندگی کے معنے یہ ہیں کہ ہم اپنے نفس امارہ کو مطیع بنانے کے لئے مسلسل کوشش کریں۔ تاکہ اس کے اندر سے سرکشی کا مادہ بالکل فنا ہوجائے۔ لیکن یہ طریق کار آسان نہیں ہے۔ دیگر کامیابیوں کی طرح اس معاملہ میں بھی سخت جدوجہد درکار ہے۔ اور جس طرح کوئی آسائش تکلیف اٹھائے بغیر حاصل نہیں ہوتی، یہ نعمت بھی کافی دشواریوں کے بعد نصیب ہوگی۔ ہمیں اپنی زندگی کے تمام مختلف پہلوؤں میں توازن قائم کرنا ہوگا۔ اور اس توازن کے لئے ہمیں اپنی تمام استعدادوں کو منضبط کرنا پڑے گا۔ اگرچہ یہ ایک مشکل کام ہے جیسا کہ خود قرآن مجید نے اعلان کیا ہے۔ لیکن اس مقصد کے لئے کوئی آسان طریق ہنوز دریافت نہیں ہوا ہے۔ اگرچہ راہ دشوار گزار ہے لیکن توفیق الٰہی جو ہر کوشش کرنے والے کے شامل حال ہوتی یقینی ہے اس دشوار راہ کو آسان بنا سکتی ہے۔ اور اس کی مدد سب سے پہلے تو الہامی ضابطہ اوامر و نواہی کی شکل میں نازل ہوتی ہے تاکہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اس کی منشاء کے

مطابق چلا سکیں۔ اس کے علاوہ، اللہ برگزیدہ انسانوں کو نمونہ بنا کر بھیجتا ہے تاکہ وہ اس باب میں ہماری رہنمائی کر سکیں۔ اللہ اپنا دستور العمل ان کی وساطت سے بندوں پر نازل فرماتا ہے اور ان کو اپنی پاک روح کی وساطت سے پاکیزہ خو بنا کر دُنیا میں بھیجتا ہے۔ تاکہ وہ ہمارے لئے نمونہ بن سکیں۔ ان افراد کو اصطلاح میں نبی کہتے ہیں۔ اور یہ افراد ہر ملک اور ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں ظاہر ہوئے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم بلا استثنار ان کی عزت کریں تاکہ اللہ کی ربوبیت مطلقہ کا احساس ہمارے دماغوں میں جاگزیں ہو سکے۔ اور یہ احساس آفاقی شعور کی ابتدائی منزل ہے۔

عالمگیر ربانی ہدایت اور سلسلہ بعثت انبیاء جنکی معرفت یہ ہدایت بندوں کو ملتی ہے یہ دو ایسے اصول ہیں جن کی پیروی کرنا روحانی جدوجہد میں کامیابی کے لئے ازبس ضروری ہے۔ جدوجہد کا سلسلہ اگرچہ طویل ہے لیکن منجملہ منازل کثیرہ تین منزلیں نمایاں طور پر معین کی جاسکتی ہیں۔ پہلی منزل میں اطاعت کی روح، بالکل ناپید ہوتی ہے اور نفس انسانی صرف گناہ اور سرکشی کی جانب ایک شدید میلان طبعی ظاہر کرتا ہے۔

روحانی سفر کی تین منزلیں

نفس انسانی اس منزل میں اپنی اصلی ابتدائی حالت میں ہوتا ہے جبکہ ابھی اسے خدا کی طرف سے روشنی حاصل نہیں ہوئی ہوتی۔ قرآنی اصطلاح میں اس کو نفس امارہ کہتے ہیں۔ انسانی نفس کا بہیمی پہلو اس پر حکمران ہوتا ہے اور اس کی روحانی نظر پر پورے طور سے چھایا ہوا۔ اور اس کے لئے بہیمیت کی ایک غلط جنت تیار کر دیتا ہے جاہل انسان اس حالت پر فخر کرتا ہے اور اس میں مگن رہتا ہے۔ اخلاق اور اخلاقی معیار کی اصطلاحیں اس کے لئے کوئی معنے نہیں رکھتیں۔ اور وہ ان اصولوں کی صرف مجبوری یا پابندی رسم کی صورت میں اتباع کرتا ہے ہاں مسلسل کوشش اور دعاؤں اور ضبط نفس کے وسیلہ سے انسان اپنے روحانی سفر کی دوسری منزل تک پہنچتا ہے۔ اس مرحلہ میں اطاعت اور فرمانبرداری کی روح ظاہر ہونے لگتی ہے۔ لیکن ابھی اس میں نافرمانی کی روح پر غالب آنے کی طاقت پورے طور سے موجود نہیں ہوتی۔ بقول بائیبل " روح تو رضامند ہوتی ہے لیکن جسمانی حالت کمزور ہوتی ہے " اس مرحلہ کو اسلامی اصطلاح میں نفس لوامہ کہتے ہیں۔ اور افسوس، تاسف، اور ضمیر کی ملامت، اس مرحلہ کی خصوصیات ہوتی ہیں اور اس عرصہ میں روحانی کشمکش کی کیفیت کا خاص طور پر احساس ہوتا ہے۔ شک اور ناامیدی چاروں طرف نظر آتی ہے اور روحانی اعتبار سے اس منزل میں مسافر کو شدید مشکلات کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات ناامیدی کی حالت میں وہ پکار اٹھتا

ہے متی نصر اللہ، یعنی اللہ کی مدد کہاں ہے؟ اس وقت اس کے کانوں میں یہ آواز آتی ہے کہ "گھبراؤ مت اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔" پس تائید الٰہی کے سہارے وہ مسافر تدریجی طور پر جبلی کمزوریوں اور مشکلات پر غالب آتا ہے اور اس کی روح ترقی کرتی رہتی ہے حتٰے کہ وہ تیسری اور ترقی کی آخری منزل میں پہنچ جاتی ہے جسے اسلامی اصطلاح میں نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

اس منزل میں روحانی خواہشات اور مشیت ایزدی میں کامل مطابقت پیدا ہو جاتی ہے اور روح بےچین اور نافرمان جسمانی خواہشات کے تسلط سے بالکل آزاد ہو جاتی ہے اور اسے اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور اس میں کامل اطاعت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ خدا ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اطاعت کے اس راستہ کو بآسانی طے کر سکیں۔

اے خدا ہم التجا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے مقصد کی کامیابی حاصل ہو اور اعمال حسنہ کی توفیق ملے۔ اور تیری مہربانیوں کا شکر ادا کرنے اور تیری اطاعت کرنے کی طاقت حاصل ہو۔ ہم تجھ سے سچ بولنے والی زبان اور وسوسوں سے پاک دل اور احساس اخوت کی طلب کرتے ہیں۔

اے خدا اگر ہم سے غلطی یا بھول چوک ہو جائے تو مواخذہ نہ کیجیو۔ اے خدا ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جسکے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ ہمارے قصوروں کو معاف کر۔ اور آئندہ خطاکاری سے محفوظ رکھ۔ اور ہمارے حال پر رحم فرما اور زندگی میں کامیابی عطا کر۔ اے خدا تو سلامتی کا سرچشمہ ہے۔ اور تیری درگاہ سے سلامتی نصیب ہو سکتی ہے۔ تو بڑی برکت والا ہے۔ اور صاحب جلال و اکرام ہے۔ (القرآن)

اسلامی اشتراکیت

(محمد نسیح اللہ خان صاحب)

اسلام ایک ایسا عمرانی نظام ہے جو زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اس کے قوانین میں ایسی لچک اور وسعت ہے کہ وہ انسانی فطرت کے ان بنیادی حقایق کو مدنظر رکھکر جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ہر زمانہ اور ہر حالت میں انسانی ضروریات کے کفیل ہو سکتے ہیں۔ اسلام انسانی زندگی کو ارتقائی زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہے اور عمرانی حوادث کی روز افزوں پیچیدگیوں کا اعتراف کرتا ہے۔ اس کے باوجود وہ انسانی فطرت کے اٹل قوانین پر زور دیتا ہے۔ پس عمرانی نظام، سیاسی نظم ونسق اور اقتصادی ترقی کے لئے جو قوانین اس نے نافذ کئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ہمیشہ انسانی فطرت کے مطابق رہتے ہیں جو نہ صرف غیر قابل تغیر ہیں بلکہ عالمگیر بھی ہیں

موجودہ اشتراکی نظریہ یہ ہے کہ انفرادی جدوجہد کے مقابلہ میں حکومت کا اقتدار لائق ترجیح ہے اور اس کی رائے میں حکومت کا "اقتدار" افراد اور جماعت کی بہبودی کے لئے لازمی ہے"۔ اور حکومت برائی نہیں بلکہ یقینی طور پر اچھی چیز ہے۔ موجودہ سیاسی نظام کو اقتصادی مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہئے حکومت کو پیداوار اور تقسیم کے ذرائع، نجی سرمایوں سے نکال کر اپنے زیر انتظام رکھنا مناسب ہے سرمایہ تو بے شک ضروری ہے مگر ملک میں کوئی سرمایہ دار نہ ہونا چاہئے۔ اشیا کی پیداوار میں ذاتی ملکیت کا ہونا اشتراکیت کی نظر میں سب سے بڑا جرم ہے۔ سرمایہ کا مقصد فلاح عامہ ہے نہ کہ کسی ایک فرد کی فلاح یا ان کی فلاح جن کے قبضہ میں سرمایہ ہو۔ اور چونکہ سرمایہ کا مقصد فلاح عامہ ہے۔ اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ وہ تمام ملکی سرمایہ کو اپنے ہاتھ میں رکھے یعنی سرمایہ کو اشتراکی رنگ دینا چاہئے اشتراکیت کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ انفرادی ملکیت کی جگہ حکومت کی ملکیت کا اصول مسلم ہو جائے۔ وہ نجی دولت کے خلاف نہیں ہے بلکہ نجی ملکیت کو افراد کی ترقی کے لئے ضروری سمجھتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ دولت کی موجودہ تقسیم غیر مساویانہ ہے۔

اشتمالیت میں بھی بعض امور اشتراکیت سے ملتے جلتے پائے جاتے ہیں اور یہ نظام ایک

مثالی سوسائٹی کے لئے دنیا کے قدیم ترین تخیلات میں سے ہے۔ موجودہ نظریہ یہ ہے کہ مشترکہ حکومت کو سوسائٹی کے افراد کی عملی خدمات اور آمدنی کو یکساں طور پر تقسیم کرنا چاہیئے۔ ذاتی ملکیت کے سوال کو بالکل اڑا دینا چاہیئے۔ اس نظریہ کو اشتمالیت کا اقتصادی نظریہ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ابتدائی زمانہ کی اشتمالیت اس مساویانہ تقسیم کو اقتصادی ضرورت قرار نہیں دیتی تھی بلکہ سیاسی اور اخلاقی ضرورت۔

تاہم اشتراکیت اور اشتمالیت میں ایک نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ اشتراکی لوگ اشتراکیت کو اشتمالیت کا ہم معنٰے نہیں سمجھتے اور نہ موروثی ملکیت یا سرکاری اشتراکیت کا۔ وہ کہتے ہیں کہ اشتمالیت کے معنے یہ ہیں کہ تمام اشیاء مشترک ہوں۔ لیکن اشتراکیت کا مقصد یہ ہے کہ صرف صنعت و حرفت پیداوار اور تقسیم میں اشتراک قائم کیا جائے۔ علاوہ بریں اشتراکیت کے معنے محض امر حکومت کی توسیع کے نہیں ہیں۔ جیسا کہ موروثی ملکیت کے مفہوم میں داخل ہے۔ اشتراکی لوگ حکومت کے روز افزوں اقتدار کو اس لئے پسند نہیں کرتے کہ حکومت کو طاقتور بنایا جائے بلکہ اس لئے کہ انہیں یہ یقین ہے کہ فرد کو موجودہ حالت کے مقابلہ میں زیادہ آزادی حاصل ہوگی۔ حکومت کے متعلق ان کا تخیل موروثی حکومت کے بجائے ایک برادرانہ ہم معاون جمہوریہ کا ہے۔ مثلاً جرمنی کے اشتراکی بسمارک کی سرکاری اشتراکیت کے سخت مخالف تھے۔ جس کے متعلق ان کا دعوےٰ یہ تھا کہ اس کی بدولت عامۃ الناس کی عمرانی اور اقتصادی حالت بہتر نہیں ہو سکتی بلکہ دفتری حکومت کے اقتدار میں اضافہ ہوتا ہے۔ انگلستان میں، جہاں کہ جمہوریت نے بمقابلہ جرمنی زیادہ ترقی کی ہے۔ اشتراکیت اور سرکاری اشتراکیت میں اس قدر نمایاں فرق نہیں پایا جاتا۔ مثلاً انگلش فیبئن سوسائٹی کی اشتراکیت درحقیقت سرکاری اشتراکیت ہے۔

اسلام کی رو سے حکومت میں ایک زبردست تنظیم ہونی چاہیئے۔ تاکہ وہ اس قدر طاقتور ہو کہ اپنے تمام معاملات پر حاوی رہے۔ پس اسلامی نظام حکومت میں کسی ایسے تخیل کو جگہ نہیں مل سکتی جو حکومت کی طاقت کو ضعف پہنچائے۔ اگرچہ یہ جماعتی نفرت جو آج پائی جاتی ہے، اس وقت موجود نہ تھی جبکہ اسلام دنیا میں ظاہر ہوا۔ یعنی آج سے تقریباً ۱۳½ صدی پہلے، تاہم اس نے منظم دولت اور مزدوروں کا خون چوسنے کی سپرٹ کا مطالعہ کیا۔ اور اسی لئے اس نے بعض ایسے قواعد و ضوابط بنائے جن کی رو سے دولت اور جائداد کی تقسیم اور بعض معاملات میں حکومت کا اقتدار نافذ ہو سکے اور یہ امور، اسلامی سیاست میں اشتراکی عناصر قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ بخوف طوالت میں ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر یہ بتاؤں گا کہ

اسلام کی کون کون سی تعلیمات میں اشتراکی اصول پائے جاتے ہیں۔

۱ - بلحاظ تقسیم جائداد و اعطائے دولت :-

اسلام میں وراثت کا قانون، ایسے منصفانہ اصول پر وضع کیا گیا ہے کہ تقسیم دولت کے اختلاف عظیم میں ضبط قائم ہو سکے۔ اور اس طرح جائداد کی تحتانی ملکیت کا دائرہ نسبتاً زیادہ نفوس تک وسیع ہو سکے جس کا سلسلہ نسلاً بعد نسلاً چل سکتا ہے۔ یہ بھی اجازت ہے کہ ایک مسلمان اپنی پوری جائداد رفاہ عام کے لئے یا حکومت کے حق میں وقف کر دے۔ اور اسلامی طریقہ تقسیم جائداد میں حکومت کو مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اسلامی قانون خود جائداد اور اسباب معیشت کی تقسیم کر سکتا ہے اس کے بالمقابل، محنت اور آمدنی کی تقسیم سوسائٹی کے اقتصادی حالات کی بنا پر کی جاتی ہے۔

۲ - ممانعت سود :- اسلام نے سود خوری اور ربوٰ دونوں کو حرام قرار دیا ہے اور اس طرح سرمایہ داری پر کاری ضرب لگائی ہے۔ تاکہ کوئی سرمایہ دار مزدوروں سے ناجائز طور پر فائدہ نہ اٹھا سکے۔

۳ - قیام نظام زکوٰۃ :- زکوٰۃ اسلامی ٹیکس ہے۔ جو غریبوں کے فائدہ کے لئے، امراء پر عائد کیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کے لفظی معنے ہیں "کاٹ چھانٹ کر کے کاشتکاری کو ترقی دینا" یا "کسی پودے کو سیدھا اگانا" قرآن مجید نے دولتمندوں پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض قرار دیا ہے۔ تاکہ سوسائٹی کا نظام برقرار رہے۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں "زکوٰۃ ایک ٹیکس ہے جو امراء پر عائد کیا گیا ہے اور یہ رقم غریبوں میں تقسیم کی جائے گی"۔ زکوٰۃ کا فلسفہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان اس بنا پر فاقہ کشی کی مصیبت میں گرفتار نہ ہو کہ وہ اپنی روزی کمانے سے معذور ہے۔ اور اس لئے اسے حکومت کی طرف سے مالی امداد ملنی چاہیئے۔ یہ ایک علمی نظریہ نہیں ہے بلکہ ایک اخلاقی اصول ہے۔ جس کی پابندی ہر مسلمان پر فرض ہے اور اسلامی حکومت کو حق حاصل ہے کہ تمام مسلمانوں پر اس قانون کا نفاذ کرے۔ موجودہ زمانہ میں ضعیفی کی پنشن اور "محنت کا بیمہ" اور اسی قسم کی دوسری تجاویز، یہ سب زمانہ حال کی پیداوار ہیں۔ جن کے نفاذ کے لئے قانون ملکی کی مدد لی جاتی ہے۔ لیکن اسلام نے مدتوں پہلے سے ایک انتظام غریبوں کی بہبود کے لئے قایم کر دیا ہے۔ جس کا نفاذ اسلامی حکومت کی طرف سے ہوگا۔ اور وہ اس قدر اعلیٰ ہے کہ اس سے بہتر نظام ابھی تک نہیں بنایا جا سکا۔

۴ - بضمن قوانین تجارت :- اسلام نے تجارتی اجارہ داری کی ممانعت کر دی ہے یعنی رو

اشیائے معیشت کے ذخائر جمع کئے جائیں۔ اور ماکولات روزمرہ کو یکجائی طور پر خرید لیا جائے۔ تاکہ غیر فطری طریقوں سے بازار میں فراوانی کا رنگ پیدا کیا جا سکے۔ شریعت اسلامیہ نے ان مذموم طریقوں اور سرمایہ دارانہ اصولوں کی ممانعت فرمائی ہے۔ ان اصولوں کے ساتھ جو برائیاں وابستہ ہیں وہ لوگوں کی اقتصادی زندگی پر زبردست اثر ڈالتی ہیں۔ خاصکر غریبوں کی زندگی پر۔ اس لئے اسلام ان سرمایہ دارانہ رجحانات کو پسند نہیں کرتا۔ خواہ ان کا اظہار حکومت ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ اسلام لوگوں کے نجی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا۔ اور نہ انفرادی جدوجہد کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ تجارت اور صنعت و حرفت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ لیکن تجارتی اجارہ داری اور مصنوعی طریقوں سے بازار میں اشیاء کی فراوانی کے خلاف ہے۔

۵۔ زمین حکومت کی ملکیت ہے:۔ اسلام تسلیم کرتا ہے کہ فطری نعمتوں سے یکساں طور پر بہرہ اندوز ہونے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے۔ مثلاً ہوا۔ پانی۔ روشنی۔ زمین وغیرہ۔ قرآن مجید فرماتا ہے "اللہ نے زمین میں اور سمندروں کی تہ میں انسان کے لئے خزانے رکھ دیئے ہیں" پس زمین حکومت کی ملکیت ہے کسی فرد کی نہیں ہے۔ "جو شخص کسی قطعہ زمین پر سکونت اختیار کرتا ہے اور اس میں کاشت کرتا ہے اسے حکومت کے ماتحت اس پر قابض ہونے کا حق حاصل ہے لیکن نہ تو امیر قوم اور نہ افراد قوم کو، حکومت کی زمین پر مطلق قبضہ کرنے کا حق ہے۔ انفرادی حق دو صورتوں میں تسلیم کیا گیا ہے (الف) اگر زمین زیر کاشت اور زیر استعمال ہو (ب) حکومت کو ٹیکس ادا کیا جائے کیونکہ وہ ملک کی حفاظت کرتی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ دونوں اصول زمینداری اور تعلقہ داری دونوں صورتوں کے خلاف ہیں۔ دراصل جمہوریہ اسلامیہ کے ابتدائی زمانہ میں ہم سوشلزم کو رومی اور ایرانی ملوکیت کے خلاف نبرد آزما پاتے ہیں یہ گویا جمہوریت اور ملوکیت کا مقابلہ تھا۔

۶۔ اسلام نے کسب کو محترم قرار دیا ہے:۔ اسلام نے یہ کہہ کر کہ "کسب کرنے والے سے خدا خوش ہوتا ہے" یا "کسب کرنے والا خدا کا محبوب ہے" یا "مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو" کسب ذاتی کی عزت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ چنانچہ اسلامی سوسائٹی میں ادنے مزدور اعلیٰ حاکم کے برابر عزت کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

پس اسلام کا اپنا اقتصادی نظام، اسلام کی اپنی وضع کردہ بنیادوں پر قائم ہے۔ اور اس میں سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کی خوبیوں کو نہایت عمدہ مفید عملی طریق پر محفوظ کیا گیا ہے [illegible]

دونوں کے عیوب کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اور میں اس نظام کو "اسلامی اشتراکیت" کے نام سے موسوم کرتا ہوں۔

مکتوبات ووکنگ

محترمی! اپنے دلچسپ مکتوب اور لٹریچر کا دلی شکریہ قبول فرمائیے۔ مذہب میں اکراہ اور جبر نہیں ہے۔ میرے خیال میں اسلام سب سے زیادہ مکمل، سچا اور اصل مذہب ہے۔ آپ کے پند و نصائح اور اس مشورہ کا شکریہ کہ میں قرآن حکیم کی تلاوت کیا کروں۔ میں قرآن حکیم کے ترجمہ کا بہت شایق ہوں۔ آپ کی عنایت ہوگی اگر آپ مجھے کوئی ایک ترجمہ بتا دیں۔

آپ کا خادم:- ایم کے کول۔ السٹ ہمپٹری۔ این آر
(برسٹل سمرسٹ)

محترمی امام صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے جوہر کے ایک کرم فرما منصور صاحب نے اسلامک ریویو پڑھنے کا مشورہ دیا۔ جس کے نتیجہ کے طور پر میں اللہ کے احسان اور توجہ سے اسلام قبول کرنے کا آرزومند ہوں۔ بہر صورت میں ان رسوم اور شرائط سے واقف ہونا چاہتا ہوں جو اسلام قبول کرنے کے لئے ضروری ہیں۔

کیا آپ مہربانی فرما کر مجھے جلد جواب دینگے اور ساتھ ہی مجھے چند ایسے پمفلٹ بھیجینگے جو آپ کے خیال میں میرے لئے مفید اور دلچسپ ہوں۔ مثلاً نماز وغیرہ مسائل سے متعلق۔

آپکی نیازمند:- مسز فلورنس لوڈیو۔ جوہر بہب وجوہر ملایا۔

محترمی!

پچھلے دنوں مجھے اسلام سے بہت دلچسپی رہی۔ میں نے قرآن کا مطالعہ کیا ہے مگر میں اب بھی دو ایک مسائل میں کسی حد تک متذبذب ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان مسائل کو حل کرینگے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ووکنگ مسجد کو لکھنے سے مجھے بہت امداد ملے گی۔

تمام مسلمان ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیا آپ اسے ایک ایسے وجود کی صورت سے پیش کرینگے جو حسن، محبت اور سچائی کو پسند کرتا ہے یا ایک فوق العادہ وجود کی صورت سے ؟

نیز آیا اس دنیا میں گناہ اس لئے بھیجا گیا ہے کہ گنہگاروں کو سزا دی جائے یا اس سے اس شخص کا جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے امتحان مقصود ہے ؟ نیز کیا مسلمان آخرۃ پر ایمان رکھتے ہیں ؟ اور وہ کہاں جاتے ہیں ؟ ایک ایسی دنیا کی طرف جہاں ہر قسم کی ضرورت زندگی فراہم کی جاتی ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ ان چند مسائل کو صاف کر دینگے۔

آپ کا نیاز مند :- اے کیولشہ - ورہم

امام صاحب مسجد ووکنگ مشن لندن۔

محترمی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم - میری خواہش ہے کہ میں ایسی معلومات حاصل کروں جو مجھے عربی زبان سیکھنے اور اسلام کے متعلق جسے میں قبول کر چکا ہوں کچھ اور واقفیت بہم پہنچانے اور ان اصول و قواعد کے جاننے میں مدد دے جن پر میں انسانیت کی بھلائی کی خاطر ایمان رکھتا ہوں۔

ایک تو میں ایسی عربی قواعد صرف و نحو کی کتاب حاصل کرنا چاہتا ہوں جس سے میں استاد کے بغیر فائدہ حاصل کر سکوں۔ اور کچھ ایسی کتابیں بھی ہونی چاہئیں جو اسلام کو سمجھنے میں میری مدد کریں اس لئے کہ میری آرزو ہے کہ میں اسلام سے متعلق ہر ممکن چیز جان لوں۔

اس ملک میں اسلام کی اشاعت کے لئے کامیاب پراپگنڈا جاری رکھنا بہت مشکل ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ ہم بہت تھوڑی دیر میں ایک اچھے مبلغ کی خدمات حاصل کریں گے ہمارے ہاں ایسے بہت سے مرد اور عورتیں ہیں جو اسلام کے اصول و ضوابط کے متعلق کچھ جانتے ہوں۔ میں نے جن کتابوں کا اوپر ذکر کیا ہے ان کے حصول کا مجھے بہت شوق ہے۔ جہاں تک جلد ممکن ہوسکے آپ انہیں ڈاک کے ذریعہ بھیجدیں۔ میں ان کا خرچ ادا کر دوں گا۔

(آپ کا اسلامی بھائی :- روکوڈین)

نوٹ :- مجھے بے حد مسرت ہے کہ میں نے اسلام قبول کرنے کا فارم بھر دیا ہے اور اسے آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔

جناب ایڈیٹر صاحب فری تھنکر لندن -

محترمی! میں نے آپ کے موقر جریدہ کے "شوگر پلمز" کالم میں اپنے رسالہ اسلامک ریویو کی اشاعت مارچ ۱۹۳۶ء کے ایک مضمون بعنوان "اسلام میں عورت کا معیار زندگی" کے ایک جملہ پر تنقید دیکھی - بہرصورت مجھے تعجب ہوا کہ دوسرے مذاہب کی روایات بھی ہبوط آدم سے متعلق قرآنی نظریہ کی تائید کرتی ہیں - اور آدم کو انتہائی ذمہ داریوں کا اہل قرار دیتی ہیں کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس کالم کے لکھنے والے نے کن مذاہب کی روایات کی طرف اشارہ کیا ہے؟

آپ کا نیاز مند :-

(آفتاب الدین احمد - امام ووکنگ مسجد لندن)

نبوت کا ظہور اتم

المعروف بہ

نبی کامل صلعم

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور مسلم مشنری امام مسجد ووکنگ انگلستان کی شہرۂ آفاق تصنیف دی آئیڈیل پرافٹ کا سلیس اور نفیس اردو ترجمہ مع مقدمہ و تمہید -

کتاب کی خوبیاں پڑھنے والے پر اسی وقت کھلتی ہیں جب وہ اس کا مطالعہ کرے - لیکن اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ اس کی مختصر فہرست مضامین سے اس کی جامعیت اور محاسن کا اندازہ کیجئے -

(۱) کیا اوتار رہبری انسانی کے لئے کوئی نمونہ بن سکتے ہیں (۲) انبیاء اللہ بہ شکل اسوہ (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا کی حالت (۴) بعثت عظمیٰ (۵) شخصیت کامل (۶) مکمل سیرت (یعنی کیرکٹر) (۷) حصول منتہائے کامیابی (۸) بہترین معلم دین (۹) عقائد مذہبی کا بہترین شارح (۱۰) اسوہ حسنہ (۱۱) اجتماع حسنات - قیمت مجلد ؎ بلا جلد ؏ - ملنے کا پتہ

مسلم بک سوسائٹی - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور

تفصیل آمدنی دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور - ماہ مئی ۱۹۳۸ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۳ مئی	۳	جناب مصطفیٰ فخری صاحب ۱۰۰ پونڈ			
،،	۴	،، بہت زادہ محمد صابری صاحب ۱-۱۰-۱		۱۴	۱۹
۴ مئی	۱۲	جنابہ مس عقیلہ خانم صاحبہ			۵
۵ ،،	۱۸	جناب خان بہادر شیخ منہاج الدین صاحب			۱۰
،،	۱۹	جنابہ طیبہ جعفری صاحبہ			۱۰
۶ ،،	۲۵	ہز ہائنس نواب صاحب بہادر مانگرول		۸	۴۹
،،	،،	خانصاحب اچل ملا دارد صاحب			۵۰
۷ ،،	۳۷	جناب کریم الٰہی صاحب قریشی			۵
۹ ،،	۴۹	جناب سید حبیب الرحمٰن صاحب برائے مفت تقسیم کتب			۳۰
۱۱ ،،	۷۶	،، جمال محمد صاحب			۵۰
،،	۷۷	،، علی احمد خانصاحب			۵
،،	۸۴	،، محبوب خانصاحب			۳
۱۳ ،،	۹۴	،، عبدالکریم صاحب			۵
۱۴ ،،	۱۰۴	،، محمد ہاشم صاحب			۱۰
	۱۱۳	،، عبدالمطلب صاحب			۱۰
۱۶ ،،	۱۱۵	،، مولوی محمد اظہر الحق صاحب			۴
،،	۱۲۵	،، اے ایم ایم حمیم صاحب			۵۰
،،	۱۱۶	،، محمد ابوسعید صاحب			۵
۱۷ مئی	۱۳۰	جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب			۳۱
،،	۱۳۲	اے ایس ایس احمد صاحب			۵
،،	۱۳۳	ایس لے کڈنا			۲
۱۹ ،،	۱۴۵	،، ڈاکٹر این اکبر خانصاحب			۱
۲۳ ،،	۱۹۱	،، محمد نور الزمان صاحب چودھری			۵
۳۱	۱۹۶	،، ای سی سردوس الہ صاحب		۶	۶
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو مئی ۱۹۳۸ء		۴	۵۱۲
		،، اشاعت اسلام ،،			۷۸
		،، ووکنگ گزٹ		۱۲	۶
		،، کتب ،،	۹	۱۵	۳۶۶
			۹	۷	۱۳۲۵

تفصیل آمد مفت تقسیم برائے رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۳ مئی	۱۶۳	جناب جمال محمد صاحب			۵
۲۴ ،،	۱۷۰	،، ایم - ایچ محمد ایوب صاحب			۷
			۰	۰	۱۲

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور - ماہ مئی ۱۹۳۸ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۲ مئی	۱	تنخواہ عملہ بابت ماہ اپریل ۱۹۳۸ء		۵	۲۱۸
	۲	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک ۴۲۳۱ تا ۴۴۵۵ - اور ۱ تا ۴۵ ما خرید کتب برائے فروخت سٹیشنری ترجمہ برائے اشاعت اسلام مہمان نوازی تجدید ٹیلیگرافک ایڈریس کتابت بقایا از ماہ اپریل و علی الحساب ۲ ریم کاغذ برائے گزٹ متفرق ۲۲۹ - ۳ - ۳	۳	۳	۲۲۹
	۳	میسرز این سی گوئل ۳ ریم کاغذ برائے اشاعت اسلام ۵ ریم ضمیمہ اسلامک ریویو ۳ ریم کرافٹ برائے ریپر اسلامک ریویو		۴	۶۳
	۴	میسرز رین پرنٹنگ پریس طباعت ووکنگ گزٹ نمبر ۱۹ و ۲۰ اور ضمیمہ اسلامک ریویو اکتوبر و نومبر و دسمبر ۱۹۳۸ء		۸	۴۱
	۵	میسرز رین پرنٹنگ پریس طباعت ووکنگ گزٹ نمبر ۴ - مورخہ ۲۰ فروری و نمبر ۱۸ و مضامین اسلامک ریویو			۳۴
	۶	میسرز نیو یونین پریس طباعت بجٹ ۱۹۳۸-۳۹ء			۲۳
	۷	میسرز فوٹو آرٹ کمپنی بنوائی بلاک اسلامک ریویو		۷	۲۱

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ـ مئی ۱۹۳۸ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۲ مئی	۸	میسرز کمرشل یونین پریس طباعت رسید منی آرڈر فارم وغیرہ		۸	۱۴	۲ مئی	۱۰	کرایہ دفتر و بنگلہ بابت ماہ اپریل ۱۹۳۸ء			۴۵
	۹	میسرز کلکتہ آرٹ پرنٹنگ ورکس طباعت خلاصہ رپورٹ مشن ۴ ہزار	۶	۱۱	۵۶		۱۱	میسرز مینشل ٹریڈنگ کمپنی ۸ رم کاغذ برائے اشاعت اسلام			۳۶
											۱۰۰۲-۱۳-۹

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ـ ماہ جون ۱۹۳۸ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۴ جون	۲۰۵	جناب کرم الٰہی صاحب قریشی			۵	۲۹ ”	۳۸۷	جناب سید محمد صاحب			۵
۷ ”	۲۱۰	” خانبہادر شمس الحسن صاحب			۲۵	”	۳۸۸	” آئی ایم جعفری اسکوائر			۳۰
”	۲۱۱	” سراج الدین احمد صاحب			۱۰			فروخت رسالہ اسلامک ریویو		۲	۴۳
۷ ”	۲۱۷	” خانبہادر منہاج الدین صاحب			۱۰			” اشاعت اسلام		۱۲	۴۳
۸ ”	۲۲۹	” علی احمد خاں صاحب			۵			” ووکنگ گزٹ		۱۲	۱۵
”	۲۳۰	” محمد بو سعید صاحب			۵			” کتب	۱۱	۵	۵۴۷
۱۰ ”	۲۴۰	” کے ایچ منیار صاحب			۲			میزان	۱۱	۷	۱۲۱۲
۱۳ ”	۲۵۴	” عبدالکریم صاحب			۵						
۱۵ ”	۲۹۶	” قاضی منہاج الدین صاحب			۲۴						
”	۲۹۷	” قاضی عبدالحفیظ صاحب		۸	۷						
۱۶ ”	۳۰۸	” محبوب خاں صاحب			۳						
۲۱ ”	۳۴۴	” ای یو ـ حاجی احمد صاحب			۱۰						
۲۲ ”	۲۵۶	” آغا محمد ابراہیم صاحب			۲						
۲۵ ”	۳۷۳	” مسز محبوب خاں صاحب			۵						
۲۷ ”	۳۷۹	” ایس ایم سمیع صاحب			۱۰						

تفصیل آمد مفت تقسیم برائے اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی	پائی	آنہ	روپیہ
۳ جون	۲۰۴	خانصاحب ڈاکٹر سلیمان خاں			۵
۶ ”	۲۱۲	جناب سراج احمد سلام صاحب			۱۰
۱۳ ”	۲۵۱	” ریاض الدین احمد صاحب			۵
۱۴ ”	۲۶۱	” وی کے محمد صاحب			۵
۵ ”	۲۹۷	” قاضی عبدالحفیظ صاحب			۱۵
۱۸ ”	۳۳۱	” محمد شریف خانصاحب			۵
					۵۵

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ـ ماہ جون ۱۹۳۸ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۱ جون	۱۲	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور ماہ مئی ۱۹۳۸ء		۵	۲۱۸	۱ جون	۱۸	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل: محصول ڈاک از نمبر ۴۷ تا ۱۸؛ خرید کتب برائے فروخت؛ ترجمہ برائے اشاعت اسلام؛ کتابت اشاعت اسلام بقایا ماہ مئی و علے الحساب جون ۱۹۳۸ء؛ واپسی امانت آر آر نمبر ۱۰۲۷؛ سٹیشنری؛ متفرق ـ ۲۸۷-۶-۶	۶	۶	۲۸۷
”	۱۳	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل: محصول ڈاک از نمبر ۴۵ تا ۴۷؛ خرید کتب برائے فروخت؛ سٹیشنری سیاہی وغیرہ؛ ۲ رم کاغذ برائے ووکنگ گزٹ لیتھو؛ مضمون ٹائپ کرائی؛ مہمان نوازی؛ واپسی امانت؛ متفرق ـ ۲۸۷-۱۱-۶	۶	۱۱	۲۸۷	۱۷ ”	۱۹	کرایہ ریلوے از کراچی تا لاہور محصول چنگی لاہور برائے کاغذ اسلامک ریویو	۳	۱۳	۲۶۴
	۱۵	خرید کردہ کاغذ برائے اسلامک ریویو از سپالڈنگ ہاج لندن		۲	۵۴۶						۱۸۰۴-۷-۳

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز وخطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآبِ حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک واحتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط وکتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم ونومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیرِ اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس۲۱ سالہ تبلیغی تگ ودو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین وامریکن اخوان وخواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین وفوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز وگداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب وامریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ وامریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ وتاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب ورسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک وشبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قایم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کر لیں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز وہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد واحساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں اشاعت اسلام ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت وہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی ووہمی حالات سے نکل کر۔ اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز وکامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری وآزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ وامریکہ میں فقط توحید ورسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی ومغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے، (۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۸ہ ہے (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ہ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ہ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا ہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت وحمایت کی بجائے یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے۔ مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آئندہ کیلئے کسی حبہ کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم ونسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنیوالی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں۔ (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam, The Mosque, WoKing, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

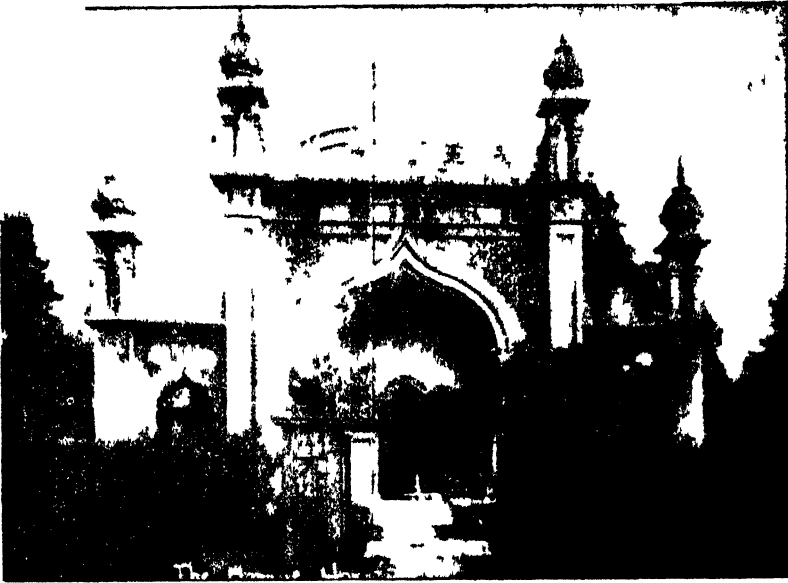
Nomber 1938 Regd L. No 908

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (سے عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (شہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

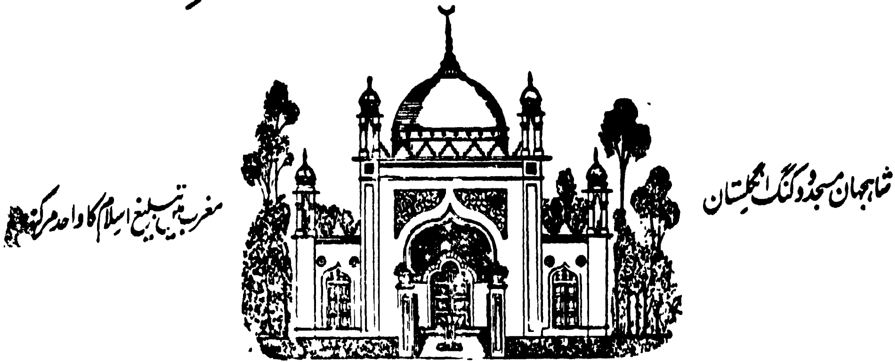
ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کا نام **"ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ"** ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے



"Having been brought up from childhood to manhood in Christianity, and being familiar with all the elements of that religion, I feel convinced that in Islam there are all important points which indicate that Christianity remains incomplete. I became fully convinced when day after day I watched Muslims at Prayer, and observed the cleanly way in which they confront their Maker. I became attracted and kept reading books which I obtained from the Woking Muslim Mission, and which finally have brought about my conversion to the faith of the last Holy Prophet Muhammad."

Ash-hado an là ilàha ila 'l-Lah Muhammada'r-Rasúla'l-Làh.

I will, as opportunity offers itself, contribute my own quota in that wonderful "ISLAMIC REVIEW" of yours which is working such wonders for Allah. It really is a very useful monthly paper for all to read and be enlightened by. I do most cordially congratulate you. May the Review ever continue to propagate the Truth of God to His Creatures on Earth.

MOHAMMAD MUSTAPHA COLLEY,
Bathurst Gambia.

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۴ | بابت ماہ نومبر ۳۸ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ | نمبر ۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ نومبر ۳۸ء

شذرات

رسالہ ہذا کو مسٹر محمد مصطفےٰ اکوبی کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ صاحب موصوف نے عیسائی گھرانے میں پرورش پائی ہے۔ آپ اکثر اسلامیات کے مطالعہ میں اپنا وقت صرف کیا کرتے تھے۔ مرور زمانہ سے آپ کی طبیعت میں اسلام کی حقانیت کا بیج بویا گیا۔ اور آپ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

گزارش

رسالہ ہذا کے اکتوبر نمبر میں "اعلان" کے عنوان سے ہم نے قارئین کرام کو مطلع کیا تھا کہ رسالہ اشاعت اسلام کا آئندہ نمبر ڈبل ہوگا۔ یعنی نومبر اور دسمبر کے نمبر یکجا شائع ہوں گے۔ بعض وجوہ کی بنا پر ہم ایسا کرنے سے قاصر رہے۔ لہٰذا نومبر ۱۹۳۸ء کا واحد نمبر ہی ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے دسمبر کا پرچہ حسب معمول شائع ہوگا۔

آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم

مسٹر حامد رضا صاحب بی اے (علیگ)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو جلد ۲۴ نمبر ۱)

مسٹر میک لیک کی رائے یہ ہے کہ "جدید مسلک تشکیک کی یہ حیرت انگیز کامیابی جسے جدید غیر مسیحی یا غیر مذہبی مسلک انسانیت کہنا چاہئے - یورپ کے ہر ملک میں دہرائی گئی - اس غیر مسیحی مسلک کا باعث، مذہب اسلام ہے، جس کی بدولت، ادبیات جدیدہ میں مسلک انسانیت کا پس منظر قائم ہوا - مارلو - والٹر ریلے اور ملٹن یہ سب مسلک عقلیت کے پیرو تھے - ملٹن کے عقیدہ مخلوقیت ابن اللہ اور تعدد ازدواج کو کلیسائی مذہب کے خلاف قرار دیا گیا - امریکہ کے معیاری شعراء بھی اسی جدید انقلابی فکر کے حامی نظر آتے ہیں - باتھورن، ایمرسن، لانگ فیلو، وہیٹیر اور ہومز، یہ سب موحد عیسائی تھے مسیحی توحید دوسرے لفظوں میں مسیح کی الوہیت کا انکار اور اس کی انسانیت کا اعتراف اور آنحضرت صلعم کی تعلیمات سے اس مسلک کو موجودہ زمانہ میں مزید تقویت حاصل ہوئی ہے - ان شعراء کو مسیحیت میں کوئی روحانیت نظر نہیں آئی - چنانچہ ایمرسن لکھتا ہے کہ مسیحیت تو علم الاصنام ہو کر رہ گئی ہے جس طرح اس کے ظہور سے قبل یونان اور مصر کی شاعری تھی - رسل لویل، ایلن پو، لی لینڈ بریٹ ہارٹ، وہائٹ مین، یہ سب عقلیت کے پیرو تھے - انگلینڈ اور خصوصاً یورپ میں، شاعروں کی حقیر اقلیت بے شک مسیحی تھی - لیکن امریکہ میں کوئی مسیحی نہ تھا" انیسویں صدی کا لٹریچر ہمارے دعوے کا مؤید ہے کہ اس کے غیر رہبانی رجحانات خالص اسلام کی پیداوار ہیں - میٹرلنک، ماپاسینٹ مورو، وکٹر ہیوگو، فرانس میں، فنشر، گریلپارزر، نیٹشے، رکٹر، ہین، گوئٹے، شلر، فختے کینٹ، اور سپینگلر، جرمنی میں، ای ڈی امیسس، بوئیٹو، پسکولی، ڈی کونٹس، اور ریپی ساردی، اطالیہ میں، بیگیسین کا ونٹ گلنبورگ، ابسن، کیگرین، اور سٹرنڈبرگ شمالی یورپ میں، ان سب لوگوں نے باقاعدہ اس زہد اور رہبانیت کے خلاف لکھا ہے جس نے صدیوں تک کلیسا کی تاریخ کو متاثر کیا ہے - ڈارون، ہیکسلے، ہیکل، فروڈ، میک ڈوگل، مارکس، برگساں

انگرسال جیمس، ہافڈنگ، لیکی، شا، ویلز، بریڈلے، الگزنیڈر، ایڈنگٹن جیمس جینز آرتھر کیتھ اور دیگر متعدد علماء نے جو فلسفہ جدید کے علمبردار ہیں، اس مسلک کی تدوین کے لئے جدوجہد کی ہے جو رہبانیت کے سراسر خلاف ہے۔ اور رہبانیت کے خلاف جو کوشش انہوں نے کی ہے، یقیناً اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر کی ہے۔ حتیٰ کہ لوتھر بھی مسیحیت کی خرابیوں کے خلاف آواز بلند کرنے میں آنحضرت صلعم کی تعلیمات سے متاثر ہوا ہے۔ اور نیٹشے نے رہبانیت کے خلاف جو یہ تاریخی فقرہ سپرد قلم کیا ہے اس کا ماخذ بھی اسلامی تعلیمات ہی ہیں۔

"اور اگر اس انسان نے خانقاہیں قائم کیں اور ان کے دروازوں پر یہ عبارت لکھی کہ" یہ تقدس کے دروازے ہیں"، تو بھی میں یہ کہتا ہوں کہ اس سے کیا فائدہ ہوا؟ یہ بے وقوفی کی ایک صورت ہے۔ ایک طاقتور، مضبوط اور عظیم الشان انسان ظہور میں آنے والا ہے۔ جو سراپا زندگی ہوگا۔ اور اس کی نسل سے فوق البشر پیدا ہوگا۔ جو اپنی زندگی، امید اور ارادہ کا مقصد غیر قابل تسخیر جذبہ کو بنائے گا۔"

اسلام دراصل ایک انقلاب ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی کامل، حیرت انگیز اور فوری انقلاب آج تک بنی نوع آدم پر اس دنیا میں طاری نہیں ہوا ہے۔ اسلام جدید علمی افکار میں، جدید تمدنی اور ثقافتی مسائل میں اور بین الثقافتی تعلقات میں بنی نوع آدم کی تمام اعلیٰ ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔ اس نے ضعیف آزاری کے تمام ذرائع اور روح کو فنا کرنے والی تمام جہالتوں کو یکسر مٹا دیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے مذہبی پیشواؤں کو دنیاوی اور دینی، دونوں طاقتوں سے محروم کر کے، دنیا کی راحت اور آزادی میں بہت اضافہ فرما دیا ہے۔ واضح ہو کہ مذہبی پیشواؤں کے اختیارات اور حقوق کی وجہ سے تہذیب کی ترقی میں بڑی رکاوٹیں پیدا ہو گئی تھیں حقیقت

موجودہ اقتصادی مشکلات کے حل سے آگاہی کے لئے ناظرین کو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کے فاضلانہ اور سیر حاصل مضمون "اقتصادی مشکلات کا اسلامی حل" کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ جو اسلامک کلچر حیدر آباد دکن، اپریل ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مسٹر این پی اگناٹڈ کا مضمون "مالیات کا اسلامی نظریہ" بھی غور کے ساتھ پڑھنا مفید ہوگا۔

یہ ہے کہ اجاریت کے منصب نے روحانی مذہب کو بہت ہی نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس طبقہ کی روحانی اجارہ داری، نسل انسانی کی تاریخ میں غالباً ذلیل ترین فریب کاری ہے۔ افسوس یہ ہی کہ تہذیب کی ترقی نے، اس جرم کی اہمیت کا ابھی تک صحیح اندازہ نہیں لگایا۔ اجار کے زیر اثر آکر، مذہب لوگوں کے لئے، مشرق اور مغرب، دونوں میں ایک قسم کی افیون بن گیا ہے چنانچہ یوربین تاریخ کے صفحات سے پاپایان روم کی چیرہ دستیوں کی داستان کبھی محو نہیں ہو سکتی اور ہندوستان میں برہمنوں کی مذہبی فرمانروائی کی تاریخ بھی کچھ کم شاندار نہیں ہے۔ یہ لوگ اس ملک کے باشندوں کی روحانیت کی حفاظت کے مدعی رہے ہیں۔ پس آنحضرت صلعم بنی نوع آدم کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے ہمیشہ کے لئے اجاریت کے مہلک عنصر کو مذہبی دُنیا سے خارج فرما دیا ہے۔ اور اس اصلاح کی بدولت آپؐ نے تمام مذہبی اور دنیاوی تاریخ کا رُخ بدل دیا ہے۔ اور مذہب کو فن حکومت اور بازیچۂ سیاست کی شاخ بنجانے سے محفوظ کر دیا۔ مغربی ممالک ہنوز ارباب مذہب و سیاست کی گرفت میں ہیں اور یہ گرفت انسانیت کے لئے بہت مضر ہے اور ان ممالک کے باشندوں کو اپنی آزادی کے لئے زبردست مقابلہ کرنا پڑے گا۔

اسلام، بقول کیٹنی دنیائے مذہب میں "ایک عظیم الشان انقلاب" ہے۔ اور آنحضرت صلعم تاریخ کی طاقتوں کو منظم کرنے کے لئے ایک زبردست معلم ہیں، جن کی بدولت تخیلات کی ایک نئی دُنیا پیدا ہو سکتی ہے۔ آپؐ نے محرک عالم نفسیاتی قوتوں کو بیدار کر دیا ہے۔ اور انسانی روح کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ آپ خاتم سلسلہ انبیا ہیں یعنے خاتم النبیینؐ ہیں اور آپؐ نے اپنے متبعین کو ایک ایسا قانون عطا فرما کر، جو انسانی تجارب کی گہرائیوں سے پیدا ہوتا ہے، آزادی عطا فرمائی ہے۔ اسلام کا تخیل ختم نبوت بنی نوع آدم کی سنجیدہ ترین توجہ کا مستحق ہے۔ اس کا نتیجہ جمود نہیں ہے بلکہ بڑی ثقافتی قیمت کا حامل ہے۔ وہ زندگی کی ترقی پذیر حقیقت پر زور دیتا ہے اور ایسی ثقافتی فعالیت پیدا کرتا ہے جو زندگی کے ترقی پذیر نظریہ پر منتج ہوتی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اب آنحضرت صلعم کے بعد بنی نوع آدم روحانی طور پر کسی دوسرے انسان کے محکوم نہیں ہو سکتے۔ اسلام میں ختم نبوت کے تخیل سے انسانی ترقی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسلام اپنی اصل کے لحاظ سے ایک تخلیقی مذہب ہے اور سراپا حریت ہے۔ درحقیقت اسلام کا مفاد، ان تخلیقی قوتوں سے وابستہ ہے جو غیر عقلی زندگی کی ستم رانی کے

کے خلاف بغاوت کرتی ہیں۔ تمام قدیم مذاہب کے مطالعہ کے بعد، اسلام کا مطالعہ انسان کو دماغی تفریح عطا کرتا ہے۔ ہم نے نمایاں طور پر، یہودی انبیا کے مذہب کو چھوڑ کر، اسلام کی نئی قلمرو میں قدم رکھا ہے۔ اسلام کی بدولت انسانیت کو نئی زندگی حاصل ہوتی ہے اور وہ نئی حاصل شدہ حکمت کی بدولت اپنے نئے مسائل کا حل خود دریافت کر سکتی ہے۔ اور ایک برتر عقلی دنیا میں داخل ہو جاتی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ "اسلام کا ظہور دنیا میں استقرائی عقل کا ظہور ہے" اجباریت کا خاتمہ، ملوکیت کا خاتمہ، عقل کی حکومت، قرآن کا تجربہ اور مشاہدہ پر زور دینا، اور تاریخ اور فطرت کے مطالعہ کی طرف متوجہ کرنا، یہ سب ختم نبوت کے اصول کے مختلف پہلو ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ صوفیانہ تجارب جو بلحاظ خواص، پیغمبرانہ تجارب سے مختلف نہیں ہیں، حقیقت نابتہ کے اعتبار سے ختم ہو گئے ہیں۔ پس خاتمیت کے تخیل کے یہ معنے نہیں ہیں کہ زندگی کے آخری انجام یہ ہوگا کہ عقل، انسانی جذبات کو بالکل فنا کر دے گی۔ ایسی صورت نہ تو پسندیدہ ہے اور نہ ممکن ہی ہے۔ بلکہ اس تخیل کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے باطنی تجارب کی نئی نئی راہیں کھل جائیں۔"

(خطبات مدراس صفحہ ۱۲۶)

بنی نوع آدم اس وقت ایک دوراہے پر کھڑے ہوئے ہیں اور انسانی زندگی کے ابتدائی اصولوں کو عظیم الشان تخیلات سے تصادم کا خطرہ لاحق ہے۔ اور مادی فلسفہ عقلیت نے اخلاقی اصولوں پر بےحسی کی کیفیت طاری کر دی ہے اور زندگی کو مادیات پر قربان کیا جا رہا ہے۔ اور یہ فعل خودکشی کا مترادف ہے گویا مذہب اور تمدن کا مستقبل اس وقت بہت خطرے میں ہے۔ فاشستی ملوکیت نے عالمگیر خطرہ پیدا کر دیا ہے اور مذہب کی حیثیت یہ ہے کہ وہ اس وقت یورپین ملوکانہ طاقتوں کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔ جس کو توسیع مملکت کی غرض سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ مسیحیت کی ناہمواری اور علوم جدیدہ کے سامنے اس کی سپراندازی کی وجہ سے مذہب کی زندگی بالکل خطرے میں پڑی ہوئی ہے۔ اشتراکیت تو انسانیت سے بالکل ناامید ہو چکی ہے۔ اور چونکہ انسانیت اس وقت مادیت کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ اس لئے اشتراکیت تیزی کے ساتھ اپنا عمل کر رہی ہے۔ بدیں وجہ دنیا اس وقت ایک شدید روحانی انتشار میں مبتلا ہے۔ اسلام کا واسطہ اس وقت ایسے انسان سے ہے جو چکی کے دو پاٹوں کے درمیان ہے۔ ایک تو انسان کی باطنی نفسانی کمزوری، دوسرا مشینوں کا دور، جو اس پر خارج میں حکمران ہے۔ اس وقت تمام

دُنیا اس خوراک کی بھوکی ہے جو اسلام دینے کا مدعی ہے۔ جس طرح درخت اپنا پھل دیتا ہے اسلامی اصولوں پر عمل کرنے سے ہی دُنیا کی نجات ہو سکتی ہے۔ اور صرف اسی طریقہ سے اس کی ترقی ممکن ہے اسلام مکمل فعالیت ہے جو انسانی زندگی کے ساتھ وابستہ ہو سکتی ہے۔ اور تاریخی شہادت اور موجودہ ضروریات اس کی قیمت کو ثابت کر سکتی ہیں۔ اس کی تخلیقی قوتوں کا اظہار جو کہ انسانوں میں راستبازی عدل، اخوت، اور محبت الٰہی کی صورتوں میں ہوتا ہے۔ اس میں بالقوت موجود ہے۔ صرف اسلام ہی ہمکو یکطرفہ مادی رجحان فکر کے ظلم سے رہائی دے سکتا ہے۔ موجودہ عالمگیر انتشار دراصل روحانی اور اخلاقی ہے اور اسلام ہی اس عظیم الشان مسئلہ کو حل کر سکتا ہے۔ جو اس وقت ہر سوسائٹی کو درپیش ہے کیونکہ ایک طرف وہ ان اہم ضروریات زندگی کے لئے فوق العقل احکامات کا حامل ہے۔ جو اس کے لئے ضروری ہیں، اور دوسری طرف، وہ انسان کی عقلی طاقتوں کو آزادی عمل عطا کرتا ہے جنکی بدولت کسی جماعت کے تمام افراد عمرانی استواری کے بلند مقام تک پہنچ سکتے ہیں۔ ان فوق العقل رجحانات کے بغیر جن کی تخلیق جبلت یا مذہب کی طرف سے ضروری ہے، اقوام کی سوسائٹی معرض ظہور میں نہیں آسکتی اور اس کا قیام روحانی دانائی اور دانشمندی کے تعاون پر منحصر ہے۔ اس موقعہ پر بھی اسلام بین الاقوامی سیاسیات کی گتھی کو سلجھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ سنوک ہرگرونجی نے لکھا ہے "تمام انسانی اقوام عالم کو ایک سلک میں منسلک کرنے کا تخیل اسلام سے بڑھ کر کسی مذہب نے پیش نہیں کیا۔ کیونکہ حضرت محمد (صلعم) کے مذہب کی رو سے جو مجلس اقوام عالم قائم ہوگی اس میں مساوات انسانی کا اصول اس طرح کارفرما ہو سکتا ہے کہ دُنیا کا کوئی مذہب اس باب میں اسلام کا حریف نہیں ہو سکتا" کوئی شخص اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ اسلام دانش ایزدی کے کمال کا مظہر ہے۔ چنانچہ گوئٹے کا تاریخی اعتراف خصوصیت کے ساتھ لائق توجہ ہے:" اسلامی تعلیمات میں انسانوں کی تمام ضروریات کا حل موجود ہے۔ اور اس لحاظ سے دُنیا کے تمام مذاہب اور تمام افراد، اسلام سے بہتر نظام حیات پیش نہیں کر سکتے"۔ گویا مشرق اور مغرب کے تمام مذاہب میں جسقدر خوبیاں ہیں۔ وہ سب اسلام کے اندر مجتمع ہو گئی ہیں۔

پس آؤ، ہم سب آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں، جس طرح کہ آپؐ کے صحابہ کرامؓ اور روحانی فرزند چلے تھے۔

لاشرقیا و لاغربیا

(مسٹر ڈبلیو بی بشیر پکرڈ بی اے ۔ کینٹب)

برادران و خواہران! میں اپنی تقریر سورۂ نور کی حسب ذیل آیت سے شروع کرتا ہوں :-

اللہ نور السموات والارض ، مثل نورہٖ کمشکوٰۃٍ فیہا مصباحٌ المصباح فی زجاجۃٍ ، الزجاجۃ کانہا کوکبٌ دریٌّ یوقد من شجرۃٍ مبارکۃٍ زیتونۃٍ لاشرقیۃٍ ولا غربیۃٍ یکاد زیتہا یضیٓءُ ولو لم تمسسہ نارٌ ، نورٌ علیٰ نورٍ یہدی اللہ لنورہٖ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیءٍ علیم ۔"

" اللہ ہی کے نور سے آسمان اور زمین کی روشنی ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اور اس میں ایک چراغ رکھا ہے اور وہ ایک شیشی کی قندیل میں ہے۔ اور قندیل گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے۔ وہ چراغ زیتون کے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ اس کا تیل ایسا ہے کہ اگر اسے آگ نہ چھوئے تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے آپ جل اٹھے گا۔ غرضیکہ نور پر نور ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف راہ دکھاتا ہے اور لوگوں کے سمجھنے کے لئے اللہ مثالیں (بھی) بیان کرتا ہے۔ اور اللہ ہر شے کے حالات سے واقف ہے ؟"

میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس آیت کے بعض مقامات کی تشریح قرآن مجید سے کر دی جائے تو میرے مضمون کی وضاحت ہو سکے گی ۔

اللہ نہ صرف بنی نوع آدم کے لئے روشنی ہے تاکہ وہ ان کو اپنی برکات کے راستہ پر چلائے بلکہ وہ آسمانوں کی روشنی ہے ، اور وہ ستاروں کی روشنی کو منضبط کرتا ہے ، ہدایت دیتا ہے اور رہنمائی کرتا ہے۔ جو اس عظیم الشان کائنات میں ہیں ۔ اور وہ ہر ایک ذی عقل شے کا جو اس میں ہے۔ خالق اور منبع ہے ۔ وہ ہمہ گیر اثر ہے۔ اور وہ اس غیر محدود فضا کا مالک اور حاکم ہے ۔ اگر ہم اسکے

نور کی تشبیہ کے جو یا ہیں تو عربی لفظ مشکوٰۃ سے مدد مل سکتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس لفظ کی موزونیت پر غور کریں۔ اور اس کے دوگونہ مفہوم کی خوبی کو ملاحظہ کریں۔ اولاً مشکوٰۃ کا ترجمہ لفظ ستون سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس لفظ سے ہم کو ایک منور چراغ کا مفہوم حاصل ہو سکتا ہے جو کہ ایک ستون پر چمک رہا ہو اور دور دور اپنی شعاعیں پھیلا رہا ہو۔ اور ہر شے کو منور کر رہا ہو، ادنےٰ اور اعلےٰ سب کو گویا برکت کا ایک اعلیٰ نشان ہے۔ ہر شخص اس سے مستفید ہو سکتا ہے اور ہر شخص کو نظر آ سکتا ہے۔ یہ اس لفظ کا خارجی یا ظاہری مفہوم ہے۔

لیکن ثانیاً لفظ مشکوٰۃ کے معنے طاقچہ کے بھی ہیں۔ اور اس لفظ سے ہمارے دماغ میں ایک صوفیانہ مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ یعنی ہمارے دماغ میں ایک مقدس روشنی کا تصور پیدا ہوتا ہے جو کہ مسجد کے طاق سے مومنوں کے قلوب پر صادر ہوتی ہے۔ یا پھر ایک آسان صورت یہ ہے کہ ہم ایک ایزدی چراغ کا تصور کریں۔ جو ایک مسلمان کے گھر میں طاق پر رکھا ہوا ہے اور اس گھر کے اندر ہر شے کو منور کر رہا ہے اور برکت دے رہا ہے اور سب کی رہنمائی کر رہا ہے، ادنےٰ اور اعلےٰ سب کی۔ یہ اس لفظ کا باطنی یا صوفیانہ مفہوم ہے۔

زمین و آسمان کا نور، یا اللہ کا نور یا اسلام، ایک ایسے مبارک زیتون کے تیل سے نکلتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ اور اس مبارک زیتون کے درخت سے ایک روشنی بخش تیل نکلتا ہے۔ جو اپنی منور ذات کی بدولت روشنی دیتا ہے۔ اور جب لیمپ میں جلایا جاتا ہے تو ارد گرد سب کو منور کر دیتا ہے اور اس کی روشنی میں دوگونہ چمک ہوتی ہے۔ یعنی وہ نورٌ علےٰ نور ہے۔ پس الہام کا تیل ایک باطنی روشنی عطا کرتا ہے۔ اور الہام ایک روشنی عطا کرتا ہے جو دوسروں تک منتقل ہو سکتی ہے۔ بلاشبہ **نورٌ علےٰ نور**۔

اب خدا کا نور آسمانوں اور زمین پر پھیلا۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ آسمان، زمین سے کس قدر بڑے ہیں؟ اور جب تمام آسمان، خدا کے نور سے منور ہوں تو کس طرح اس نور کو شرقی یا غربی کہا جا سکتا ہے؟ اور آسمانوں کی وسعت میں کیا بالائی اور پستی یا شرقی اور غربی کا تخیل کھپ سکتا ہے؟ کیا یہ اصطلاحات جو بجائے خود محدود ہیں۔ زمین کی محدودیت اور تنگدامانی پر دلالت نہیں کرتیں؟

لیکن چونکہ فی الحال ہم زمین پر ہیں اور ہمارا نفع اور نقصان، برائی اور بھلائی اور نیکی اور بدی کا دائرہ عمل سب کچھ زمین سے وابستہ ہے تو پھر ہم فی الحال اپنی توجہ صرف زمین ہی پر مرکوز کرنا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ خدا کا نور دُنیا کو منور کرتا ہے؛ اسلام برکات کی روشنی ہے بنی نوع آدم کے لیئے۔
اور اسلام کیا ہے؟ خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا۔ ایسی عاجزی کے ساتھ جو طلب ہدایت کا نشان ہو اور ایسی شکرگزاری کے ساتھ جو ہمیشہ خدا کی تعریف پر دال ہے۔ اور خدا کی منور مہربانیوں کو ایسی محبت کے ساتھ استعمال کرتا ہے جس سے ہمارے دل کا غرور سب خارج ہو جاتا ہے۔ اور وہ تمام بنی نوعِ آدم کو ہمارا بھائی بنا دیتا ہے، یہ اسلام، یہ خدا کا نور، ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ شرقی یا غربی ہے؟
بے شک اسلام نہ شرقی ہے نہ غربی۔ کیونکہ اسلام ایسا مذہب ہے جس نے جملہ امتیازات رنگ و نسل و طبقات کو فنا کر دیا ہے۔ اور قومیت کی تنگ حدود کو مٹا دیا ہے۔ اور نسلی تعصبات کو فنا کر دیا ہے پس شرقی اور غربی کی اصطلاحات، اسلام کی اخوت آمیز محبت کی روشنی میں بے معنی قرار پائیں گی حقیقت یہ ہے کہ اسلام اختیار کر کے اس پرخلوص کے ساتھ عمل کرنے سے، مشرق اور مغرب کے افراد ایک بلند مقام پر پہنچکر ایک دوسرے سے ملاقی ہو سکتے ہیں۔ جہاں نہ شرق ہے نہ غرب، بلکہ صرف ایک سنجیدہ اور محبت کرنے والی انسانیت ہے۔ جسے "مُسلم" کہہ سکتے ہیں۔
اور اب میں اپنے سامعین سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی توجہ مسئلہ کے دوسرے پہلو پر مبذول کریں۔ جب ایک شخص، ایک ایسے مذہب کی وکالت کرتا ہے جو نہ شرقی ہو نہ غربی، تو بعض لوگ شاید یہ کہیں کہ اسلام تو بلاشبہ ایک مشرقی مذہب ہے۔ بلکہ وہ عرب میں پیدا ہوا، اور قرآن جو اسلام کی مذہبی کتاب ہے وہ عربی زبان میں ہے۔
ایسے لوگوں سے میں دریافت کروں گا کہ مسیحیت مشرقی ہے یا مغربی؟ اور دنیائے مسیحیت کہاں ہے جناب مسیح کونسی زبان بولتے تھے اور بائیبل (عہد قدیم اور عہد جدید) کس زبان میں لکھی گئی؟ اگر لوگ مسیحیت کو مغربی کہہ سکتے ہیں تو پھر اسلام بھی مغربی ہے اور اگر لوگ یہ کہیں کہ مسیحیت مشرقی ہے تو پھر مغرب کو یہ غرور آمیز تفوق کہاں سے حاصل ہو گیا؟ اور یہ مغربی مادیت کہاں سے آئی؟ اگر مغرب آج مادیت کا شکار ہے تو مسیحیت کیوں دولت کے دیوتا کی پرستار رہے؟ لیکن متبرک زیتون کا درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی، جو ہم کو خدا کی معرفت روشنی کا تیل دیتا ہے یعنی وحی و الہام، جو کہ اس قدر روشن

اس قدر منور، اور اس قدر تسلی بخش اور عند العقل قابل تسلیم ہے کہ اسے کسی انسان کی کوششوں کی ضرورت نہیں۔ وہ خود بخود دلوں میں گھر کرتا چلا جاتا ہے۔ بلکہ اس کی روشنی دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور بلا شبہ یہ چراغ اسلام ہی تو ہے۔

اے بھائیو اور بہنو! میں آپ سے اپیل کروں گا اور ان سے بھی جن کو میرے یہ الفاظ پہنچیں کہ آپ اس حقیقت کا احساس کریں کہ آج خدا کے فضل سے تمام رکاوٹیں دور ہو چکی ہیں۔ اور مشرق اور مغرب کے مابین تمام اختلافات دور ہو چکے ہیں۔ اور آپ مشرق اور مغرب کے اختلاف کے نقش کو یکسر اپنے دلوں سے محو کر دیں۔ بلکہ یہ یقین کریں کہ یہ اختلاف ہمیشہ کے لئے مٹ چکا ہے۔ آپ یقین کریں کہ مشرق مغرب سے اور مغرب مشرق سے متحد ہو سکتا ہے، مشرق، مغرب سے محبت کر سکتا ہے اور مغرب مشرق سے۔

اور یہ کس طرح بہترین طریق پر انجام پا سکتا ہے؟ یورپین اصحاب مشرقی کلچر اور زبانیں سیکھتے ہیں اور مشرق کے لوگ مغربی زبانیں اور کلچر سیکھتے ہیں۔ نہ صرف صنعتی، مادی اور معاشرتی اور روزمرہ زندگی کے اسباب عیش و عشرت بلکہ فلاسفہ حکما، اور مغربی فضلا، کے خیالات بھی اخذ کرتے ہیں۔ آپ ان لوگوں کے سوانح پڑھیں جو بنی نوع آدم کے خادم گزرے ہیں۔ جنہوں نے پوری طاقت کے ساتھ انسانیت کی خدمت کی۔ اے مشرق اور مغرب کے مسلمانو! علم حاصل کرو۔ جب جہالت دور ہو جائے گی، تو تمہارے اندر بردباری، تحمل، برداشت، اور رواداری پیدا ہو جائے گی۔ اور اس طرح آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عامل ہو سکیں گے "اطلبوا العلم ولو کان بالصین" علم حاصل کرو خواہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ملے۔

کوشش کیجئے کہ دنیا میں بہت جلد عالمگیر اسلامی اخوت قائم ہو جائے اور اسلام کی خوبیوں کی نشر و اشاعت میں دل و جان سے مصروف ہو جائیں۔ اور اپنا وقت دوسرے مذاہب کی کمزوریوں کے اعلان میں ضائع نہ کرو، اسلام کی خوبصورت بنیادوں کو حسن و جمال کی برکات سے قائم کرو۔ نہ کہ مناظرہ کی تلخی سے۔

"یھدی اللہ لنورہ من یشآء" چونکہ اللہ جسکو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے اس لئے اسلام کیوں نہ عالمگیر ہوتا؟ اتنا ہی وسیع، جسقدر کہ انسانیت وسیع ہے۔ خواہ مشرق کی طرف

سے خواہ مغرب کی طرف سے، خدا جسکو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا اپنی مہربانی سے مشرقی انسانوں اور مغربی انسانوں میں سے جن کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ نیز اس کا مطلب مزید یہ ہے کہ اگرچہ آنحضرت صلعم کی ذات میں نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اور چونکہ آپ آخری نبی ہیں اس لئے آئندہ کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن خدا اپنے الہامات کا نور، اپنے فرمانبردار اور راستباز بندوں میں سے جن پر چاہے گا نازل کرتا رہے گا۔

بالفاظ دیگر اگرچہ قرآن مجید جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا ہے۔ اور انسانوں کے لئے خدا کی طرف سے ہدایت کاملہ ہے اور غیر محرف رہے گا۔ جسکی نہ کبھی تجدید ہوگی نہ اصلاح تاہم اگر خدا پسند کرے تو وہ لوگ جو اس ہدایت کی اتباع کی بدولت اس کا قرب حاصل کر سکینگے، اس کے الہامات کے نور سے محروم نہیں کئے جائینگے۔

واللہ بکل شئ علیم ؕ

الصلوٰۃ والصیام فی الاسلام

(از جناب ایم اے رحمٰن صاحب)

۱۳۵۶ برس گزرے، چھٹی صدی عیسوی میں ہمارے رسولؐ نے اولاً عربوں کو اور بعد ازاں کل دنیا کو اسلام کی دعوت دی، جو اللہ کا نازل کردہ مذہب ہے۔ بتدریج مگر استواری کے ساتھ اس مذہب کے پیروؤں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ اگرچہ آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہ کو دشمنوں کے ہاتھوں بہت سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ آج اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اس کے پیرو، دنیا کے ہر گوشہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور اس بنا پر اسلام کا دنیا کے چار بڑے مذاہب میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسلام جو کہ امن اور خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ تسلیم اندھی قسمت پہ صابر رہنا نہیں ہے۔ پانچ اصولوں پر مبنی ہے۔ (۱) توحید الٰہی اور رسالت جناب ختمیت پناہی کا اقرار۔ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج۔ میں اس مضمون میں نماز اور روزہ کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

دانستہ اعتراف توحید و رسالت کے بعد نماز کا درجہ رکھا گیا ہے۔ اور یہ وہ سنگ بنیاد ہے جس پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان بچہ پر خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی سات سال کی عمر کے بعد نماز فرض ہے۔ اگر مسلمان کی زندگی سے نماز خارج کر دی جائے تو وہ پھر صرف نام کا مسلمان رہجائیگا۔

آیئے ان اوقات پر غور کریں، جن پر یہ نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ نماز فجر کا وقت غیر معمولی ہے۔ یہ نماز طلوع آفتاب سے قبل ادا کی جاتی ہے اور اس کے لئے صبح کی نیند قربان کرنی پڑتی ہے۔ اور اس وقت نیند بہت میٹھی ہوتی ہے۔ اسی طرح دیگر چار نمازوں کا وقت بھی قربانی طلب کرتا ہے کیونکہ یہ اوقات ایسے ہیں جبکہ انسان دنیاوی کاروبار میں بہت مشغول ہوتا ہے۔ اور جب انسان دنیاوی امور میں منہمک ہوتا ہے تو یاد خدا سے غافل ہو جانا بہت قرین قیاس ہے۔ پس لازم ہے کہ ایسے اوقات میں وہ دنیاوی امور کو بالائے طاق رکھ کر، چند لمحے خدا کی یاد میں گزارے۔ تاکہ اس کی دنیاوی اور روحانی ترقی پہلو بہ پہلو چل سکے۔ کیونکہ مسلمان کی نظر میں، خدا کی معیت کا ایک لمحہ "ملک سلیمان سے بھی زیادہ قیمتی ہے"

اور یہ لمحہ اس کو نماز ہی میں میسر آسکتا ہے۔ وقت او رکام کی اس تھوڑی سی قربانی کا نتیجہ بہ حیثیت مجموعی اگر اس پر مزاولت کی جائے تو انجام کار انسان کو خدا کی قربت کی دولت عطا کر دیتا ہے۔

نماز کی روح اس کے اوضاع سے ظاہر ہوتی ہے۔ اوضاع جسمانی۔ وہ حرکات جسمانی جو بحالت نماز ظاہر ہوتی ہیں جن سے قلبی جذبات کا اظہار مقصود ہے۔ یہ پہلو دوسرے مذاہب میں ناپید ہے۔ تمام مخلوقات اپنے اپنے طریق پر خالق کی عبادت میں مشغول ہیں۔ کائنات میں جس چیز پر غور کریں اندک مشاہدہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تمام مخلوقات زبان حال سے عبادت میں مصروف ہیں۔ گو ہم ان کی عبادت کا مفہوم نہ سمجھ سکیں۔

مختلف مخلوقات مختلف انداز میں، اپنے خالق کی عبادت کرتی ہیں۔ اور چونکہ انسان خلاصۂ کائنات ہے اس لئے اس کی نماز کا طرز تمام مخلوقات کی نمازوں کے طریقوں کا جامع ہونا چاہئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کا مشاہدہ فرمانے کے بعد کہ فطرت خاموش انداز میں مصروف عبادت ہے۔ اپنے پیروؤں کے لئے فطری عبادت کے قوانین مقرر فرمائے۔ نماز میں چار منازل ہیں۔ پہلی منزل قیام ہے، اور یہ صورت درختوں اور پودوں کی وضع سے مشابہ ہے، دوسری منزل رکوع ہے اور یہ صورت چوپایوں کی حالت سے مشابہ ہے۔ تیسری منزل سجدہ ہے یعنی وہ انتہائی عاجزی کی صورت جو ایک غلام اپنے آقا کے سامنے اختیار کرتا ہے، جبکہ وہ آقا کی قدمبوسی کرتا ہے۔ یہ حشرات الارض کی حالت سے مشابہ ہے۔ چوتھی منزل جلسہ ہے اور یہ حالت جمادات کی وضع سے مشابہ ہے۔

پس ایک مسلمان اپنے خدا کی پرستش میں وہ تمام ممکن صورتیں اختیار کر لیتا ہے جو مخلوقات اپنے خالق کی عبادت کے وقت اختیار کر سکتی ہیں۔

جو دعا فطری طور پر ایک مسلمان کے قلب کی گہرائیوں سے پیدا ہوتی ہے، قرآن مجید نے اسے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ط

اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر، اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھ۔

اسلام کا مقصد یہ ہے کہ انسان، موجودہ دنیاوی زندگی میں، اپنی خداداد استعدادوں کو اپنے فائدہ کے لئے بہترین طریق پر استعمال کرے۔ اسلام نے اپنے پیروؤں کو خیرِ اعلیٰ کے حصول کا حکم دیا ہے کہ انسان اپنی زندگی کے چمن کی بہترین اور دیانتدارانہ طریق پر آبیاری کرے۔ تمام انسانوں کے ساتھ نیکی کرے۔ اور ان قوتوں کو جو خدا نے اسے دی ہیں اپنے فائدے کے لئے استعمال کرے۔

روزہ

روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے، اور اسلامی روزوں کا مہینہ رمضان ہے۔ جو تمام دنیا کے مسلمانوں کی نظر میں محترم ہے۔ اسی مہینہ میں قرآن مجید نازل ہوا تھا۔

روزہ کی اہمیت فاقہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے، اس کی بدولت امیر اور غریب، ادنےٰ اور اعلےٰ ایک درجہ میں آجاتے ہیں۔ کیونکہ دولتمند، بھوکے اور پیاسے رہ کر افلاس کی تکلیف سے آشنا ہو سکتے ہیں۔ اور اس طرح مالداروں کے دل میں غریبوں کی امداد کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اسلام دنیا میں پہلا مذہب ہے جس نے مزدوروں کے لئے کام مہیا کر کے، اور تقسیم دولت کا منصفانہ قانون نافذ کر کے افلاس اور گرسنگی کے مسائل کا صحیح حل پیش کیا۔ اور سوسائٹی کو عدل و انصاف کے اصولوں پر چلنے کی ہدایت فرمائی۔ آج جبکہ یہ مسائل تمام اقوام عالم کے سامنے ایک سنگ گراں کی شکل میں موجود ہیں۔ اور دنیا ان کی وجہ سے متعدد طبقات میں منقسم ہو گئی ہے۔ صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو تمام انسانوں کو روحانی سلک میں منسلک کر سکتا ہے۔ علاوہ بریں روزہ طبی رُو سے بھی نہایت مفید ہے۔ تمام سال ہمارے جسم کے تمام اعضا مصروف کار رہتے ہیں۔ اس کی بدولت ان میں انحطاط کا زنگ پیدا ہو جانا لازمی ہے۔

اس کمی کو پورا کرنے کے لئے، اور جسم و دماغ دونوں کو کامل آرام دینے کے لئے اسلام نے روزہ فرض کیا ہے۔ اور ایک ماہ کے مسلسل روزوں سے مسلمان کو یہ جملہ فوائد حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بات یعنے روزے کے فائدے لفظی طور پر بیان کرنے سے اس قدر سمجھ میں نہیں آسکتے جس قدر خود روزہ رکھنے سے سمجھ میں آسکتے ہیں۔

علاوہ بریں، جسمانی بہبود کے ساتھ ساتھ انسان کی روح بھی مدارج عالیہ حاصل کر سکتی

ہے، روزے کی حالت میں تمام کھانے پینے کی چیزیں اور دیگر لذات جسمانی سب ممنوع ہیں۔ بلکہ مسلمان کے لئے ناجائز قرار دی گئی ہیں۔ اور یہ کتنی بڑی قربانی ہے کہ انسان جائز اشیا کو اپنے لئے ناجائز قرار دے لے۔ پس کیا مسلمان اس ماہ میں ان چیزوں سے اجتناب نہ کریں گے جو ان کے لئے ممنوع قرار دی گئی ہیں۔ اگر ایک ماہ تک مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ جائز اشیا کو اپنے لئے حرام کرلیں تو یقیناً وہ بقیہ گیارہ ماہ میں کبھی بھی ان ممنوعات کے نزدیک نہیں جائیں گے۔ جو بالکل حرام ہیں۔ مثلاً شراب، لحم خنزیر، زناکاری قماربازی۔ وغیرہ۔

بشاراتِ محمدیہ در کتب مقدسہ قدیمہ

اُستا ژند

(مرزا معصوم بیگ صاحب بی۔اے)

الرحمٰن الرحیم خدا کی تمام صفات میں، محبت اور رحم بہت نمایاں ہیں۔ وہ رحمٰن ہے۔یعنی نہایت فضل و کرم والا۔ اور وہ رحیم ہے۔ یعنی بہت مہربانی اور رحم والا۔ انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اس نے زمین و آسمان میں وہ تمام اشیا مہیا فرمادیں۔جن پر انسان کی زندگی کا انحصار ہے۔مثلاً خالص اور تازہ ہوا۔ سانس لینے کے لئے۔ ٹھنڈا اور صاف پانی، پیاس بجھانے کے لئے۔عظیم الشان آفتاب، روشنی اور گرمی پہنچانے کے لئے، اور زرخیز زمین ماکولات اور خوش ذائقہ پھل اگانے کے لئے۔ مختصر یہ کہ انسان کسی ایسی ضرورت کا تصور نہیں کرسکتا جسے اللہ کی مشیت حکیمانہ نے، اس کرۂ ارض پر انسان کی پیدائش سے پہلے ہی مہیا نہ کردیا ہو۔

لیکن یہ انسانی زندگی کا صرف نصف افسانہ ہی ہے۔کیونکہ صرف کھانا پینا اور مزے اڑانا، ہی انسان کی زندگی کا مقصد نہیں، جسکے لئے اللہ نے اس اشرف المخلوقات کو اس دنیا میں بھیجا ہے در اصل انسان کی زندگی میں ایک اعلیٰ مقصد پوشیدہ ہے جسکی تکمیل اس کے لئے لازمی ہے یعنی نفس ناطقہ کی تربیت اور اس کی تکمیل۔ خدا نے اسے صرف اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ لذات دنیوی سے متمتع ہو بلکہ اس لئے کہ وہ اعمال حسنہ بجالائے۔ اور اس دنیا میں اپنے طرز عمل سے مخلوق الٰہی ہونے کا ثبوت دے۔اس لئے انسان کی جسمانی راحت کا سامان بہم پہنچانے والے خدا نے، اپنی مہربانی اور فضل سے اس کی روحانی ضروریات کی تکمیل کا بھی سامان کیا۔یعنی اس نے ان لوگوں کو مبعوث کیا جنھیں عرف عام میں انبیاءؑ کہتے ہیں۔ اور انسانوں کی بہبود کے لئے ان کو اپنی حکمت اور مشیت سے آگاہ فرمایا۔ یہ برگزیدگان خدا، بنی نوع آدم کی ابتدا سے اس دنیا میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اور انہوں نے لوگوں کو راہ راست کی طرف ہدایت کی ہے۔یعنی فوز و فلاح کے راستہ کی طرف۔

قومی انبیاء۔ قدیم زمانہ میں، جب بنی نوع آدم، کرۂ ارض پر آباد ہونا شروع ہوئے تو مختلف

گروہ مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اس زمانہ میں نقل وحرکت اور مخابرت کے ذرائع بہت ہی کم تھے اور قدرتی رکاوٹوں نے انہیں ایک دوسرے سے بالکل جدا کر دیا تھا۔ اور ہر قوم اپنے ملک کی چار دیواری میں مقید ہو کر علیحدگی کی زندگی بسر کرتی تھی۔ اور ہر قوم کا زاویہ نظر اپنے ہی ماحول تک محدود تھا، اور ہر قوم اپنی ہی جماعت کو، تمام انسانی ہستی کا مرکز سمجھتی تھی۔ ان حالات زندگی میں مشیت ایزدی کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے تھا کہ مختلف اقوام میں مختلف انبیاء مبعوث ہوں۔ جن کی تعلیم اپنی اپنی قوم کی ضروریات کے مطابق ہو۔ مثلاً اگر ہندوستان میں ویدک رشی پیدا ہوئے اور رامچندر، کرشن، اور گوتم بدھ نے ان کی تعلیمات کی اشاعت کی، تو چین میں کنفوشش کا ظہور ہوا۔ اگر زرتشت نے ایران میں روحانیت کی شمع روشن کی تو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے موسیٰؑ اور عیسےٰؑ مبعوث ہوئے۔ الغرض بقول قرآن مجید" کوئی ایسی قوم نہ تھی جس میں خدا کی طرف سے ایک ڈرانے والا نہ آیا ہو" (۳۵: ۲۴)

چونکہ یہ انبیاء سب، خدائے واحد ہی کی طرف سے آئے تھے اس لئے اصولاً ان کا پیغام بھی واحد ہی تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ زمین اور آسمان کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا خالق ہے۔ انسان کو صرف اسی کی عبادت کرنی لازم ہے اور صرف اسی سے مدد مانگنی چاہیئے۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ہوگی۔ جبکہ انسان کو اپنے اعمال کی خدا کے سامنے جوابدہی کرنی ہوگی۔ ان انبیاء نے چند اخلاقی نصائح بھی کیں جو ہر قوم کے مزاج اور اس کے حالات کے مطابق تھیں۔

مذہبی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی ایک خاص قوم کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوتا تھا۔ پس ہم ان کو قبائلی یا قومی نبی کہہ سکتے ہیں۔ ان کی تعلیم ایک خاص قوم میں محدود ہوتی تھی اور انہیں دوسری اقوام کی اصلاح سے کوئی غرض نہ تھی۔ چنانچہ جب ایک غیر اسرائیلی عورت نے جناب یسوع مسیحؑ سے جو آخری مقامی نبی گزرے ہیں۔ روحانی امداد کی درخواست کی تو انہوں نے جو جواب دیا، اسے متی کی زبان سے سنئے۔ (باب ۱۵۔ درسیز ۲۲ تا ۲۶)

اور دیکھو کنعان کی ایک عورت اسی ساحل سے آئی اور پکار کر کہنے لگی " اے یسوع ابن داؤد مجھ پر رحم کر، میری بیٹی پر ایک آسیب مسلط ہو گیا ہے " لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور اس کے شاگرد

اس کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ اسے رخصت کر دیں کیونکہ یہ ہمارے پیچھے پڑی ہوئی ہے"۔ لیکن یسوع نے ان سے کہا "میں بنی اسرائیل کے خاندان کی گم شدہ بھیڑوں کے علاوہ اور کسی کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں" اس کے بعد وہ عورت آئی اور اس نے یسوع کی پوجا کی اور کہا "اے خداوند میری مدد کر"۔ لیکن اس نے جواب میں کہا "یہ مناسب نہیں کہ بچوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈال دی جائے"۔ اسی انجیل میں لکھا ہے کہ یسوع مسیح مختلف آدمیوں کے اندر سے دیو نکالتا پھرتا تھا۔ اور روحانی مریضوں کو شفا دیتا تھا۔ لیکن محبت اور آشتی کے اس دیوتا کو بھی ایک غریب عورت کی درخواست رد کرنی پڑی۔ محض اس لئے کہ وہ غیر اسرائیلی تھی۔

برگزیدگی الٰہی کا غلط عقیدہ۔ چونکہ تہذیب انسانی عالم طفولیت میں تھی اس لئے مشیت الٰہی نے مختلف ممالک میں مختلف انبیاء مبعوث فرمائے۔ لیکن ہر قوم نے، اسبات کو فراموش کر دیا کہ خدا نے دوسری اقوام کو بھی اپنی رحمت سے نوازا ہے۔ اور غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ بس میں ہی خدا کی برگزیدہ قوم ہوں۔ اور دیگر اقوام عالم، اجسام مردہ ہیں اور خارج از رحمت الٰہی ہیں۔ ہر قوم نے اپنے مذہب کو آسمانی قرار دیا اور دیگر مذاہب عالم کو القائے شیطانی۔ علیحدگی کی اس روح نے قدرتی طور پر ان کے اندر برگزیدگی الٰہی کا غلط عقیدہ پیدا کر دیا۔ اور اس کے ساتھ اور بھی بہت سے غلط عقائد ان میں رائج ہو گئے۔ ان کے دماغوں میں غیر اقوام سے نفرت اور حقارت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اور اس طرح اللہ کی مخلوق کے مختلف گروہوں میں انشقاق اور افتراق رونما ہو گیا۔

یہود اور نصاریٰ آج کے دن تک یہ کہے جاتے ہیں کہ وحی والہام کی نعمت صرف ان کی قوم سے مختص ہے اور دوسری اقوام اس نعمت سے محروم ہیں۔ اسی طرح ویدک دھرم کے پیرو، اس بات کے مدعی ہیں جو کہ نہایت عجیب وغریب ہے کہ آج سے ایک ارب ۹۶ کروڑ برس پہلے بوقت تخلیق کائنات خدا نے، اپنی مرضی صرف چار رشیوں پر ظاہر کی جو ہندوستان میں رہتے تھے، اور وہ مرضی، آج ویدوں کے اوراق میں مرقوم ہے۔ اور یہ مقدس کتابیں حکمت الٰہیہ کی تمام وکمال حامل ہیں جو خدا نے صرف آریہ ورت کے باشندوں پر نازل فرمائی۔ اور دنیا کے باقی تمام ممالک آج تک جہالت کی تاریکی میں غرق ہیں۔ پس ویدک دھرم نے اس غلط اصول کی بنا پر اپنے آپ کو ایک ملک میں مقید کر لیا، اور دوسری اقوام کو فضل الٰہی سے حصہ پانے کا مستحق نہیں سمجھا۔

برگزیدگی الٰہی کا یہ مضر عقیدہ، دراصل سچے مذہب کے مقصد کے خلاف ایک بغاوت تھا جس کا منشایہ ہے کہ زمین پر وحدت نسل انسانی قائم کی جائے۔ جو وحدت ذات الٰہی کا پرتو ہو سکے۔ سچے مذہب کا منشا یہ ہے کہ دُنیا میں سب اقوام کا صرف ایک ہی خالق و مالک ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی ہستی معبود نہیں ہو سکتی۔ اور تمام بنی نوع آدم کی رہنمائی کے لئے صرف ایک کتاب کافی ہے جو سب کے لئے ضابطہ اور قانون ہے۔ اور صرف ایک رسول ہے جو تمام اقوام عالم کا ہادی ہے۔ اور سب کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ اور بنی نوع آدم سب ایک قبیلہ یا جماعت ہیں۔

ظہور رسول عالمگیر۔ اللہ کی حکمت بالغہ میں ہر مرض کی دوا موجود ہے۔ اور اس انسانی غلطی کا علاج بھی موجود ہے۔ پس مشیت الٰہی نے، لوگوں کی اس غلطی کی اصلاح کے لئے یعنی امتیاز نسل کے عقیدہ کو باطل کرنے، اور تمام انسانوں کو ایک جماعت بنانے کے لئے ایک عالمگیر رسول بھیجا، جس کا پیغام بھی عالمگیر ہے، قرآن مجید نے اس رسول کو رحمۃ للعالمین کا لقب عطا کیا ہے اور یہ رسول عرب کی سرزمین میں ظاہر ہوا۔ جو دنیائے قدیم کے وسط میں واقع ہے۔ اور اس لئے ہم اسے قلب عالم کا لقب دے سکتے ہیں۔ ہزاروں سلام ہوں آنحضرتؐ پر جنھوں نے بنی نوع آدم کو امتیاز رنگ و نسل و ملک سے بالاتر کر دیا۔ اور ان میں اخلاقی توازن قائم کیا۔ ہزاروں سلام ہوں اس نبی کامل پر جس نے بنی نوع آدم کو، جہالت، اوہام پرستی اور بداخلاقی کی زنجیروں سے رہائی عطا کی۔ آپ سے پہلے جو انبیاء گزرے انہیں ہم آسمانی چراغوں سے تشبیہ دے سکتے ہیں جو ملکوں کو منور کر سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے اردگرد روشنی پھیلائی۔ اور ہر اس شے کو جو ان کے سامنے آئی منور کر دیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو روحانیت کا وہ آفتاب ہیں جو عرب سے طلوع ہوا۔ اور آپؐ نے سارے عالم میں اجالا کر دیا۔ آپؐ کی روشنی عالمگیر تھی۔ آپ کا پیغام ساری دنیا کے لئے تھا۔ اور آپؐ کی ہمدردی کا دائرہ اسی قدر وسیع تھا جسقدر بنی نوع آدم دنیا میں پائے جاتے ہیں۔

ذیل میں چند قرآنی آیات لکھی جاتی ہیں جو آپؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

اے رسولؐ ہم نے آپ کو دونوں جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے (۱۰۷ : ۲۱)

اے رسول! بیشک ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے ہادی بنا کر بھیجا ہے۔ (۲۸ : ۳۴)

تاکہ وہ (رسول)، بنی نوع آدم کے حق میں نذیر ہو۔ (۲۱ : ۲۵)

تمام دنیا کے باشندوں کو خدا کی یاد دلانے والا۔ (۱۲:۱۰۴)

اے لوگو! میں تمہارے خدا کی طرف سے تم سب لوگوں کے لئے رسول ہوں۔ (۷:۱۵۸)

دنیا کے عظیم ترین رسول کی بعثت کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ جسے خالق کائنات کا الہام، فراموش کر دیتا۔ اس لئے اللہ نے اپنے نبیوں کی معرفت آپ کی بعثت کی خوشخبری، آپؐ کے ظہور سے قبل دنیا کو عطا فرمائی۔ اور لوگوں سے عہد لیا کہ جب وہ نبی موعود ظاہر ہو تو کشادہ دلی کے ساتھ اس کو قبول کریں۔ اس موعود نبی کی ایک شناخت یہ ہوگی کہ وہ تمام انبیائے سابقین کی تصدیق کرے گا۔ پس جبکہ ایک طرف اس عالمگیر نبی کی بعثت کی خبر جملہ انبیاء کی معرفت دنیا کو دی گئی تو دوسری طرف اس موعود کو یہ حکم دیا گیا کہ آپؐ تمام انبیائے سابقین کی تصدیق فرمائیں۔ خواہ وہ کسی زمانہ میں اور کسی ملک میں کیوں نہ مبعوث ہوئے ہوں۔ آپ تاریخ کی ورق گردانی کریں اور تمام نوشتوں کا مطالعہ کریں آپ کو صرف ایک آنحضرتؐ ہی کی ذات بابرکات ایسی ملے گی جنھوں نے اس بیان کردہ اصول کے مطابق عملدرآمد کر کے دکھایا۔ دنیا میں صرف آپؐ ہی ایک ایسے نبی ہیں جنھوں نے سابقہ تمام انبیاء پر ایمان لانے کو شرط ایمان قرار دیا۔ آیات مندرجہ ذیل اس پر شاہد ہیں۔

(۱) جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا۔ اور جو کچھ آپؐ سے پہلے انبیاء پر نازل کیا گیا۔ (۲:۴)

(۲) اللہ نے تجھ پر یہ کتاب صداقت کے ساتھ اتاری ہے، جو سابقہ کتب کی تصدیق کرتی ہے۔ (۳:۳)

(۳) بلاشبہ ہم نے ہر قوم میں ایک نبی مبعوث کیا ہے (۱۶:۳۶)

(۴) بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسولوں میں امتیاز کرنا چاہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم بعض میں ایمان لاتے ہیں۔ اور بعض میں نہیں لاتے۔ اور اس کے اور اس کے درمیان ایک راستہ نکالتے ہیں۔ تو بے شک یہی لوگ ہیں جو کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۴: ۱۵۰ و ۱۵۱)

(۵) تمام مومن ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، فرشتوں پر اور کتابوں پر۔ ہم اس کے رسولوں میں کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھتے۔ (۲:۲۸۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے تمام رسولوں کی صداقت کا اعلان فرما کر، اپنے پیرؤں

پر ان تمام انبیاء پر ایمان لانا فرض قرار دیا ہے۔ اور ان کے مابین کسی قسم کا امتیاز جائز نہیں رکھا

پیشگوئیاں۔ اب ہم اس مضمون کے خاص پہلو کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی ان پیشگوئیوں کی طرف جو آنحضرتؐ کی بعثت کے متعلق سابقہ کتب مقدسہ میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اس موضوع پر اظہار خیال کرنے سے پہلے ہم چند امور بطور مقدمہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) کسی پیشگوئی کو واضح کرنا اور اس کے متعلقات کو پوری طرح سمجھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کیونکہ پیشگوئیاں عموماً واضح طور سے بیان نہیں کی جاتیں۔ مثال کے طور پر بائیبل کی پیشگوئیوں کو لے لیجئے۔ خواہ وہ جناب مسیحؑ کے متعلق ہوں یا کسی اور کے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ واضح نہیں ہیں بلکہ مبہم ہیں اور ان کی تشریح اسی رنگ میں کرنی ہوگی۔ جس رنگ میں خوابوں کی تعبیر کی جاتی ہے۔ اور بعض حالات میں جیسا کہ ہمارے مسیحی دوست کہتے ہیں، وہ نبی بھی اس کو نہیں سمجھ سکا جسکے متعلق وہ پیشگوئیاں کی گئی تھیں مثلاً یسوعؑ نے، یوحنا اصطباغی کو الیاس سمجھا "جو آنے والا تھا" (متی ۱۱: ۱۴) لیکن یوحنا نے اس حقیقت سے انکار کیا (یوحنا ۱: ۲۱) ہنود کے نزدیک رامچندر اور پرس رام، دونوں خدا کے اوتار تھے۔ لیکن وہ ایک دوسرے کو شناخت نہ کر سکے۔

(۲) پیشگوئیوں کے الفاظ، شخصی ناموں کی طرف نہیں بلکہ صفاتی ناموں کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ خدا کی نظر میں، انسان کا نام کوئی قیمت نہیں رکھتا، بلکہ اس کی صفات۔ ابن مریم کا اصلی نام عیسےٰ اور صفاتی نام مسیح تھا۔ چنانچہ عہد عتیق میں آپ کو عیسےٰ کا لفظ ایک جگہ بھی نہیں مل سکتا۔ لیکن لفظ مسیح کئی پیشگوئیوں میں ملتا ہے۔ اسی طرح یروشلیم کی تاویل شہر مکہ سے کیجائے گی۔ یا بدرجۂ آخر اسلام سے۔ کیونکہ عہد جدید نامہ گلاتیو (۴: ۲۵) میں لکھا ہے "کیونکہ اس آگ سے مراد کوہ سینا ہے جو عرب میں واقع ہے۔ اور یروشلیم کا مدمقابل ہے۔ جو کہ اب موجود ہے۔ اسی طرح اجودھیا جسکے لفظی معنے ہیں، ناقابل تسخیر اور غیر ممکن الحصول، کسی ہندوستانی شہر کو ظاہر نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ تو بارہا مفتوح ہو چکا ہے۔ بلکہ اس سے مقدس شہر مکہ مراد ہوگی، جہاں کہ جنگ وجدل ممنوع ہے۔

(۳) پیشگوئیوں کی اصطلاح میں، ایک دن سے مراد ہمارے حساب سے ایک ہزار سال ہوتے ہیں

(۴) اگر کسی کتاب میں، کسی شخص کے متعلق متضاد بیانات پائے جائیں تو ان میں سے صرف ایک ہی بیان لائق قبول ہوگا۔ لیکن یہ تضاد اس کتاب کی عدم صحت پر ضرور ایک زبردست شہادت

ہوگی۔

(۵) پیشگوئی کا وہ حصہ جو عقل سلیم اور حقیقی علوم کے خلاف ہوگا، رد کر دیا جائے گا۔ اور جو بات استعارہ میں بیان کی گئی ہے اسے صاف لفظوں میں بیان کیا جائے گا۔

(۶) آمد ثانی سے مراد یہ ہے کہ دوسرا شخص پہلے شخص کی خو بو پر آئے گا۔ چنانچہ یسوع نے الیاس کی آمد ثانی کی یہی تاویل کی ہے۔ (لوقا ۱: ۱۷) اور کرشن کا بھی یہی مطلب ہے۔ جبکہ انہوں نے یہ کہا کہ میں بار بار اس دُنیا میں آتا ہوں، جبکہ میرے آنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ (گیتا ۴: ۷)

استاژند۔ باز آمدم بر سر مطلب، تمام قدیم نوشتے، اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مرور ایام سے ان میں تاویل ہو چکی ہے۔ لیکن اب بھی سچائی کے ذرات ان میں موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئیاں تمام انبیائے ماسبق نے کی تھیں۔ ہم اس مضمون میں پارسیوں کی کتاب اُستاژند کو اس زاویہ نگاہ سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت زرتشت فارسی، ایرانی، قومی مذہب کے بانی ہیں اور انہوں نے غالباً ۶۰۰ ق م میں اپنے مذہب کی اشاعت کی تھی۔ انکے مذہب کو زرتشتیت کہتے ہیں۔ اسے مجوسیت کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس مذہب کی مقدس کتابیں دو ہیں ایک تو اُستاژند اور دوسری دساتیر، باوجود اس بات کے کہ اگرچہ یہ کتابیں بھی زمانہ کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ تاہم ان میں بہت سی پیشگوئیاں آنحضرت صلعم کی بعثت کے متعلق پائی جاتی ہیں۔ ہم اس مختصر مضمون میں صرف چند پیشگوئیوں کی طرف اشارہ کر سکینگے۔

ملاحظہ ہو استاژند، فروردین یشت ۱۳۱ جہیں خدا نے زرتشت سے حسب ذیل خطاب کیا ہے۔ "اسے مومنو! اے زرتشت! عظیم الشان ارواح وہ ہیں جو قانون کی حامل ہیں اور اس کے مطابق زندگی بسر کرتی ہیں، یا وہ مومن جو ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ لیکن وہ اس دنیا میں نئی زندگی کی رُوح پھونکدینگے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا زرتشت سے کہتا ہے کہ جسطرح تیرے پیرؤوں نے قانون الٰہی کی پابندی کرکے روحانی بزرگی حاصل کی ہے اسی طرح ایک اور قوم بھی پیدا ہوگی۔ جو آئندہ زمانہ میں دُنیا میں نئی روح پھونک دے گی۔ اور مذہب کو از سر نو زندہ کرے گی۔

یشت ۲۸ میں یہ پیشگوئی اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔

"وہ ایک رحمدل فاتح ہوگا۔ وہ ایک قوم کا بانی ہوگا اور اس کا نام استوت ارتیا ہوگا۔ یعنی رحم مجسم ہوگا۔ وہ تمام دنیا کے لئے رحمت اور برکت کا موجب ہوگا۔ تمام اقوام کا منجی، وہ مشرکوں کو توحید کا درس دے گا۔ اور مومنوں کی لغزشوں کو اپنی رحمت کے پردہ میں ڈھانپے گا یعنی وہ مشرکوں اور مجوسیوں دونوں کی مذہبی کمزوریوں کا مداوا کرے گا"

دُنیا میں صرف ایک ہی رسول ایسا ہے جس پر یہ پیشگوئی پورے طور پر منطبق ہوسکتی ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مکہ کے باشندوں نے آپؐ اور آپ کے صحابہؓ پر بے اندازہ ظلم کئے، اور صفحۂ ہستی سے ان کا نام مٹانے کے لئے ہر قسم کا جور وستم روا رکھا۔ لیکن چند سال بعد جب مکہ فتح ہوگیا، اور آپؐ کے سارے دشمن، آپؐ کے قدموں میں آکر گر پڑے، اور جبکہ کوئی رحمدل سا رحمدل جرنیل بھی، ان لوگوں کے قتل عام کا حکم دیدیتا، آپؐ نے نہ صرف کوئی لفظ ان کے خلاف اپنی زبان سے نہیں نکالا۔ بلکہ ان سب کو معافی عطا کردی۔ یہ فرما کر "لا تثریب علیکم الیوم" آج کے دن تم پر کوئی الزام عائد نہیں ہوگا۔ تاریخ عالم اس قسم کی نظیر پیش کرنے سے بالکل قاصر ہے۔ آنحضرت صلعم بلاشبہ دُنیا کے سب سے زیادہ رحمدل فاتح ہیں۔ جن کی رحمدلی دنیا میں عدیم المثال ہے۔

"اس کا نام استوت ارتیا ہوگا" ژند سنسکرت سے بہت ملتی جلتی ہے۔ استوت ارتیا لفظ استت سے ماخوذ ہے اور استو کے معنے ہیں حمد وثنا کرنا۔ دونوں زبانوں میں۔ چنانچہ سنسکرت کا لفظ استتی اور فارسی لفظ ستودن بہ معنے تعریف کرنا، دونوں ہم معنے ہیں۔ پس اس اصطلاح کے معنے ہیں وہ شخص جسکی توصیف کی گئی ہو۔ اور یہ لفظ محمدؐ کا لفظی ترجمہ ہے پس آنحضرت صلعم اس قوم کے بانی ہیں جو آئندہ زمانہ میں پیدا ہوگی۔ اور دنیا میں نئی روح پھونک دیگی اور مذہب کو از سر نو زندہ کردے گی۔

یہ دکھایا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلعم دُنیا کے لئے باعث رحمت تھے۔ اور رحمۃ للعالمین قرآن مجید میں آپ کا لقب بھی ہے۔ آپ نے شرک کا ہر صورت میں خاتمہ کردیا۔ اور مجوسیت کو بھی جسمیں ثنویت راہ پاگئی تھی، توحید کی اصلی شکل پر دوبارہ قائم کیا۔

دساتیر شت وخشور نمبر ۱۴ میں یہ لکھا ہے:-

" اس کے ساتھی خوشحال ہوں گے۔ یعنی محمد (صلعم) کے ساتھی۔ وہ دشمنوں کو قتل کرینگے۔ نیک مزاج، خوش طبع، پاکیزہ خو، اور دروغگوئی سے نفرت کرنے والے۔"

آنحضرت صلعم اور آپؐ کے صحابہؓ کا تقدس تو ضرب المثل بن چکا ہے۔ اور پیشگوئیوں میں اکثر اس کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ چنانچہ بائیبل میں بھی" دس ہزار" قدوسیوں کا ذکر ہے جو کہ آنحضرت کے ہمرکاب تھے۔ جبکہ مکہ میں آپ کا داخلہ فاتحانہ رنگ میں ہوا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ کسی پیغمبر کی سچائی اور کامیابی کی کسوٹی ہے۔ یعنی اس کے ہمراہیوں کی پاکیزہ زندگی اور پرہیزگاری۔

اسی ضمن میں ہم اپنے ناظرین کی توجہ ایک اور پیشگوئی کی طرف مبذول کرتے ہیں جو آتش نیائش کی درس ۹ میں پائی جاتی ہے۔ زرتشت نے آگ کی طرف خطاب کرکے کہا ہے۔

" اس گھر میں جلتی رہ۔ اور اس مندر میں مسلسل دہکتی رہ۔ تو ایک معین عرصہ تک روشن رہے گی۔ جسکے بعد ایک انقلاب عظیم رونما ہوگا۔ اور دنیا میں تقدس اور تقوے کی بنیادیں استوار ہو جائیں گی۔"

یعنے زرتشت نے پیشگوئی کی کہ آتشکدے منہدم کردیئے جائیں گے۔ جب مذہب میں وہ عظیم الشان انقلاب رونما ہوگا۔ اور انھوں نے اگر یہ حکم دیا کہ آگ مسلسل روشن رہے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس نشان آئندہ کو یاد دلاتی رہے۔ چنانچہ زرتشت نے کہا کہ جب شریعت آتشیں کے اس عظیم الشان پیغمبر کی بعثت ہوگی تو یہ آتش مسلسل بجھا دی جائے گی۔ اور جب حضورؐ کی بعثت ہوئی تو ایسا ہی ہوا۔ اور جو شریعت آپؐ نے عطا کی، اسے آج بھی شریعت بیضاء کہتے ہیں یعنی روشن چمکدار، کیونکہ یہ شریعت ان امور پر جو انسان کے تمدن اور اس کی مذہبی، اخلاقی اور عمرانی بہبود سے تعلق رکھتے ہیں، کافی سے زیادہ روشنی ڈالتی ہے۔ اور بائیبل نے ان الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔" اس کے داہنے ہاتھ سے لوگوں کے لئے، آتشیں شریعت نکلی۔"

دساتیر۔ اب ہم دوسری کتاب یعنی دساتیر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کے پندرہ مقالے ہیں۔ جن میں سے نامہ ساسان اول میں، دنیا کے بطل عظیم کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اس کتاب کا وہ نسخہ جس سے یہ اقتباس لفظاً لیا گیا ہے، مشہور پارسی فاضل ملا فیروز دستور نے، شاہ ناصر الدین قاچار کے عہد میں، دوسرے ایرانی فضلاء کے ساتھ مل کر مرتب

گیا تھا۔ ملا فیروز ایک زبردست عالم تھا اور اس کے ساتھ ہی نامور انشا پرداز، وہ پارسی، پہلوی، ژند اور عربی زبانوں کا بھی بڑا ماہر تھا۔ اور یہ محض اس کی مخلصانہ خدمت علمی ہی کا نتیجہ تھا کہ دساتیر کا یہ نسخہ شائع ہوسکا۔

(۵۴) چم چمیم کاجام کمند ہرتوار حیام ورتاہ ہود
(۵۵) یو ہزار ستاام ہو ہیرتاک ونیرتاک وسیمراک و امیراک سرویم ارتد
(۵۶) وہوند ہرور کتام تیمودام۔
(۵۷) بیرن فہ شائی سمارام مدیر وانتورام ہام ونیغود و نیواک وشایام شمناد۔
(۶۰) وہابیم ہار ہیشام ورتاہ پامد ہرتال وسمین ہودم ہن بلزیدہ۔

تاکہ اس عبارت کی وضاحت ہوجائے ہم اس کا لفظی ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

چم (جب) چمیم (ایسے) کاجام (افعال) کمند (ایرانی کرینگے) ہرتوار حیام (عربوں میں سے) ورتاہ (ایک شخص) ہیتال ہود (پیدا ہوگا) یو ہزار ستاام ہو (جسکے پیرو) ہیرتاک (تاج) نیرتاک (تخت) سیمراک (بادشاہت) امیراک (قانون) سرویم (یہ سب) ارتد (تباہ کردینگے) ہرور کتام (گستاخ لوگ) ہوند تیمودام (مغلوب ہوں گے) بیرن (اپنا منہ کرینگے) فہ شائی (بجائے) نیار (بتکدہ) سیمار (آتشکدہ) کسوار آباد (معبد ابراہیم) بی جوار (بتوں سے پاک کرکے) ہدہ نوستاد جو قبلہ تھا، ہندو (ہوں گے) ہوش (رحم) شنیشور (برائے اقوام عالم) وتد (اور تب) راہند (قبضہ کرینگے) شائی (مقامات) سمارام (آتشکدہ) برمد (مدین کے) وانتورام ہام (اور اس کے حوالی) نیغود (طوس) نیواک (بلخ) شایام (مقامات) شمناد (مقدس) ہابیم تار (نبی) ہیشام (ان کا) ورتاہ (آدمی) پامد (ہوگا) ہرتال (معجزانہ الفاظ) سمین ہودم ہن بلزیدہ (قابلانہ اور فصاحت مآب)

اب اس کا سلیس ترجمہ یوں ہوسکتا ہے:۔

جب زرتشت کے پیروان کی شریعت سے روگردانی کرینگے اور نافرمانی کے مرتکب ہونے لگیں گے تو عربوں میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جسکے پیرو، ایران کا ملک اور تاج وتخت سب کچھ

فتح کرینگے، نافرمان ایرانی مغلوب اور مقہور ہوجائینگے۔ پھر وہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کرینگے۔ اور آتشکدہ کے بجائے۔ اس معبد کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کیا کرینگے۔ اور وہ لوگ اقوام عالم کے لئے رحمت کا نشان ہوں گے۔ یہ لوگ علاوہ ایران کے طوس، بلخ، اور اس کے حوالی بھی فتح کریں گے۔ اور ان لوگوں کا نبی معجزانہ قوتوں اور کلام کا مالک ہوگا۔"

اُستا ژند اور دساتیر جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے پارسی مذہب کی دو مختلف کتابیں اور بعض پارسی، اُستا کو معتبر گردانتے ہیں، بعض دساتیر کو، لیکن ایک مسئلہ میں، یعنے آنحضرت صلعم کی بعثت کے معاملہ میں یہ دونوں کتابیں متفق ہیں۔ اور بیک آواز اعلان کرتی ہیں کہ" عربوں میں ایک عظیم الشان انسان کا ظہور ہوگا اور اس کا مبارک نام محمد صلعم ہوگا۔ وہ بلاشبہ اقوام عالم کے لئے موجب رحمت ہوگا۔ اس مقدس انسان کی شریعت زرتشت کی شریعت کی مصدق ہوگی۔ اور آپؐ کی بعثت پر، ایران کے تمام آتشکدے سرد ہوجائینگے آپ کے پیرو کعبتہ اللہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کرینگے۔ اور اسی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھینگے آپ پارسیوں، بت پرستوں اور مشرکوں، سب کو توحید کا درس دینگے، اور ادیان عالم میں جو خرابیاں راہ پاگئی ہیں ان سب کا قلع قمع کر کے سچے دین اسلام کو دُنیا میں قائم کرینگے۔

اسلام صلح اور امن کا پیغام ہے

(از سی-اے-سورما)

باب ہفتم

ہجرت

جب اہل مکہ نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم، مخالفت ایذا رسانی اور صعوبات سے بے پروا ہو کر اپنے مقصد کی تکمیل کا تہیہ کر چکے ہیں تو وہ، پھر حضرت ابو طالب کے پاس آخری مرتبہ یہ درخواست لے کر گئے کہ اگر آنحضرتؐ اپنے مشاغل تبلیغ سے باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف اور زیادہ سخت کارروائی کرینگے۔ یہ سنکر آپؐ کے بوڑھے چچا نے آپ کو بلوا بھیجا۔ اور درخواست کی کہ بیٹا اپنی دھن سے باز آجاؤ۔ مثل سابق آنحضرتؐ اپنی بات پر جمے رہے اور فرمانے لگے "اے چچا اگر یہ لوگ سورج میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند میرے بائیں ہاتھ میں لاکر رکھدیں اور مجھے تبلیغ سے باز آنے پر مجبور کریں تو بھی میں باز نہ آؤں گا۔ حتیٰ کہ یا تو خدا مجھے میرے مقصد میں کامیاب کردے گا۔ یا میں اسی کوشش میں فنا ہو جاؤں گا۔"

یہ کہکر آنحضرت چلنے لگے۔ لیکن آپؐ کے چچا نے روکا اور کہا، کیونکہ وہ آپؐ کے استقلال کو دیکھ کر بہت متاثر ہو چکے تھے۔ "اے میرے بھتیجے تو ملول ہو کر واپس نہ جا، جو تیری مرضی ہو، وہ کر، خدا کی قسم میں تجھے تنہا نہ چھوڑوں گا۔ کبھی نہیں۔"

یہ جواب سنکر آنحضرت کو بہت طمانیت حاصل ہوئی۔ اور اس امر کا یقین ہو گیا۔ کہ جب تک ابو طالب زندہ ہیں، قریش انتہائی بدسلوکی کی جرات نہ کرسکینگے۔

اسی زمانہ میں، ایک واقعہ رونما ہوا۔ جو آپ کی صداقت پر دلیل بھی ہے اور بذات خود نہایت عظیم الشان ہے۔ یعنی حضرت عمرؓ ابن خطاب کا اسلام قبول کرنا۔ حضرتؓ، قبیلہ

عدی ابن کعب کے ایک ممتاز فرد تھے اور خطاب کے بیٹے تھے۔ یہ اسلام کے جانی دشمن تھے، اور مٹھی بھر مسلمانوں کے ستانے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ اتفاق ایسا ہوا، کہ ان کی ہمشیرہ مشرف بہ اسلام ہوگئیں اور انہیں اس بات کا علم نہ ہوسکا۔ وہ اپنے بھائی کے خوف سے مخفی طور پر قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتی تھیں۔ ایک دن ایسا ہوا کہ جب حضرت عمرؓ ان کے گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنی بہن کو قرآن کی بعض آیات تلاوت کرتے سنا۔ اس پر انہیں بحد طیش آیا۔ چنانچہ تلوار لے کر قتل کے ارادہ سے آنحضرت صلعم کی طرف روانہ ہوگئے۔ یہاں آکر انہوں نے آنحضرتؐ کو تلاوت میں مشغول پایا۔ یہ دیکھ کر ٹھٹکے۔ جونہی قرآنی الفاظ کے معانی ان کے ذہن نشین ہوئے۔ ان کو اپنی غلطی کا شدید احساس ہوا۔ اور جذبۂ اطاعت سے معمور ہو کر آنحضرتؐ کے قدموں میں گر پڑے۔ اور معافی کے طالب ہوئے۔ حضورؐ نے فوراً انہیں اٹھایا اور تسلی دی کہ معافی کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ اللہ نہایت رحیم و کریم ہے۔

چونکہ حضرت عمرؓ کا سینہ، اسلام کی روشنی سے منور ہو چکا تھا اس لئے وہ اسی وقت سے اسلام کی زبردست پشت پناہ بن گئے۔ اسلامی تاریخ میں، حضرت عمرؓ کو ایک بلند مقام حاصل ہے اور اسلام کا جو رشتہ ان کے اور آنحضرت کے درمیان قایم ہوا وہ نہ صرف مدۃ العمر قایم رہا بلکہ برابر اس کی استواری میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

سید امیر علی مرحوم نے اپنی مہتم بالشان تصنیف سپرٹ آف اسلام، میں، قریش کے آنحضرتؐ کو قتل کرنے کے منصوبوں کی تفصیل بیان کی ہے۔ اور میں اس جگہ اسی کتاب میں سے بعض مقامات ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

"اس تمام عرصہ میں جبکہ مخالفت کا طوفان، اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اور عین ممکن تھا کہ کسی وقت یہ طوفان تباہی کا موجب بن جائے۔ آنحضرتؐ کے استقلال میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ آپؐ کے تمام صحابہ یثرب جا چکے تھے۔ صرف آپ تن تنہا مکہ میں تشریف فرما تھے۔ بس دو جاں نثار آپؐ کے ساتھ تھے۔ ایک حضرت ابوبکرؓ، دوسرے حضرت علیؓ۔

"اب مخالفت انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اور چونکہ مکہ والوں کو یہ اندیشہ تھا، مبادا آپ بچکر نکل جائیں اس لئے انہوں نے دار الندوہ میں ایک جلسۂ عام منعقد کیا، اور اس میں دوسرے قبائل اور ان

کے سردار بھی شریک ہوئے۔ چونکہ موت وزیست کا سوال درپیش تھا۔ اس لئے جلسہ نے ہنگامہ کی شکل اختیار کرلی۔ اور یکے بعد دیگرے، جلاوطنی، حبس دوام، اور قتل، یہ تینوں صورتیں زیر بحث آئیں۔ چونکہ ایک آدمی کا، آنحضرت صلعم کو قتل کرنا، قاتل کی نشانی بن سکتا تھا۔ اور مقتول کے ورثا، اس کو اور اس کے رشتہ داروں کو بآسانی قصاص میں قتل کر سکتے تھے۔ اس لئے ابوجہل نے یہ مشورہ دیا کہ مختلف قبائل سے ایک ایک آدمی منتخب کر لیا جائے۔ اور وہ سب مل کر (اعوذ باللہ) آنحضرتؐ کو قتل کریں۔ تاکہ اس فعل کی ذمہ داری متعدد قبائل پر عائد ہو۔ اور آنحضرتؐ کے ورثا بیک وقت اتنے قبائل سے برسرپیکار نہ ہو سکیں گے۔ اس مشورہ کو سب نے قبول کیا۔ اور مختلف قبائل سے چند بہادر نوجوان اس خون آشامی کے لئے منتخب کئے گئے۔ جب رات ہوئی تو ان قاتلوں نے آنحضرتؐ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ ساری رات منتظر رہے۔ تاکہ جب طلوع آفتاب سے قبل آنحضرت صلعم بغرض نماز، مکان سے باہر تشریف لائیں تو حملہ کیا جائے۔ اور گاہے گاہے یہ لوگ دروازہ میں سے جھانک کر دیکھ لیتے تھے کہ آپؐ اپنے بستر پر ہیں لیکن اس اثنا میں حفظ نفس کے جذبہ نے، جس نے مسیح ناصری کو بھی دشمنوں کی نظر سے محفوظ رہنے کی تلقین کی تھی، آپ کو آئندہ خطرات سے آگاہ کر دیا تھا۔ تاکہ محاصرین کی توجہ بستر پر مرکوز رہے، آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنی چادر اڑھا کر اپنے بستر پر سلا دیا۔ اور حضرت داؤد کی طرح کھڑکی سے نکلکر اپنی جان بچالی۔ پہلے آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں سے دونوں صاحب سب کی نظروں سے بچکر یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔ اپنے غیر مہربان وطن سے نکل کر پہلے چند روز تک آپ غار ثور میں پوشیدہ رہے جو کہ مکہ سے جنوب کی پہاڑی میں واقع ہے۔

جب قریش نے یہ خبر سنی تو ان کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی کہ قاتلین ناکام واپس آئے۔ اور آنحضرت صاف بچکر نکل گئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کوششوں میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا چاروں طرف سوار دوڑا دیئے کہ کونہ کونہ چھان ماریں۔ اور آپؐ کے سر کی بڑی بھاری قیمت مقرر کی گئی۔ ایک دفعہ دشمن اس قدر نزدیک آگئے کہ حضرت ابوبکرؓ کو سخت ملال لاحق ہو گیا۔ انہوں نے آپ سے کہا حضور! ہم تو صرف دو ہیں اور دشمن اس قدر! آپؐ نے فوراً تسلی دی اور فرمایا "نہیں ہم تین ہیں۔ کیونکہ خدا بھی تو ہمارے ساتھ ہے"، اور بلاشبہ خدا تعالیٰ

آپؐ کے ساتھ تھا۔ تین دن کے بعد قریش کا جذبۂ تلاش ذرا کم ہوا۔ اس عرصہ میں حضرت ابوبکرؓ کی دختران دونوں حضرات کے لئے گھر سے کھانا لاتی رہیں۔ تیسرے دن شام کے وقت یہ دونوں صاحب غار سے باہر نکلے اور بمشکل تمام دو اونٹ مہیّا کرکے، ان پر سوار ہوکر یثرب کی جانب روانہ ہوئے۔ اگرچہ غیر معروف راستہ اختیار کیا تھا تاہم سفر خطرات سے خالی نہ تھا کیونکہ آنحضرت صلعم کے سر کی قیمت معین کردی گئی تھی۔ اور کئی سوار آپؐ کے تعاقب میں سرگرداں تھے۔ ایک خونخوار وحشی سوار نے، آپؐ کو دیکھ لیا۔ اور معاً آپؐ کے پیچھے اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو پھر بڑی تشویش ہوئی۔ لیکن آپؐ نے تسلی دی کہ اللہ ہمارا ناصر ہے۔ جب وہ سوار آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب آیا تو حسن اتفاق سے اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، اور وہ سوار منہ کے بل زمین پر آرہا۔ اس واقعہ سے وہ اس قدر خوفزدہ ہوگیا کہ اُس نے آپؐ سے معافی طلب کی اور کہا کہ مجھے معافی نامہ لکھ دیجئے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے ایک ہڈی پر اسے دستاویز لکھ دی۔

اس کے بعد بغیر کسی دشواری کے آپؐ نے سفر ختم کیا۔ اور تین دن کے بعد آپؐ یثرب کی حدود میں داخل ہوگئے۔ ماہ جون ۶۲۲ء میں ایک دن جبکہ گرمی کی شدت تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سرزمین پر نزول فرمایا جو مدت العمر آپ کا وطن بنی رہی۔ ایک یہودی نے جو قلعہ کی چوٹی پر بیٹھا تھا، آپؐ کو سب سے پہلے دیکھا۔ اور اس طرح قرآن مجید کے ان الفاظ کی تصدیق ہوئی:۔ "وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے فرزندوں کو" آپؐ نے چند روز یثرب کے نزدیک ایک موضع قبا میں آرام فرمایا، جو یثرب کے جنوب میں، دو۲ تین۳ میل کے فاصلہ پر ہے، اور اپنے مناظر فطرت اور زرخیز ہونے کے لحاظ سے مشہور تھا۔ یہیں حضرت علیؓ آپؐ سے آکر ملاقی ہوئے۔ ان کو قریش نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحیح سلامت بچکر نکل جانے پر بہت ستایا تھا۔ چنانچہ وہ مکہ سے پیادہ پا روانہ ہوئے۔ دن بھر پوشیدہ رہتے اور رات کو سفر کرتے، تاکہ قریش سے محفوظ رہیں۔

اگرچہ بنو عمرابن عوف نے جن کا وہ گاؤں تھا، آنحضرت صلعم سے درخواست کی۔ کہ چند روز اور یہاں قیام فرمائیں۔ لیکن آپؐ کے سامنے اہم کام درپیش تھا۔ اس لئے آپؐ یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور جمعہ کے دن ۱۶ ربیع الاول کو (مطابق ۲ جولائی ۶۲۲ء) شہر میں داخل ہوئے۔

یہ آپؐ کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی داستان ہے۔ جسے یورپین مورخین نے "فرار محمدؐ" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور اسی تاریخ سے سنہ ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔　　(سپرٹ آف اسلام صفحہ ۴۲ تا ۴۹)

اسلام اور مسیحیت میں مماثلت

(مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ)

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصاریٰ ذالک بان منھم قسیسین ورھبانا وانھم لا یستکبرون ط

(اور اے رسولؐ) تم یقیناً ایمان لانے والوں میں سے عداوت میں ان لوگوں کو بہت شدید پاؤ گے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم یہودی ہیں یا وہ لوگ جو مشرک ہیں - اور یقیناً دوستی میں، ایمان لانیوالوں میں سے ان لوگوں کو بہت قریب پاؤ گے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں - یہ اس لئے ہے کہ ان لوگوں میں پادری اور راہب ہیں، اور وہ غرور نہیں کرتے - (۵ : ۸۲)

صاحب صدر، خواتین اور حضرات !

قرآن مجید کی ان آیات سے یہ حقیقت آپ صاحبان پر واضح ہوگئی ہوگی کہ موجودہ زمانہ کی فراخدلانہ اور روادارانہ روح نے مجھے اس مبحث پر تقریر کرنے کے لئے مائل نہیں کیا - بلکہ یہ مبحث خود قرآن کریم نے مجھے سمجھایا جو مسلمانوں کی مذہبی کتاب ہے -

اس بیان میں دو باتیں مذکور ہیں، ایک تو یہ کہ عیسائی لوگ دوستی میں مسلمانوں سے قریب تر ہیں دوسرے یہ کہ پادریوں اور راہبوں کی ہدایت کی وجہ سے ان کے اندر، انکساری کی روح پائی جاتی ہے جو مسلمانوں سے موجب اشتراک ہے -

لیکن گزشتہ تیرہ سو سال کی تاریخ، بظاہر قرآن کریم کے اس بیان کی تردید کرتی نظر آتی ہے محاربات صلیبی، محکمۂ احتساب، موجودہ زمانہ کے آغاز سے مسیحی یورپ کا مسلمانوں کے ساتھ طرز عمل جو ترکی کے حصے بخروں پر منتج ہوا، بلکہ اس طرز عمل کا تسلسل جو کہ ان مقامات میں مختلف مگر پیچیدہ صورتوں میں ظاہر ہوا، جہاں کہیں یورپین سیاست کو غلبہ حاصل ہے - یہ سب امور ایسے ہیں، کہ تاریخ کا طالب علم ان دو مذاہب کے مابین تعلقات کی اس نوعیت پر یقین نہیں لا سکتا جو قرآن مجید

نے بیان کی ہے۔ اور انکساری کی خصلت کے متعلق بھی قرآن مجید نے جو کچھ کہا ہے اس پر یقین لانا دشوار ہے جبکہ ہم مشرق سے لے کر مغرب تک یورپین ملوکیت مآب اقوام کے اس سلوک کو دیکھتے ہیں جو وہ اپنی محکوم رعایا کے ساتھ روا رکھتی ہیں۔ ایک جنوبی افریقہ کے باشندہ یا ایک امریکن حبشی، یا سُرخ انڈین کے لئے، کم از کم ان باتوں پر یقین لانا ناممکن ہے۔ لیکن اس مسئلہ کا اگر گہرا مطالعہ کیا جائے تو قرآنی بیان کی صداقت آشکارا ہو سکتی ہے۔ ہمیں نفسیات کے اس اصول کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ تعلقات جس قدر نزدیک ہوں گے اسی قدر رقابت کے پیدا ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ اور یقیناً اسی اصول کی بدولت ہم اس حقیقت سے آگاہ ہو سکتے ہیں کہ عیسائیوں کو مسلمانوں سے دشمنی اور نفرت کی کیا وجہ ہے؟ اور آپ کو حیرت میں ڈالے بغیر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو قوم آج مسلمانوں سے قریب ترین ہے وہی قوم سیاسی اور اقتصادی معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کا مظاہرہ کر رہی ہے اکثر اوقات ہم ظاہری امور سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اور اس خاص معاملہ میں تو یہی ہوا ہے۔ اشد ضرورت ہے کہ مسلمان اور برطانی قوم دونوں اس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں۔

اہل مغرب کے طرزِ عمل میں انکساری کی جگہ تکبر کا رنگ پایا جاتا ہے۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر کسی اور قوم کو اس قدر سیاسی قوت اور مادی وسائل حاصل ہوتے تو اس کے غرور کا کیا حال ہوتا؟ اگر ہم اس نہج پر غور کریں اور حالات کا موازنہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ قرآن مجید کا فرمانا صحیح ہے کہ عیسائی اقوام بہ حیثیت قوم مسلمانوں کی طرح اپنے اندر خدا ترسی اور انکساری کی صفت رکھتی ہیں

ان دونوں اقوام میں یہ روحانی مماثلت کیا محض ایک امر اتفاقی ہے۔ یا بعض عمیق اسباب کا نتیجہ ہے۔ مثلاً بعض مشترک عقائد، بعض مشترک روحانی تصورات، بعض مشترک روحانی جدوجہد۔ آیئے اس مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں، بادی النظر میں، تو ان دونوں مذاہب میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ موجودہ مسیحیت، یسوع ناصری کی الوہیت پر اصرار کرتی ہے اور اس کے بالمقابل اسلام اس کی پُرزور الفاظ میں تردید کرتا ہے۔ اول الذکر کفارہ کی قائل ہے، اور آخر الذکر نجات کو، انفرادی مساعی پر منحصر کرتا ہے۔ اول الذکر تثلیث فی التوحید کی تعلیم دیتی ہے۔ اور آخر الذکر خدا کی توحید کا سب سے بڑا علمبردار ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں بعد المشرقین ہے جنہیں اتحاد ممکن نہیں ہے لیکن نزدیک سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اختلافات کی بہ نسبت مماثلت کا پہلو زبردست ہے

نہ صرف روحانی تصورات میں بلکہ روحانی اتباع میں بھی۔

پہلے اجتماعی امور کو لیجئے۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی مذہبی روایات بالکل یکساں ہیں۔ قطع نظر اس امر سے کہ مسلمان بھی تورات، زبور اور انجیل کو الہامی کتب تسلیم کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے متعدد مقامات میں عہد قدیم اور عہد جدید کی طرف اشارات کئے ہیں اور ان سے مسلمانوں کو بہت ضروری ہدایات حاصل ہوتی ہیں۔ پس حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت مسیحؑ تک مسلمانوں اور عیسائیوں کی روحانی روایات بالکل یکساں ہیں۔ اور اس کے خلاف ہو کس طرح سکتا تھا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روحانی اور جسمانی دونوں طرح سے اولاد ہونے کے مدعی ہیں اور حضرت ابراہیمؑ حضرت مسیح کے مورث اعلیٰ ہیں۔ اگر حضرت مسیحؑ کا دعوےٰ یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسحٰقؑ کی نسل سے ہیں۔ تو آنحضرت صلعم کا دعوےٰ یہ ہے کہ میں حضرت کے دوسرے بیٹے، حضرت اسمٰعیل کی نسل سے ہوں۔

اس حقیقت کا اعتراف کرنا اس وقت اشد ضروری ہے کہ عرب اور یہود، دونوں، نسل اور مذہبی روایات کے اعتبار سے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور اسی لئے ان کے روحانی رفقا یعنی مسیحی مسلمانوں کے بھائی ہیں۔ اس انداز سے کہ دنیا میں کوئی دو قومیں اس طرح آپس میں بھائی بھائی نہیں ہیں۔

عہد قدیم کی روایات عمومی صرف مسلمانوں، اور مسیحیوں ہی میں یکساں طور پر مسلم نہیں ہیں بلکہ یہود کو بھی تسلیم ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہود کو اس معاملہ میں تفوق حاصل ہے۔ اگرچہ بنائے تفوق محل نظر ضرور ہے۔ یا نسلاً مسیحیوں کی بہ حیثیت قوم وہی کیفیت ہے جو مسلمانوں کی۔ دونوں کم و بیش باہر سے آئے ہیں۔

اس اشتراک کے علاوہ ایک امر اور بھی ہے جو دونوں میں موجب اتحاد ہے اور جسکی طرف بہت کم توجہ مبذول کی گئی ہے۔ یہ خود حضرت مسیح کی شخصیت ہے۔ دنیا کی متحارب جماعتیں اگر اس حقیقت کا اعتراف کرلیں تو بہت اچھا ہو کہ کسی مذہب میں اہم ترین بات، بانی مذہب کی شخصیت ہوا کرتی ہے۔ اور پیروان مذہب، خدا تک محض بانی مذہب کی شخصیت سے اتصال حاصل کرنے کے بعد ہی پہنچ سکتے ہیں، جو اپنے مذہب کو الہام ربانی کی بنیاد پر قائم کرتا ہے۔ مذہب کے

دیگر اصول کم وبیش فروعی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس حد تک روحانی قوت حاصل کرنے کا سوال ہے کسی قوم کی تمام روحانی زندگی، شعوری یا غیر شعوری طور پر، بانی مذہب کی شخصی سیرت کے تاثرات کے گرد گھومتی رہتی ہے۔ یہ تاثرات خارجی امور کی بنا پر ملوث اور ارتقائے مابعد کی بنا پر مکدر بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب تک کوئی قوم ان کو بالکل ہی فراموش نہ کردے۔ اس وقت تک یہ تاثرات بطور نمونہ کام دیتے رہتے ہیں اور قوم کی انفرادی اور اجتماعی سیرت کی تشکیل کرتے رہتے ہیں۔ یہ بات عیسائیوں اور مسلمانوں کے دونوں کے لئے بہت کارآمد ہے۔ اس حقیقت کا بہت کم صحیح معنوں میں، احساس کیا جاتا ہے، کہ جب ایک مشرک یا بت پرست یا یہودی یا ہندو، اسلام لاتا ہے تو اس سے پہلے اسے جناب عیسیٰؑ کی شان مسیحیت کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ بلاشبہ مسیحیوں کو اس بات سے سچی مسرت حاصل ہوگی کہ دنیا میں کم از کم کروڑ نفوس ایسے ہیں جو اگرچہ عرف عام میں مسیحی نہیں کہلاتے تاہم حضرت مسیحؑ اور حضرت مریم کی عزت کے لئے اپنی جانیں قربان کرنا فخر سمجھتے ہیں۔ اور وہ کبھی کسی شخص کو اپنی برادری میں داخل نہیں کرسکتے خواہ وہ شخص آنحضرت صلعم کی کتنی ہی عزت کیوں نہ کرتا ہو جب تک وہ شخص یہ تسلیم نہ کرے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے فرستادہ مسیح تھے۔ دور نہ جائیے۔ دو آدمیوں کا مجھے علم ہے جو اسلام میں محض اس وجہ سے داخل نہیں ہوسکتے کہ اگرچہ وہ اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کے معترف ہیں لیکن وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہ احترام آمیز خیالات رکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں جو قرآن مجید نے تلقین فرمائے ہیں اور نہ وہ انہیں رسول اللہ تسلیم کرنا پسند کرتے ہیں۔ محض اتنے سے اختلاف کی بنا پر، اگرچہ وہ بالکل اسلام کے دروازے پر کھڑے ہیں لیکن انہیں اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ کاش ہمارے مسیحی دوست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کی اس دردانگیز پوزیشن کا احساس کرتے! آنحضرت صلعم کے پیرو کے لئے، لازمی ہے کہ وہ پورے کلام الٰہی پر ایمان لائے۔ اور اس کتاب میں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش تعلیمات، دعاوی اور معجزات جملہ باتوں کی تفصیل موجود ہے۔ اور اس میں حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کی جانب متعدد مقامات پر اشارات پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ایک پوری سورت حضرت مریم کے نام سے منسوب ہے۔ اس میں ان تمام اعتراضات کا جواب ہے جو مخالفین مسیحیت کی طرف سے ان کی ذات پر وارد کئے گئے اور آخر میں حضرت عیسیٰؑ اور ان کے متبعین کے متعلق نمایاں پیشگوئیاں بھی درج ہیں واضح ہو کہ ساتویں صدی عیسوی میں مسیحیت، تمدنی اور سیاسی دونوں پہلوؤں سے دنیا میں بہت

پست تھی۔ تاہم قرآن مجید نے ان الفاظ میں اس کے متعلق پیشگوئی فرمائی :-

" اور جب خدا نے کہا اے عیسیٰ میں تمہیں وفات دوں گا۔ اور اپنی حضوری میں تمہارا مرتبہ بلند کروں گا اور تمہیں تمہارے منکروں کے عائد کردہ الزامات سے پاک کروں گا۔ اور تمہارے متبعین کو تمہارے منکرین پر غلبہ دوں گا قیامت کے دن تک (۳: ۵۴)

مسیحی اور اسلامی اقوام کے مابین دوستی اور تعاون کو مدنظر رکھ کر اس پیشگوئی کو جسقدر بھی اہمیت دی جائے تھوڑی ہے۔ یہ گویا ان دو جماعتوں کے دائمی اتحاد پر خدا کی طرف سے تصدیقی مہر ہے۔ واضح ہو کہ اس پیشگوئی کی رو سے حضرت عیسیٰ کے پیروؤں کو غلبہ کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور گزشتہ تیرہ سو سال کی تاریخ، اس پیشگوئی کی صداقت پر گواہی دے رہی ہے۔ اس پیشگوئی کے ظہور سے تا ایندم جناب عیسیٰ کے پیروؤں کو، ان کے دعویٰ مسیحیت کے منکروں پر نمایاں غلبہ حاصل رہا ہے۔ بلاشبہ آنحضرت صلعم کے پیروؤں کی ذات میں یہ پیشگوئی سب سے پہلے پوری ہوئی۔ لیکن اس کی بنا پر حضرت عیسیٰ کے متبعین کے دوسرے طبقہ کی تاریخ، جن کو عیسائیوں کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، غیر متاثر نہ رہی۔ خواہ آپ کے مورخین کچھ ہی کیوں نہ لکھیں یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے عروج کے ساتھ ساتھ عیسائیوں میں بھی ایک زندگی پیدا ہو گئی، جوں جوں اسلام طاقتور ہوتا گیا مسیحیت بھی سرسبز اور ترقی پذیر ہوتی گئی۔ اور صرف کوتاہ اندیش مورخین ہی ایسے ہیں جو اس حقیقت کا احساس نہیں کر سکتے۔ کہ اسلام کے عروج سے مسیحیت کو زبردست اخلاقی مدد حاصل ہوئی۔ اسلام کے عروج سے پہلے دنیا میں حضرت عیسیٰ کے دعاوی کی حمایت کرنے والی نہ تو کوئی زندہ سیاسی قوم تھی اور نہ کوئی زندہ ترقی پذیر تہذیب۔ اور اسلام کی ہمہ گیر طاقت کی بدولت یہ برسوں کی ضرورت پوری ہوئی۔ اسلام کے کامیاب علم نے آنحضرت صلعم کی صداقت کے ساتھ ساتھ حضرت عیسیٰ کی صداقت بھی دنیا میں قائم کی۔

اسلام کی مشرقی اور مغربی یونیورسٹیوں نے آنحضرتؐ کی عزت اور تفہیم کے ساتھ ساتھ دنیا میں حضرت عیسیٰ کی عزت اور تفہیم کی بنیاد استوار کی۔ اور اگر اسلام کو عروج حاصل نہ ہوتا تو نہیں کہا جا سکتا کہ دنیا میں مسیحیت کی کتنی پست حالت ہوتی۔

بالآخر آمدم بر سر مطلب، حضرت عیسیٰ کی شخصیت، قرآنی زاویہ نگاہ سے تاریخ کی نقاد میں ایک فیصلہ کن عنصر ہے اور انسانیت کی تمدنی زندگی میں دو نمایاں طبقات پیدا کرتی ہے اور یہ تقسیم مسلمانوں

اور عیسائیوں کو، ایک دوسرے کی آغوش میں لاکر ڈال دیتی ہے۔ اور ان دونوں کی تقدیریں غیر منفک طور پر باہمدگر وابستہ کر دیتی ہے۔ خدا کرے دونوں قومیں بہت جلد اس حقیقت کا اعتراف کرسکیں۔ ان کو عقائد کے اختلافات اور رسمی مناقشات کو بالائے طاق رکھکر، روحانی تقدیر کے اس بہاؤ کا اندازہ کرنا چاہیئے۔ جو ان کی متحدہ تاریخی ہستی کی تہہ میں پوشیدہ ہے۔

ایک متلاشی حقیقت انسان اس جگہ ایک سوال دریافت کرسکتا ہے۔ وہ یہ کہ خدا نے اس شخصیت کا اس طرح انتخاب کیوں کیا؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو بندوں پر واضح کرنا ایک مشکل کام ہے۔ انسان کے لئے یہ سمجھنا آسان نہیں ہے کہ کونسی نیکی کی بات، اللہ کی نظر میں محبوب ہو جاتی ہے لیکن محدود عقل کے باوجود ہمارے لئے یہ سمجھنا کچھ دشوار نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کی نظروں میں کیوں محبوب ہوگئے۔ آپ ہی نے دُنیا کو خدا کے اس وعدے کی اہمیت سے روشناس کیا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے دُنیا کو برکت دے گا۔ اگرچہ اناجیل اربعہ جیسی کہ وہ آج ہم تک پہنچی ہیں، اس معاملہ میں بہت واضح نہیں ہیں۔ تاہم یہ بات عیاں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو یہود کے مقابلہ میں غیر یہود کی طرف روحانی میلان زیادہ تھا۔ ممکن ہے یہ کسی ناکامی کا نتیجہ ہو۔ لیکن اس بات کا امر واقعی ہونا اس بات سے ثابت ہے کہ رفتہ رفتہ ان کا مذہب صرف دُنیا کی بت پرست اقوام میں مختص ہو کر رہ گیا۔ پس اگر آنحضرت صلعم نے حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کی برکت کو، تمام دُنیا کے لوگوں کے لئے عام کر دیا تو یقیناً حضرت مسیحؑ نے دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس بخشش کے لئے راستہ تیار کیا۔ علاوہ بریں چونکہ وہ یہودی قوم کی تاریخ میں ایک زبردست انقلاب کے پیش رو تھے۔ تو انہیں اس جدت طرازی کا خمیازہ بھی خود ہی بھگتنا پڑا۔ اور کلیوری کے مقام پر واقعہ مصلوبیت اس مہم کی قیمت تھی۔ لہذا کوئی تعجب کی بات نہیں اگر خدا کی نظر میں حضرت مسیحؑ کی عظمت اس درجہ مقدر ہوگئی۔ اور اسی لئے قرآن مجید نے انہیں ارتقائے تقدیر انسانی میں ایک نئی منزل کا نشان قرار دیا ہے۔

اگر ایک مشترکہ تقدیر اور جناب مسیح کی شخصیت سے مشترکہ وابستگی ان دو مذہبی جماعتوں کے مابین مماثلت ثابت کرتی ہیں تو یہ بات اگرچہ دشوار ہے مگر ناممکن نہیں کہ دونوں کے مذہبی عقائد میں بھی خاندانی مشابہت دریافت کی جائے، جو بظاہر اس قدر مختلف معلوم ہوتے ہیں۔ اس معاملہ میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے۔ یہ ان دونوں جماعتوں کے مابین تعلقات کا نزاعی نقطہ ہی

پس میں اپنے مسیحی اور مسلمان دونوں بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میری اس بات کو بہت ہمدردی کے ساتھ سنیں جو کہ میں اب بیان کرنے والا ہوں۔

مسیحی عقائد میں سب سے اہم بات جو ہمارے لئے سب سے زیادہ دشوار ہے، تثلیث کا مسئلہ ہے یعنی ایک خدا میں تین اقانیم، لیکن ہماری سہولت کے لئے، ان اقانیم ثلاثہ کے تین مختلف القاب ہیں۔ ایک باپ ہے۔ دوسرا بیٹا ہے اور تیسرا اقنوم روح قدس ہے۔ اب اسلامی عقائد میں پہلے تین عقائد یہ ہیں (۱) خدائے واحد میں عقیدہ (۲) ملائکہ (۳) الہام ربانی معہ وسائط جن کو رسول کہتے ہیں۔ فلسفہ یونان کے اثر کو مد نظر رکھکر، جس سے مسیحی عقائد بلاشبہ متاثر ہوئے ہیں۔ ایک دانشمند انسان کو، ان دونوں مذاہب کے عقائد میں ایک گونہ مشابہت نظر آسکتی ہے۔ مسلمانوں کو اس بات سے متحیر نہ ہونا چاہئے کہ رسولوں کو استعارتاً خدا کا بیٹا کہہ سکتے ہیں۔ جس طرح غیر قابل اصلاح گناہگاروں کو شیطان کی اولاد کہا جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ قرآن مجید نے خدا کے متعلق باپ کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ کیونکہ ازمنہ سابقہ میں مادی نسبت کی وجہ سے اس لفظ نے غلط فہمی پیدا کردی تھی۔ بلکہ وہ محفوظ تر اور سریع الفہم لفظ رب استعمال کرتا ہے جسکے معنے ہیں کائنات خلقت کا پیدا کرنے، پالنے اور ترقی دینے والا۔ تاہم عیسائی دوستوں کی تفہیم کیلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے اسلامی تخیل میں، انسانیت اور خصوصاً نیکوکاروں کی نسبت سے اس کی روحانی ابوت کا تصور بھی موجود ہے۔ اور جب تک غلط فہمی کا امکان نہ ہو ہم روحانیات میں استعارتاً انسانی تعلقات ظاہر کرنے والے الفاظ استعمال کرسکتے ہیں۔ فی الجملہ خود قرآن نے بعض گنہگاروں کے متعلق "شیطان کے بھائی" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے راستباز بندے بقول بائیبل اس دُنیا کے نہیں ہوتے۔ اگرچہ وہ اس دنیا میں رہتے ضرور ہیں" بلاشبہ وہ جسمانی علائق کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اس روحانی پیدائش کی بنا پر جوانہیں آئندہ حاصل ہوتی ہے۔ بوجہ ان کی کامل اطاعت الٰہی کے وہ خواہشات جسمانی پر غالب آجاتے ہیں۔ کیونکہ روحانیت کا مرتبہ جسمانیت سے بلند ہے۔ چنانچہ اب جو کچھ اقوال و افعال ان سے سرزد ہوتے ہیں وہ جسمانی نہیں ہوتے بلکہ روحانی ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ سراپا نور خداوندی میں منجذب ہو چکتے ہیں۔ بالقوۃ تو ہر انسان بقول بائیبل ایک معنی میں خدا کا بیٹا ہوتا ہے لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں جن کو ان کی نکوکاری کی

باعث خدا کے فرزند، کہا جا سکے جب کسی قوم کے اندر روحانی نسبت کا یہ احساس مردہ ہو جاتا ہے تو خدا کی طرف سے اس قوم میں ایک نبی مبعوث ہوتا ہے اور صرف اسی شخص میں اس احساس کا احیاء ہوتا ہے، اور اسی کی نظر میں خدا، ایک حقیقت ثابتہ کے رنگ میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ پس اگر ایسے شخص کو استعارۃً خدا کا بیٹا کہہ دیا جائے تو یقیناً یہ اصطلاح غلط نہیں ہے۔

پس اگر ہمارے مسیحی دوست اس کمزوری پر غالب آجائیں جو کہ تقریباً تمام مذہبی جماعتوں میں پائی جاتی ہے۔ اور یہودی اور غیر یہودی تمام انبیاء کے لئے یہ لقب استعمال کر سکیں تو پھر ان کا عقیدہ تثلیث اسلامی عقائد سہ گانہ سے زیادہ مختلف نظر نہیں آئے گا۔ ہمارے دوست اس بات کو مدنظر رکھیں تو بہت اچھا ہو گا۔ کہ جناب مسیحؑ نے اس ابن اللہ کے لقب کو محض اپنی ذات سے مختص نہیں کیا ہے۔ مسیحی "خداوند کی دعا" میں "اے ہمارے باپ" کا جملہ اس پر شاہد عادل ہے اس سے ظاہر ہے کہ ان کی نظر میں تمام نیک لوگ خدا کے ساتھ یہ رشتہ فرزندی رکھ سکتے ہیں۔ رہے ملائکہ وہ اسلامی عقیدہ میں ان وسائط کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ سے الہام الٰہی انبیاء کے دلوں پر القا کیا جاتا ہے اور وہ ہر انسان کے اندر نیکی کی ترغیب پیدا کرتے ہیں۔ اور ملائکہ کا یہ منصب وہی ہے۔ جو کہ روح قدس، کا ہے۔ پس قلیل اختلاف جو دونوں کے عقائد میں باقی رہ جاتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ اسلام میں، ابن اللہ اور روح قدس دونوں خدا کی مخلوق ہیں اور اس لئے اپنی ہستی کے لئے دونوں اس کے ماتحت ہیں۔ اور مسیحی مذہب میں وہ غیر مخلوق اور خدا کے مساوی ہیں۔ علاوہ بریں خود مسیحی جماعتوں میں بھی اس مسئلہ کے متعلق کبھی اتفاق آرا نہیں ہوا ہے۔

اس کے بعد حشر اجساد کا تخیل بھی قلیل اختلاف کے ساتھ دونوں مذاہب میں مشترک ہے اسلام ابدی عذاب کا حامی نہیں ہے۔ اور اس باب میں دوزخ کے مسیحی تخیل سے مختلف ہے لیکن ہمیں مسرت ہے کہ رومن کلیسا نے اعراف کا تخیل اپنے ہاں محفوظ رکھا ہے۔ اور یہ اسلامی تخیل کے مطابق ہے۔ اسلام میں دوزخ کا تخیل یہ نہیں کہ وہ ابدی عذاب کی جگہ ہے، مومن یا کافر کے لئے کیونکہ خدا کی شان رحم، کسی مخلوق کے لئے ابدی عذاب کی متقاضی نہیں ہو سکتی، دوزخ جیسا کہ ہونا چاہئے اصلاح اور تطہیر کی جگہ ہے۔ اور اسلام نے اس کا یہی تخیل پیش کیا ہے۔ اگر اعراف کی وہ ملاقات جو رومن کلیسا مومنوں کو دیتی ہے منکروں کو بھی دی جائیں تو یہی دوزخ کا اسلامی مفہوم بن جائے گا۔

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمٰے کی مُسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس ۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات۔ تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا با معنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس ۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں۔ اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہوسکتی ہے، (۱) بہ یکشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ہے اور ممالک غیر کیلئے ہے (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاوے گی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی اِن رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بحیثیت کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آئندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپریسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات ۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ " اسلام " لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور کو (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

Regd L No 908 July 1938

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (ﷲ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اللہ اکبر — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

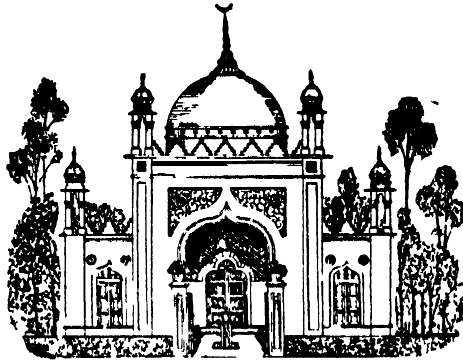
ترجمہ۔ اور چاہیے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دینِ حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان



مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ وکل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام **ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ** ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے



Mrs. COURCHA

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے:

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۴ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۸ء مطابق جمادی الاول ۱۳۵۷ھ نمبر ۷

نورانی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپ کر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ جولائی ۱۹۳۸ء

شذرات

رسالہ ہذا کو مسز کو رچیا کی تصویر پُر تنویر سے زینت دی جاتی ہے۔ موصوفہ ایک راسخ العقیدہ نومسلمہ خاتون ہیں۔ اسلام نے آپ کی زندگی میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے ایمان میں مزید قوت اور استقامت بخشے۔

میلاد النبیؐ کی تقریب سعید

برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام نہایت تزک و احتشام سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ کی یاد انگلستان میں بروز جمعرات مورخہ ۱۲ مئی تازہ کی گئی۔ اس روز سعید کی شام کے ۸ بجے کواڈرینٹ ریسٹورنٹ۔ پیکیڈلی۔ لنڈن کے مقام پر مدعوئین کا نہایت شاندار طریق سے استقبال کیا گیا۔ ساڑھے آٹھ بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ حافظ عبد الرزاق ہمدا مصری نے قرآن شریف کے ایک رکوع کی تلاوت فرمائی۔ مابعد مسٹر اسمعیل ڈی یارک سوسائٹی کے چیرمین نے ایک مختصر افتتاحی تقریر فرماتے ہوئے اول تو مدعوئین کی شرکت کا شکریہ ادا کیا۔ بعد میں میلاد النبیؐ کی تقریب سعید

کی اہمیت و واقعیت پر روشنی ڈالی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات
بنی نوع انسان کے لئے ایک مشعل ہدایت ہیں۔ آپ کی حیات مبارکہ اور اسوۂ حسنہ سے مسلمان
ہی نہیں بلکہ ایک عالم ہر حیثیت سے استفادہ کرسکتا ہے۔ تقریر کے خاتمہ پر آپ نے
مولانا ابوالاثر حفیظ جالندھری سے درخواست کی کہ وہ تشریف لائیں اور حضور شافع یوم النشور
کی شان میں کچھ نعتیہ کلام ہدیہ سامعین فرمائیں۔ سر عبدالقادر صاحب نے ان اشعار
کا اردو ترجمہ کیا۔ مسٹر احمد عبدالرحمٰن، ایک جنوبی افریقہ سے آئے ہوئے نوجوان نے چند
احادیث نبویؐ سے سامعین کو نوازا۔ اس کے بعد امام صاحب مسجد ووکنگ کی بصیرت
افروز تقریر ہوئی۔ امام صاحب نے ابتدا میں یہ دکھایا کہ متمدن بنی نوع انسان کی زندگی میں
بعثت نبوی سے کیا اثر نمودار ہوا۔ امام صاحب نے حضرت نبی علیہ السلام کی مبارک زندگی کا
ایک مختصر خلاصہ پیش کیا۔ اور خاص خاص امور پر روشنی بھی ڈالی۔ آخر میں آپؐ کی خصوصیات
کا وہ پہلو پیش کیا جو بنی نوع انسان کی جماعتی اور اخلاقی زندگی سے متعلق ہے۔

امام صاحب کی تقریر کے بعد، علامہ عبداللہ یوسف علی نے تقریر فرمائی۔ آپ نے چند الفاظ
میں حضور سرورِ کونینؐ کی شخصیت میں ایک حیرت انگیز اور محیر العقول مقناطیسی اثر ثابت کیا۔
آپ نے اس ضمن میں چند مثالیں بھی پیش کیں۔ اولاً یہ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا بے دھڑک اسلام
لے آنا، درانحالیکہ شوہر کا بیوی سے تعلق ایسا ہوتا ہے جس میں عادات و خصائل چھپے نہیں رہتے
سلمان فارسیؓ کا آپؐ کے اہل بیت میں شمار ہونا، تقرر بلال حبشیؓ بحیثیت موذن، اور اہل قریش
پر ان کو ترجیح۔ اپنے آزاد غلام زید کو اپنا فرزند سمجھنا اور زیدؓ کا پھر زندگی بھر اپنے گھر واپس
نہ جانا، وغیرہ وغیرہ۔

سوسائٹی کے سکرٹری مسٹر ایم ہارون رشید نے پریزیڈنٹ مسٹر بجانن ہملٹن کا تار پڑھا انہوں
نے نہ حاضر ہوسکنے کی معذرت طلب کی تھی۔ طبیعت سخت ناساز تھی۔ سکرٹری صاحب نے
مدعوئین کا شکریہ ادا کیا۔ آخر میں نائب سکرٹری مسٹر کے ایس محمود کی طویل علالت کی یاس انگیز خبر
سنائی گئی۔ موصوف کے حسب خواہش نماز کے بعد ان کی صحت عاجلہ کے لئے دعا کی گئی۔
جلسہ ختم ہوا۔ اور ہر قسم کے ہندی اور انگریزی کھانے میزوں پر چنے گئے۔ اخوت اور مسرت

کا عالم نظر آتا تھا۔ یہ سلسلہ خورو نوش ۱۱ بجے تک رہا۔

حاضرین میں حسب ذیل اسامی گرامی قابل ذکر ہیں :-

لیڈی عباس علی بیگ۔ سعودی عرب کا مدار المہام۔ سر ارمینٹ بینٹ۔ ایم - پی - ریورنڈ - ڈاکٹر سموئیل زویمر - ریورنڈ کولیٹ - ریورنڈ ڈاکٹر پیٹرسن اور مسز پیٹرسن - ریورنڈ مسٹر گرین اور مسز گرین - رائل ایرفورس کا کپتان بس۔ مسٹر شادماں ایرانی - مسٹر شاکر محمدی - دیوان شرر - مسٹر ایم - اے - موگی - مصر۔ مس مارگریٹ فاروق ہرسن - ڈاکٹر اور مسز رضوی - مسٹر اور مسز ترمذی - ڈاکٹر محمد بخش اور ڈاکٹر اور مسز شاستری -

نبوت کا ظہور اتم

المعروف بہ

نبی کامل صلعم

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے جو گیارہ بابوں پر مشتمل ہے اور ہر باب ایک جامع مضمون کا حامل ہے۔ چنانچہ فہرست ابواب حسب ذیل ہے۔

باب اول - کیا اوتار پیروی انسانی کے لئے نمونہ بن سکتے ہیں۔ باب دوم - انبیاء اللہ بشکل اسوہ - باب سوم - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا کی حالت - باب چہارم - بعثت عظمےٰ - باب پنجم - شخصیت کامل - باب ششم - مکمل سیرت (کیرکٹر) باب ہفتم - حصول منتہائے کامیابی - باب ہشتم - بہترین معلم دین - باب نہم - عقائد مذہبی کا بہترین شارح باب دھم - اسوہ حسنہ - باب یازدھم - اجتماع حسنات - حجم ۲۷۳ صفحے

قیمت مجلد دو روپے بلا جلد عہ ملنے کا پتہ

مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور

ہندوستان میں پیام توحید

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

ہندوستان ہندوؤں کا ملک ہے - یہاں کی تہذیب بہت پرانی ہے - یہاں کا تمدن بہت قدیم ہے - ہندوؤں کی قوم اس قدر قدامت پسند ہے کہ اس نئی روشنی میں بھی اپنے خیالات نہیں تبدیل کئے - وہی ذات پات کی تمیز - وہی بت پرستی - وہی جانوروں کی توقیر اور قدرتی مناظر کی پرستش، جو اگلے زمانہ میں تھی اب تک جاری ہے - وطن پرستی کا یہ عالم ہے کہ ہندوستان میں ہیں اور باہر کہیں کسی اور ملک میں نہیں ہیں - پھر بھی اس ملک میں پرچم توحید لہرایا - اور اسلام پھیلایا گیا - اور اس پاک مذہب کے تمام پیرو تمام ملک میں ہوئے اور پنجاب اور بنگال میں ان کی اکثریت ہے - اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان میں پیام توحید کون لایا ؟ کیسے لایا ؟ اور کیا ہوا ؟ مسلمانوں کا جوش مذہبی شروع ہی سے ایسا بڑھا ہوا تھا کہ عرب کے علاوہ دوسرے ملکوں میں تبلیغ ہوئی اور مذہبی نظام قائم ہوا - اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں - خلافت کے تحت میں ایشیا اور افریقہ اور یورپ کے مختلف ممالک آ گئے - اقبال نے اس حقیقت کو اپنی مشہور و معروف نظم "شکوہ" میں خوب ظاہر کیا ہے ؎

بحر تو بحر ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

خلفائے عباسیہ کے عہد میں محمد بن قاسم نے ۷۱۲ء میں سندھ کو مسخر کیا - اور وہاں کے باشندوں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنایا - اس کے بعد محمود غزنوی نے سترہ حملے یکے بعد دیگرے کر کے ہندوؤں کو مرعوب کیا اور بت کدے تباہ کئے - لیکن محمود کی ان سختیوں سے ہندو بددل ہو گئے - اور اس سے تبلیغ اسلام میں مدد نہیں ملی اسلام امن اور صلح کا مذہب ہے

یہ خیال غلط ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا - اسلام اور شمشیر دو متضاد چیزیں ہیں - جہاں اسلام ہے وہاں شمشیر نہیں ہے - جہاں شمشیر ہے وہاں اسلام نہیں ہے - اسلام شمشیر کی کاٹ ہے - اور شمشیر اسلام کی کاٹ نہیں ہے - واقعہ ہجرت نبوی کی سب سے بڑی مثال ہے - کفار مکہ آنحضرت صلعم کو قتل کرنا چاہتے تھے آپ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اپنے بستر پر سوتا چھوڑ کر پہاڑ کے ایک غار میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ چھپے رہے - اور کفار اس غار سے گزر گئے - مکڑی نے جالا تن دیا - اور کفار کو آپؐ کی جائے پناہ کا پتہ نہیں ملا اور ان کی شمشیر کی پیاس نہیں بجھی - اسلام ایسی ہولناک سازش کے بعد قائم رہا دوسری زبردست مثال واقعہ کربلا کی ہے - اگر شمشیر کے زور سے اسلام مٹنے والا ہوتا تو کربلا کے واقعہ کے بعد مٹ جاتا - مگر بقول مولانا محمد علی مرحوم کے ؎

قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ترکوں کی تاریخ دیکھئے - ترک کافر تھے مسلمان ہوئے - بڑے بڑے ملک فتح کرتے رہے اور بہت بڑی سلطنت کے مالک ہوئے - جنگ عظیم کے بعد ان پر تباہی آئی - اب اپنا ہی ملک ان کے ہاتھ میں رہ گیا - اپنی معاشرت بھی بدل چکے ہیں - اور اسلام کو اپنے ملک کا مذہب نہیں کہتے - پھر بھی اسلام دنیا میں ہے - اور دوسرے ممالک میں اسلامی حکومتیں بھی ہیں اور تبلیغ اسلام کی کوششیں یورپ اور افریقہ میں بدستور جاری ہیں - اور ان میں مبلغین کو کامیابی ہوتی جاتی ہے -

ایسے ناخوشگوار اثرات کے باوجود اسلام قائم رہتا ہے - اور کیا کہا جائے، سوائے اس کے کہ یہ خدا کی قدرت ہے اور پیغمبر اسلامؐ کا معجزہ - ہندوستان میں خاندان غلامان کی حکومت رہی اور اس کے بعد خلجی و تغلق و سادات و لودی خاندان حکومت کرتے رہے - ان کے بعد عہد مغلیہ شروع ہوا - اور اسی کے بیچ میں سوری خاندان نے بھی حکومت کی - ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں بعض تو صاحب باطن بھی تھے - ان میں سلطان شمس الدین التمش خاص طور پر قابل ذکر ہیں - دہلی کے سلاطین فقراء کے بھی بہت معتقد تھے - اکبر بادشاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح کا بہت معتقد تھا - اور جب اس کے کوئی اولاد نہ ہوئی تو اس نے حضرت شیخ سلیم چشتی رح سے استدعا

کرکے دعا کرائی۔ اور جہانگیر ان کی دعا سے پیدا ہوا۔ اس کا نام اکبر بادشاہ نے سلیم رکھا۔ اور اس کو "شیخو بابا" کہتا تھا۔ جہانگیر نے "تزک جہانگیری" میں لکھا ہے:۔ "پدرم بدرویشاں نیازمند بودند" اکبر بادشاہ کو حکمت اور آخرت کی باتوں سے بڑی دلچسپی تھی۔ اور "عبادت خانہ" کی باتوں میں منہمک ہو کر وہ دنیا و مافیہا کو بھول جاتا تھا۔ اس کا احساس بھی اس کو تھا۔ ملا ابوالفضل نے "آئینِ اکبری" میں ایک مقولہ اکبر بادشاہ کا لکھا ہے کہ "سخنانِ حکمت پنداں دلرباست کہ از ہمہ بازمیدارد۔"

اورنگ زیب جید عالم تھا۔ اس کے فتوے مشہور ہیں۔ وہ جس حلم و بردباری سے زندگی بسر کرتا تھا، اس کی مثال ناصر الدین کے علاوہ اور کسی کی زندگی میں ہندوستان کے سلاطین میں نہیں ملتی۔ اورنگ زیب نے اپنے ولی عہد کو جو خطوط لکھے ہیں وہ بھی قابل دید ہیں۔ ایک سچے مسلمان کے دل میں جتنا خوف خدا کا ہونا چاہیئے۔ اس کی تصویر ان خطوط کو دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔

دیانند سرسوتی کے پیرو آریوں نے اسلام سے دو خاص اصول لئے ہیں۔ ایک تو تبلیغ بصورت شدھی کرنے کے۔ دوسرے سنگھٹن جو تنظیمِ اسلام کے مطابق ہے۔ اور توحید وجودی کی طرف بھی مائل معلوم ہوتے ہیں۔ اور بت پرستی کو ترک کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہندو تو اتنے مسلمان ہوئے کہ ہندو مذہب اسلام کے سانچے میں ڈھل گیا۔ جو اصول، اسلام کی بنیاد ہیں۔ انہیں کو اپنے مذہب کا جزو آریوں نے بنایا ؎

غنی روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کن ؛ کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را ؛

مگر اس سے مسلمانوں کو کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ اور مستعدی سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرنا چاہیئے۔ تاکہ پیامِ توحید جہاں جہاں نہ پہنچا ہو بخوبی پہنچے۔ ؎

نوا را تلخ ترمی زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی ؛
حُدی را تیز ترمی خواں چو محمل را گراں بینی ؛

(رضاء الدین احمد۔ بی اے۔ بی ٹی۔ آنریری سکرٹری انجمن اتحاد)

احوال مسلماناں

(از رضاء الدین احمد صاحب خنجر بی اے۔ بی ٹی)

کھیں تو قسمت کے دیکھو کیا تھے اور کیا ہو گئے　جو کبھی دنیا میں اعلیٰ تھے وہ ادنے ہو گئے

اک زمانہ میں جنھیں قسمت پہ اپنی ناز تھا　جن کا روز افزوں عروج اک طرح کا اعجاز تھا

جن کے سر پر تاج تھا آزادی و اقبال کا　جن کا ثانی مرتبہ میں کوئی عالم میں نہ تھا

جن کی قوم مفتخر مشہور تھی خیر الملل　ہائے وہ قعر مذلت میں پڑے ہیں آج کل

دل میں ہے خوفِ خدا باقی نہ اب حب رسولؐ　اب نہ مشرب ہے کوئی انکا نہ ہے کوئی اصول

چھوڑ دی مدت ہوئی پابندیٔ صوم و صلوٰۃ　اب کہاں توفیق ان کو حج کریں یا دیں زکوٰۃ

ترک پابندیٔ احکامِ شریعت کا رواج　ایسے گھر گنتی کے ہیں جن میں نہ ہو افسوس آج

قوم ساری مبتلائے نکبت و ادبار ہے　قابلِ عبرت مسلمانوں کا حالِ زار ہے

پھر گئی جبدم نگاہِ لطفِ یزداں کیا رہا　ہاتھ سے جاتی رہی دولت خزانہ لٹ گیا

شکر ہے احساسِ غفلت آج ان کو ہو گیا　اور ذلت سے سر نخوت بھی ان کا خم ہوا

پہلے بالکل بے خبر تھے اب ہوئے کچھ ہوشیار　چٹکیاں لینے لگا رہ رہ کے دل میں حالِ زار

کچھ تاسف کچھ حجالت سے ہوئے وہ سرنگوں　درد پیدا ہو کے دل میں ہو چلا قدرے فزوں

بے اثر نالوں میں ان کے جب اثر آجائیگا　حقتعالےٰ انپہ پھر فضل و کرم فرمائیگا

اے کہ از بے اعتنائی دل شکستہ کردہٗ　لیک در دلہا امیدِ عفو پیدا کردہٗ

رحم کن بر حالِ زارِ بندگانِ شرمسار　تا بکے معتوب خواہی داشت اے پروردگار

خطبۂ عید الاضحیٰ ۱۳۵۶ھ

(از مولوی آفتاب الدین احمد صاحب)

حضرت ابراہیمؑ نہ یہودی تھے، اور نہ نصرانی، بلکہ وہ حنیف تھے اور ایک سچے مسلمان، اور یقیناً وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ بلا شبہ حضرت ابراہیمؑ سے نزدیک ترین وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے تھے اور اب اس رسول کی پیروی کرتے ہیں اور آپؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا مومنوں کا محافظ ہے۔ (۳: ۶۶ - ۶۷)

برادران و خواہران اسلام! اللہ کا بہت بہت شکر ہے کہ آج ہم اتنی تعداد میں عید اضحیٰ یعنے قربانی کی تقریب کے سلسلہ میں اسجگہ جمع ہوئے ہیں۔ اسلام کی دو مستند مذہبی تقاریب میں سب سے بڑی تقریب ہے۔ چونکہ یہ حج کے موقعہ پر واقع ہوئی ہے جبکہ تمام دُنیا کے مسلمان مکہ معظمہ میں جو اسلام کا مولد ہے، ہر سال جمع ہوتے ہیں۔

مومنوں کے لئے یہ خیال بیحد روح افزا ہے کہ حج کے موقعہ پر مقدس شہر مکہ میں ایک روحانی یعنے حقیقی بین الاقوامی اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ اور یہ اجتماع، اس انتشار سے لبریز دنیا میں، انسانیت کی امیدوں کا واحد ملجا ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ انسانوں کے اس انبوہ کثیر میں جو ہزاروں افراد پر مشتمل ہے تمام دُنیا کی اقوام ایک جگہ جمع ہوتی ہیں۔ مختلف رنگ، مختلف نسل اور مختلف زبانوں کے لوگ ایک ہی روحانی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور ایک ہی کلمہ زبان سے ادا کرتے ہیں اور سب لوگ ایک ہی قسم کے لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں۔ خدا اس تقریب سعید اور اس مقدس شہر پر اپنی گوناگوں برکات سماوی ہمیشہ نازل فرماتا رہے۔ آمین۔

جیسا کہ آپ کو علم ہے، یہ عالمگیر رسم اور تقریب عظمیٰ، اس امر کی یادگار ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے حضور میں اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی پیش کرنی چاہی تھی۔ اس وقت تک حضرت اسحٰق پیدا نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ میں اس بیٹے کو راہ خدا میں قربان کر رہا ہوں۔ انہوں نے اس کی تعبیر یہ سمجھی کہ خدا کا منشا یہی ہے، اس لئے انہوں نے اس خواب کو عملی جامہ پہنانے کی تیاری شروع کر دی۔ شاید انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ میں اسمٰعیل سے بہت محبت کرتا ہوں اور یہ بات اطاعت الٰہی میں مخل ہوگی۔ بہرحال انہوں نے کچھ ہی سمجھا ہو، وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ خدا مجھ سے اپنے بیٹے کی قربانی کا طالب ہے۔ جب وہ حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرنے پر آمادہ ہوئے تو اللہ نے بذریعہ وحی انہیں مطلع کیا کہ صرف تمہاری آزمائش منظور تھی اپنے بیٹے کو ذبح مت کرو

وجہ یہ ہے کہ جو قربانی کا منظر انہوں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کا مطلب اس امر سے بہت بلند تھا کہ محض چھری لے کر بیٹے کو ذبح کر دیا جائے۔

بظاہر تو یہ مقصد تھا کہ حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ ہاجرہ سارہ کی نگاہوں سے دور رہیں لیکن دراصل اس بات میں ایک زبردست منشائے الٰہی پوشیدہ تھا جو ان دونوں کو بقیہ عمر جلاوطنی کی حالت میں بسر کرنے کا حکم ملا۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ اگرچہ قربانی کا یہ واقعہ اسرائیلی لٹریچر میں بھی مذکور ہے لیکن اس کی یادگار صرف بنی اسمٰعیل اور ان کے روحانی بھائی مسلمان ہی مناتے ہیں۔

غریب ہاجرہ! یہ دراصل مصری شہزادی تھیں جو جنگ میں اسیر ہو جانے کی وجہ سے کنیز بن گئی تھیں اور اسی حالت میں وہ سارہ کے ہمراہ حضرت ابراہیم کے گھر میں آئیں۔ ان کو صرف یہ تسلی تھی کہ میں ایک نبی کی بیوی کی خدمت کر سکوں گی۔ لیکن جب کچھ عرصہ کے بعد سارہ نے ہاجرہ کی شادی حضرت ابراہیمؑ سے کر دی اور وہ ان کی نکاحی بیوی بن گئیں اور جب ان کو خدا نے ایک فرزند بھی عطا کر دیا تو ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب شاید میرے دن پھر جائیں گے۔ اور آئندہ میں معزز خاندان میں ایک معزز ماں کا رتبہ حاصل کر سکوں گی لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ہاجرہ اور ان کے فرزند کو جلاوطنی کی زندگی بسر کرنی تھی۔ پیغمبرؑ کے گھر اور ان کے مشاغل سے بہت دور۔ لیکن چونکہ یہ دونوں خدا کے فرمانبردار تھے، اس لئے اُس کی مرضی کے خلاف نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ خدا کی مشیت کے مطابق حضرت ابراہیمؑ، بیٹے اور اس کی ماں کو دور دراز مقام پر لے گئے اور ریگستان میں آباد کر دیا، یہ مقام مکہ معظمہ تھا۔ غالباً اس کے بتانے کی چنداں ضرورت نہیں، کہ خانہ کعبہ یہیں واقع تھا۔ جو دُنیا میں موحدانہ عبادت کا قدیم ترین معبد تھا۔ بعد ازیں، کبھی کبھی حضرت ابراہیمؑ ان سے ملنے آجاتے تھے۔ وگرنہ یہ لوگ خدا ہی کے سہارے زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے شادی کی اور ان کی وفات کے بعد ان کی آل اولاد میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا۔ لیکن وہ یہودی قوم کی روایات سے جو بنی اسرائیل میں جاری تھیں بالکل بیگانہ ہو گئے۔ کئی صدیوں تک، حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد نے کوئی نمایاں کامیابی یا شہرت حاصل نہیں کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کی خواب اور حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کا کوئی ثمرہ نمودار نہیں ہوا اور حضرت اسمٰعیلؑ کی جلاوطنی گویا رحمت الٰہی سے دوری تھی۔ لیکن اللہ کی مشیت کو کون سمجھ سکتا ہے؟ "وہ پتھر جسے معماروں نے رد کر دیا، وہی کونے کا پتھر ہوا۔" الغرض اسمٰعیلؑ اور ان کی اولاد کو بنی اسرائیل نے بالکل بھلا دیا اور انہوں نے خود دنیا کی مذہبی تاریخ میں مسلسل شہرت حاصل کی۔ بہرکیف جب بنی اسرائیل کا دور ختم ہو گیا اور

اس نسل کے آخری پیغمبر کو، خود اس کی قوم نے رد کر دیا۔ اور مشرک دنیا نے اس کو خدا بنا کر پوجنا شروع کر دیا تو فراموش کردہ حضرت اسمعیلؑ کی اولاد میں سے ایک فرزند فرد نے دوبارہ توحید الٰہی کا عقیدہ اس عالمگیریت اور شدومد کے ساتھ دنیا میں قائم کیا جس کا وہ متقاضی تھا۔ ہم مسلمان، ظاہری علامتوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے لیکن پھر بھی بعض علامات بہت ضروری ہوتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت، خانہ کعبہ کی برباد شدہ حالت، اور آپؐ کی نظروں کے سامنے اس کی دوبارہ تعمیر، گویا پیش خیمہ تھی اس آئندہ روحانی تعمیر کا جو کہ عالمگیر موحدانہ تحریک کا زبردست مرکز بننے والی تھی۔ اسی طرح سے حجر اسود کا قیام نو جو کہ اس عمارت کا واحد بقیہ تھا جسے قبل تاریخ زمانہ میں تعمیر کیا گیا تھا۔ اور جس کے از سر نو قیام میں، آنحضرت صلعم نے اپنی اوائل عمر میں، نمایاں حصہ لیا تھا۔ گویا علامت تھی اس امر کی کہ بنی اسمعیل میں ایک زبردست نبی کی بعثت ہوگی جن کا خاندان ایک طرح سے یہودی روایات میں ایک رد کردہ پتھر تھا۔ لیکن وہ آگے چل کر، قرآن مجید کی بدولت نئی زندگی یافتہ روایات کے کونہ کا پتھر بننے والا تھا۔ خانہ کعبہ کا وہ سنگ اسود، اگرچہ مسلمان کے لئے محض ایک پتھر ہے تاہم انسانیت کی مذہبی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتا ہے حتیٰ کہ دنیا کی سیاسی تاریخ کی تمام یادگاریں مجموعی طور پر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ بلاشبہ تمثیلی رنگ میں یہ پتھر، نسل انسانی کی مقدس تاریخ میں سب سے بڑا نشان ہے۔

پس جب ہم مسلمان حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کی یادگار مناتے ہیں۔ تو ہم روایات ابراہیمی پر اپنے حقوق کا ادعا کرتے ہیں جو ہمیں آنحضرت صلعم کی معرفت حاصل ہوئے۔ جو کہ بواسطہ حضرت اسمٰعیل اس ابوالانبیاءؑ کی نسل میں سے تھے۔ اور اسمعیلؑ وہ ہستی ہیں جن کو ابراہیمؑ نے خدا کے حضور میں جسمانی اور روحانی دو طریق پر بطور قربانی پیش کیا تھا۔ اور مسلمانوں کا مطالبہ اس باب میں اس قدر پختہ ہے کہ قرآن مجید میں اسلام کو بار بار ملت ابراہیمی یعنی ابراہیمؑ کے مذہب سے موسوم کیا گیا ہے۔ بلکہ قرآن اس سے بھی آگے بڑھ کر مذکورہ بالا آیات میں یہ کہتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا مذہب آج اگر کہیں مل سکتا ہے تو وہ قرآن ہی میں مل سکتا ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ سچے اور راستباز موحد تھے یعنی مسلم تھے۔ کچھ عرصہ ہوا، میں نے یہ آیت یہود کے ایک جلسہ میں پڑھی تھی اور وہاں ایک شخص نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا کہ بھلا حضرت ابراہیمؑ مسلمان کس طرح ہو سکتے تھے؟ بدقسمتی یہ ہے کہ آج دنیا میں لفظ اسلام یا مسلم اپنے اندر فرقہ دارانہ مفہوم رکھتا ہے۔ جس طرح کہ دوسرے مذہبی یا تمدنی نام یہ رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے

کہ لوگوں کو، اسلام اور مسلم کی قرآنی تعریف سے آگاہی نہیں ہے۔ قرآن مجید کی رو سے اسلام اتنا ہی قدیم ہے جتنی انسانیت قدیم ہے۔ ہاں آنحضرت صلعم ایک مسلم تھے۔ لیکن ان سے پہلے تمام انبیاء بھی تو مسلم ہی تھے جنھوں نے اسلام کے اصولوں پر عمل کر کے خدا کی معرفت حاصل کی تھی۔ اور اسلام کا اصل اصول تسلیم و اطاعت الٰہی ہے۔ پس نہ صرف حضرت ابراہیمؑ بلکہ تمام انبیائے عالم مسلم ہی تھے۔ اور ہم جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، ہم اسی قدیم اسلام کی آخری تکمیل یافتہ صورت کی پیروی کے مدعی ہیں۔ جسے آنحضرت صلعم نے دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ جو کہ اطاعت الٰہی کے اعتبار سے بنی نوع آدم کے لئے خدا کی طرف سے آخری نمونہ بنکر تشریف لائے تھے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کے، حضرت ابراہیمؑ کو مسلم کہنے کا، ایک اور مقصد بھی ہے۔ اس طرح وہ اس غلط فہمی کو دور کر رہا ہے جو اسلام کے متعلق پیدا ہو سکتی ہے۔ اور میں نے فرقہ وارناموں کے ضمن میں اس غلط فہمی کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ اگرچہ ابتداءً تمام مذاہب روحانی تحریکات ہوتے ہیں لیکن آگے چلکر وہ سب نسلی مذاہب کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور عالمگیر زاویۂ نگاہ، قومی زاویۂ نگاہ بن جاتا ہے۔ اور قومی زاویہ نگاہ، مذہبی زاویۂ نگاہ کی نفی کر دیتا ہے۔ در اصل بات یہ ہے کہ جب ہم مذہب کو فرقہ وارانہ رنگ دیتے ہیں تو تاریخ گواہ ہے کہ خدا کا تصور بھی فرقہ وار ہو جاتا ہے۔ اسلام کو مستثنٰے کر کے جملہ مذاہب میں خدا کے برگزیدہ لوگوں کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔

جب انسان خدا کی معرفت حاصل کرتا ہے تو یقیناً وہ اس کی شان عالمگیریت کی معرفت حاصل کرتا ہے اور جب اس قسم کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ تو اس کی روح میں آفاقی شعور پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اہل معرفت ہمیشہ فرقہ بندی سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے حضرت مسیحؑ یا حضرت موسیٰؑ کو بھی یہودی کہنا غلط ہے چہ جائیکہ حضرت ابراہیمؑ کو جو شریعت موسوی سے بہت پہلے ہوئے ہیں۔ یہ نفوس عظیمہ بلاشبہ اپنی جماعتیں پیدا کرتے ہیں لیکن جب تک ان کا پیغام اپنی اصلی شکل میں باقی رہتا ہے، اس وقت تک یہ جماعتیں دنیاوی نہیں کہلا سکتیں۔ ان میں خالص روحانی ارتباط قائم ہوتا ہے۔ اور ان کا زاویۂ نگاہ بھی عالمگیر ہوتا ہے۔ اور قرآن مجید کے ان الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ "حضرت ابراہیمؑ سے قریب ترین وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے تھے اور یہ رسولؐ اور جو لوگ آپؐ پر ایمان لاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ تمام لوگ جو حضرت ابراہیمؑ کے کامل متبع تھے۔ اور وہ تمام لوگ جو اگرچہ ان کے بعد ہوئے لیکن ان کے متبع تھے۔ مثلاً بنی اسرائیل کے تمام انبیاءؑ اور پھر آنحضرت صلعم جو بنی اسمٰعیل میں سے تھے۔ جنھوں نے اس قدر معنًہ دوبارہ

کے بعد ایک عالمگیر خدا کے تصور کو از سر نو زندہ کیا اور آپؑ کے سچے متبعین، یہ سب حضرت ابراہیمؑ ہی کی اصلی امت ہیں - برخلاف نسلی جماعتوں کے مثلاً یہودی یا نصرانی - لہٰذا جب ہم اس تقریب سے حضرت ابراہیمؑ کے نام کی یادگار مناتے ہیں تو ہم دراصل حضرت ابراہیمؑ کے اس نظریۂ مذہب کی وکالت کا حق ادا کرتے ہیں جو قرآن مجید نے پیش کیا ہے - اور وہ نظریہ کیا ہے؟ یہ کہ مذہب قبائلی یا قومی نہیں ہو سکتا - اگر کوئی مذہب منجانب اللہ ہے تو اس کی دعوت کا دائرہ بھی تمام بنی نوع آدم پر محیط ہونا چاہیئے - اور نسلی امتیازات کے تمام نظریئے لازمی طور پر القائے شیطانی ہیں - مذہبی تاریخ کی یہ ایک عجیب ستم ظریفی ہے کہ نسلی تفوق کا خیال سیاسیات کے میدان سے نکلکر مذہبی حلقوں میں بھی پہنچ جاتا ہے - اگر دنیا میں قرآن مجید کا وجود نہ ہوتا تو نہیں کہا جا سکتا کہ ایک عالمگیر خدا کے تخیل کا کیا حشر ہوا ہوتا - جو تمام بنی نوع آدم کی صرف جسمانی ضروریات ہی نہیں بلکہ روحانی ضروریات کے معاملہ میں بھی غیر جانبدار ہے - یہ امر قابل غور ہے کہ تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس نے ہدایت ربانی کی شان عالمگیریت کو برقرار رکھا ہے۔

دعوت الٰہیہ اور مذہب کے متعلق گفتگو کرنا تو بہت آسان ہے لیکن بہت کم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دعوت الٰہیہ پر لبیک کہنے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان، ان تمام جذبات اور مقاصد کو فنا کر دے جو اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں - اور عموماً مذہبی لوگ یہ کرتے ہیں کہ وہ دعوت الٰہیہ اور خواہشات دنیاوی کے مابین ایک مفاہمت کر لیتے ہیں اور بنی نوع آدم کی جملہ تکالیف کا اصلی سرچشمہ یہی بات ہے - اگرچہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اس وقت اور اس حالت میں، دعوت الٰہی کا تقاضا کیا ہونا چاہیئے - لیکن اس کے ساتھ ہی ہم اپنی دنیاوی ضرورتوں اور مصلحتوں کو بھی مدنظر رکھتے ہیں - اور ہم یہ حقیقت فراموش کر دیتے ہیں کہ دنیاوی مصلحتوں کو پیش نظر رکھنے کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ ہم خدا تعالےٰ کی مشیت پر ایمان نہیں رکھتے اور انسانیت کے عالمگیر اخلاقی اصول اس مشیت کا محض ایک دھندلا سا خاکہ ہیں - کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اس زمانہ میں، مذہب، عالمگیر اخلاقی اصول قائم کرنے کے بجائے لوگوں کے ہاتھوں میں ان کے ذاتی مفاد کی تکمیل کا آلہ بن گیا ہے - انسانوں کے دماغ کو اس بلندی تک پہنچانے کے بجائے، جہاں سے وہ دعوت الٰہیہ پر لبیک کہہ سکتا ہے، مذہب، بدقسمتی سے اپنی مقدس روایات کے برخلاف قومیت، رنگ، نسل اور اقتصادی خوشحالی کے پست جذبات کی آبیاری کے لئے استعمال ہو رہا ہے - حتیٰ کہ بہت سے مذہب پرست آج، اپنے مذہب کے بانی کی ایک مخصوص قومیت کا ادعا کرتے ہیں تاکہ اس کی برتری

ثابت ہو جس طرح دوسرے لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے مذہب کا بانی محض ایک اقتصادی انقلاب پسند تھا - اور موجودہ مذہبی ذہنیت کے متعلق یہ تبصرہ بلاشبہ نہایت افسوسناک ہے - ایسی حالت میں کیا حضرت ابراہیمؑ کی یادگار ہمارے اندر مذہبی زندگی کا بلند تر تخیل پیدا نہیں کرسکتی ؟ ان کی نظر میں حب صداقت، حب وطن سے بڑھکر تھا - پس انہوں نے آنحضرت صلعم کی طرح اپنے وطن سے ہجرت کی تاکہ صداقت اور نیکی کے اظہار کے لئے بہتر جگہ حاصل کریں - اور ان کی نظر میں صداقت کا رتبہ، ہر دلعزیزی سے بھی زیادہ تھا - اسی لئے انہوں نے صداقت پر اصرار کرکے اپنی ساری قوم کو ناراض کرلیا - اور سچ تو یہ ہے کہ اگر کوئی مذہبی آدمی سچائی پر جم جائے تو وہ یقیناً لوگوں کی ناخوشی مول لے گا - کیونکہ خالص صداقت کی تبلیغ نے ہر زمانہ اور ہر ملک میں راستبازوں کے خلاف، نفرت کا طوفان برپا کردیا ہے - حضرت ابراہیمؑ نے بھی اس بات کا ایسا ہی تجربہ کیا جیسا کہ آپ کے جانشینوں مثلاً حضرت مسیحؑ اور آنحضرت صلعم نے کیا - لوگوں کو مذہب کی طرف بلانے کے لئے ضروری ہے کہ داعی خود بلند ترین روحانی صفات کا مالک ہو - اور تمام دنیاوی مفاد کو بالائے طاق رکھ سکتا ہو یعنی اسے ابراہیمی طبیعت اپنے اندر پیدا کرنی ہوگی - کیونکہ صرف یہی انداز طبع اس کو اپنے وطن اور ہر دلعزیزی کو قربان کرنے پر آمادہ کرسکتا ہے - سچ تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی زندگی ہمارے زمانہ کے مذہب قسم کے مذہبی لیڈروں کے لئے شمع ہدایت ہے -

مذہب کے مقام اور اس کے مقصد کے متعلق آج کل لوگوں کے دماغوں میں بہت کچھ غلط فہمی پائی جاتی ہے - بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مذہب انسان کو معمولی انسانی زندگی اور اس کے معمولات سے محروم کردیتا ہے اور ہر قسم کی مادی ترقی کا دشمن ہے - اور بعض یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب کو ہماری دنیاوی زندگی سے کوئی علاقہ نہیں ہے - وہ تو ہمیں صرف آئندہ زندگی کے لئے تیار کرتا ہے جس کو موجودہ زندگی سے کوئی مطلب نہیں - حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مذہب ہماری متمدن زندگی کا سنگ بنیاد ہے - کیونکہ ظاہری تہذیب مادی سے پہلے باطنی تہذیب دماغی ازبس لازمی ہے - اور دماغی تہذیب ہمیشہ مذہب کی بدولت عالم وجود میں آسکتی ہے - اور مذہب انسان کی مادی ترقی کی راہ میں روک نہیں ہے - بلکہ وہ تو اس کی تمام ترقیوں کی روح رواں ہے - مقصد مذہب یہ ہے کہ انسان کے متضاد مقاصد زندگی میں ہم آہنگی پیدا کرے ہم اپنی زندگی میں روزانہ صدہا متضاد مقاصد سے دوچار ہوتے رہتے ہیں - جسمانی اور شخصی ضروریات اور خواہشات سے لے کر [illegible] متعدد مقاصد ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں - مذہب

اگر وہ سچا ہے تو کبھی ان مقاصد کو رد نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ یہ کرے گا کہ ہم ان میں توازن کی شان پیدا کریں اور اگر تضاد واقع ہو تو پھر ادنےٰ مقصد کو اعلیٰ مقصد کے حصول کی خاطر قربان کر دیا جائے۔

جس طرح افراد کو ایک قوم کے مفاد کے لئے قربان کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بین الاقوامی مفاد کے لئے ایک قوم کے آرام کو قربان کر دینا چاہیئے۔ اور اسی طرح بنی نوع آدم کی ترقی اور اس کے آرام آسائش کے لئے ایک خاص وقت کی بین الاقوامی آسائش قربان کی جا سکتی ہے۔ تاریخ عالم اس قسم کی مثالوں سے معمور ہے۔ کہ بین الاقوامی صورت حالات میں ذراسی ابتری جو کہ مذہب کی بنا پر پیدا ہوئی، انسانیت میں ایک نئی اور بیدار شدہ اخلاقی حس کے قیام کا سبب بن گئی۔ جس کی بدولت دُنیا کو بہتر اور پختہ تر امن و امان اور خوشحالی حاصل ہوئی۔ اور عالمگیر اخلاقی اصولوں کی غیر قابل تبدیل قدر و قیمت پہلے کی بہ نسبت زیادہ شدت کے ساتھ دُنیا کے سامنے پیش کی گئی۔ اس کی آخری مثال اسلام کا آغاز ہے۔ یعنی سابقون الاولون مومنوں کی جدوجہد کی بدولت دنیا میں ایک اخوت پیدا ہوئی جس کا عمرانی استحکام دنیا کی سابقہ یا آئندہ تاریخ میں بے نظیر ہے۔ ایک نئی دُنیا ظہور میں آ گئی۔ دنیائے اسلام۔ جس نے انسانیت کے جسم میں ایک ہزار سال تک زندگی کی لہر دوڑا دی۔ اور یہ دنیا کی تاریخ میں بنی نوع آدم کی مسلسل متمدن زندگی کا طویل ترین عرصہ ہے۔ باز آمدم بر سر مطلب۔ اگرچہ بعض اوقات مذہب ہم سے، انسانیت کی بہبود عمومی کے لئے، ہمارے ادنےٰ جذبات کی قربانی چاہتا ہے۔ لیکن یہ محض اس لئے کہ افراد کے ادنےٰ مقاصد کی بہترین طریق پر تکمیل ہو سکے۔ اگر ہم غور سے دیکھیں، کسی زندگی کی حقیقت، اعلیٰ زندگی کی خدمت ہی کی بدولت حاصل ہو سکتی ہے۔ یعنی معدنی زندگی، نباتی زندگی میں اپنا مقصد حیات حاصل کرتی ہے، نباتی زندگی حیوانی میں۔ اور حیوانی زندگی انسانی زندگی میں۔ اس کے بعد انفرادی حیات، عمرانی حیات کے وسیع تر دائرہ میں اپنا مقصد حیات حاصل کرتی ہے۔ تا اینکہ یہ دائرہ کل انسانی تاریخ پر محیط ہو جاتا ہے مذہب کی اس باب میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ تمام کائنات کے مفاد عمومی کو مدنظر رکھتا ہے اور وسیع ترین مفاد پر زیادہ زور دیتا ہے۔ جس میں تمام دوسرے مقاصد کی تکمیل شامل ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید نے اس حقیقت عظمےٰ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائے۔ " اور جب خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ فرمانبردار ہو جا۔ تو اس نے کہا میں رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔"

ہاں حضرت ابراہیمؑ صرف رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کر سکتے تھے یعنے زندگی کے اعلیٰ ترین قانون کے سامنے جسکے سامنے دیگر تمام قوانین سربسجود ہیں۔ مذہب کو جس طرح سچے مذہب نے ہمیشہ کیا ہے۔ اسی اعلےٰ ترین قانون حیات کی حمایت کرنی چاہیئے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی زندگی مذہب کے اس مقصد کا سب سے نمایاں اظہار ہے۔

اسلام جو کہ قرآن مجید اور آنحضرت صلعم کا مذہب ہے۔جب وہ حضرت ابراہیمؑ کو اسلامی زندگی کی مثال قرار دیتا ہے۔ تو اگر وہ مذہب کی ورارالجماعت حیثیت کو قائم کرتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ اس معاملہ کے سلبی پہلو کی وضاحت بھی کر دیتا ہے۔ وہ مشیت ایزدی کی معدلت پر زور دیتا ہے۔ اگرچہ برگزیدگان الٰہی کی اولاد کو، اپنے اجداد کی روحانی برکتوں کو بطور ورثہ حاصل کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ تاہم اس نعمت کا پٹہ استمراری طور پر ان کے نام نہیں لکھا گیا ہے۔ اسلامی خدا، دراصل خدائے احسانات ہے۔ عمرانی خدمت اور تمدن کا خدا، اور قرآن نے اس اصول کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

"اور جب خدا نے بعض کلمات کے ذریعہ سے ابراہیمؑ کی آزمائش کی اور وہ اس میں پورے اترے تو اللہ نے کہا "میں تجھے قوموں کا امام بناؤں گا"، تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا، اور میری اولاد کے متعلق کیا حکم ہے؟ اللہ نے فرمایا "میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچ سکتا۔" (۲: ۱۲۴)

ان آیات میں ایک تنبیہ کی گئی ہے نہ صرف حضرت ابراہیمؑ کی روحانی اولاد کے ایک حصّہ کو بلکہ تمام مسلمانوں کو۔ انہوں نے دُنیا میں اپنا سیاسی اور عقلی اقتدار کھو کر اس اصول کی صحت کو ثابت کر دیا ہے۔ اے خدا ہمیں مزید ذلتوں سے محفوظ رکھیو۔ اور خدا کرے دنیا کی مقتدر اقوام اس اصول سے سبق سیکھیں۔ دوسرا مکالمہ جو خدا اور ابراہیمؑ کے مابین ہوا، وہ بھی توجہ کے لائق ہے۔

اور حضرت ابراہیمؑ نے کہا اے رب! اسے ایک محفوظ شہر بنا دے اور اس کے مومن باشندوں کو میوے اور پھل عطا کر۔ تو اللہ نے جواب دیا "اور جو انکار کرینگے انہیں میں برائے چندے راحت دوں گا۔ اس کے بعد انہیں آگ کا عذاب ہوگا۔ اور یہ ایک بُرا ٹھکانہ ہے۔ (۲: ۱۲۶)

میں چاہتا ہوں کہ دنیا کی وہ مقتدر اقوام جو آج ابراہیمؑ کا روحانی وارث ہونے کا دعوےٰ کر رہی ہیں اس بات کو محسوس کریں کہ وہ آگ کے کنارے پر کھڑی ہیں جس سے قرآن نے ہم سب کو متنبہ کیا ہے۔

اب ان تمام نصائح کے علاوہ جو ہماری روحانی اور عمرانی بہبود کے متعلق ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کی زندگی سے حاصل ہوتے ہیں اس تقریب سعید میں ایک بین الجماعتی صلح کے لئے زوردار اپیل بھی ہے۔ یہ دراصل ایک ایسی تقریب ہے جس میں حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کی دو بڑی عمر والی شاخیں بھی بڑی عزت و مفاخرت کے ساتھ حصہ لے سکتی ہیں۔

قرآن مجید نے بین المذہبی تعاون کی بہت سی صورتیں پیش فرمائی ہیں۔ لیکن ابراہیمؑ کی روحانی اولاد کی تینوں جماعتوں (یہود۔ نصاریٰ۔ مسلمان) کے اتحاد کی کوئی صورت اس تقریب سے بڑھ کر موثر اور کارآمد نہیں ہو سکتی۔ اور ہم مسلمان اس موقع پر اپنے یہودی اور عیسائی بھائیوں کو بڑی خوشی کے ساتھ بڑی خوشی کے ساتھ اس تقریب میں حصہ لینے کے لئے مدعو کر سکتے ہیں۔ اور یہ ایک بین الجماعتی اور بین المذہبی دعوت ہوگی جو قومی پیمانہ پر دی جا سکتی ہے۔ اگر اسے کافی سنجیدگی کے ساتھ منایا جائے تو صرف یہ پروگرام ہی یہودی، نصرانی، اور اسلامی مناقشہ کو جو صدیوں سے جاری ہے ختم کر سکتا ہے۔ خدا کرے میری یہ آرزو بآسانی پوری ہو سکے۔ آمین۔

مسلمانان ہندوستان کا نصب العین

اقتصادی کساد بازاری اور سیاسی اضمحلال

مسلم آزادی اور قومی خودمختاری کے مسائل

(جناب اے مہم صاحب بی۔اے)

اگر کوئی فرد اپنی بقا کا خواہاں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی تمام تر قوتیں مفید اور سودمند امور میں صرف کرے۔ جماعت بھی چونکہ افراد کے مجموعہ کا نام ہے۔ لہذا اس کو بھی بعض حالات میں اپنے قوائے استعدادیہ کے مظاہرہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اس کا یہ بھی فرض ہے کہ افراد کے بہبود و بقا میں حتی الوسع پیش پیش ہو۔ اشخاص کو مختلف ضروریات زندگی پیش آتی ہیں۔ ہر شخص راحت و آرام کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ اور اسی مقصد کو لئے ہوئے طرح طرح کی کوششوں میں مصروف رہتا ہے۔ افراد کے فرائض جداگانہ ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان جن کی تعداد ۹ کروڑ ہے۔ اس قوم کے افراد ہیں جسکی جلیل القدر روایات تاریخ عالم میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ وراثتاً قوم کے اثرات افراد میں بھی موجود ہوتے ہیں۔ اگر ان مخفی اثرات کو نتیجہ خیز ثابت کرنا ہے تو نہایت شاندار نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن افسوس و غیرت کا مقام ہے کہ ایک مدت سے مسلمان پستی کے گڑھے میں ٹامک ٹوئیے مار رہے ہیں۔ اور انہوں نے ہندوستان کی موجودہ سرگرمیوں میں کوئی عملی حصہ نہیں لیا۔ راقم الحروف مسلمانان ہند کی اس غفلت شعاری اور تن آسانی کو نہایت متاسفانہ نگاہ سے دیکھتا ہوا، ان اسباب کی تشریح کرتا ہے جو اس حالت کا موجب ہیں اور پھر بعد میں ان اسباب کے حل کے ذرائع تجویز کئے جائینگے۔

مسلمانوں کی حالت اس لئے اور بھی زیادہ افسوسناک ہے کہ یہ ایک ایسے مذہب کے پیرو ہیں جس نے جمہوریت کی تعلیم دی۔ ترقی و عروج کا درس دیا۔ ان کی ہدایت کے لئے ایسی مقدس کتاب نازل ہوئی۔ جس میں تمام اصولی سیاسی۔ اقتصادی۔ تمدنی اور معاشرتی اصول صراحتًہ پیش کئے گئے ہیں۔ ان کے پیش نظر ان کے اسلاف کے شاندار کارنامے موجود ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم احادیث کی

صورت میں موجود ہے۔ خلفائے راشدین کی معرکہ خیز زندگیاں شمع ہدایت کا کام دے سکتی ہیں۔ اور اسلام کے ایسے پرشکوہ ابطال حریت کی مثالیں سامنے ہیں جنھوں نے عملی میدان میں گھوڑے دوڑائے

موجودہ زمانہ میں مسلمانان ہندوستان کی زندگی میں جو سب سے بڑا نقص نظر آرہا ہے وہ ان کی مذہبی بے رُخی اور عدم توجہی ہے۔ اپنے آبا و اجداد کے روایتی مذہب پر قائم ہیں۔ مذہب کی اصلیت سے بالکل بیخبر ہیں۔ کوئی خاص منظم اور باضابطہ کوشش بھی نہیں کی جارہی جس سے بحیثیت مسلمان نوجوانوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کیا جائے اور ان کے اندر ایک قربانی کا مادہ اور دینی تڑپ پیدا کی جائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ انہیں اپنے فرائض کا احساس ہو۔ غیر حکومت کا اقتدار بھی کسی حد تک اس صورت حالات کا موجب قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن مسلمان اور خصوصاً مسلم علماء بھی قابل مواخذہ ہیں۔ عام مسلمانوں میں تبلیغ اسلام ان کا فرض منصبی تھا۔ انہوں نے اپنے علم سے کیوں نہیں فائدہ رسانی کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء اور مبلغین بھی زمانہ کی ناسازگاری کا شکار رہیں اور اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن جب دیکھا جاتا ہے کہ علمائے اسلام عمداً اسلام کی غلط تعلیم دے کر غریب مسلمانوں کی جہالت اور بے وقوفی سے اپنا الو سیدھا کر رہے ہیں تو ہم مجبوراً ان کو بھی جرم کے ارتکاب میں شریک گردانتے ہیں۔ اسلام کے ظاہری رسوم اور غیر ضروری امور کی تعلیم تو نہایت شد و مد سے دی جارہی ہے لیکن اس کا جو اصل مفہوم ہے اس سے مسلمانوں کو تاریکی میں رکھا جارہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان نوجوانوں کی مذہبی ذہنیت قطعاً بدل چکی ہے۔

اقتصادی اضمحلال

مسئلہ کے اس غیر اہم پہلو سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم اب اپنی جماعت کی اقتصادی زندگی پر تبصرہ کرتے ہیں۔ یہاں بھی ایک یاس خیز تصویر سامنے آتی ہے۔ قرآن کریم نے اولوالخیالی اور سادہ روی پر زور دیا ہے۔ اس ضمن میں کوئی سخت حکم نافذ نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ ہر ملک جغرافیائی اور تمدنی اعتبار سے مختلف حالات رکھتا تھا۔ ایک بات جو نمایاں طور پر نظر آتی ہے وہ لباس ہے۔ اس کا مقصد محض جسم کی حفاظت قرار دیا گیا ہے۔ اظہار تجمل سے منع کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں ہاتھ سے بنے ہوئے کپڑوں کی صنعت کو کارخانوں سے کافی ضعف پہنچایا گیا ہے۔ قریب قریب یہ پرانی صنعت ناپید ہورہی ہے۔ ہاتھ سے بنے ہوئے کپڑوں کا کام ہندوستان کے غریب جولاہے کیا کرتے تھے۔ اور ان کو کافی فائدہ پہنچ رہا تھا۔ اور

اب جاپان اور لنکا شائر کا مال ہندوستان میں بکثرت فروخت ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کو پوشش کے معاملہ میں نہایت فیشن ایبل کہا جاتا ہے۔ ایک اوسط درجہ کے ہندوستانی مسلمان کا پہناوا کیا ہے۔ ایک ٹوپی۔ ایک شیروانی کوٹ۔ قمیص۔ لمبے لمبے پاجامے۔ ایک عمدہ جوتا اور موزہ۔ اس کے برعکس ہندو سادہ لباس پہنتے ہیں ایک قمیص اور ایک دھوتی۔ کیا یہ وجہ ہے کہ ہندو غریب ہیں؟ اور ان کی اقتصادی حالت مسلمانوں سے زیادہ ابتر ہے؟ نہیں ہندو زیادہ مالدار ہیں، زیادہ خوشحال ہیں۔ مسلمانوں سے ان کی حالت کہیں اچھی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مسلمان عمدہ لباس کیوں پہنتے ہیں جبکہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ سادہ سے سادہ لباس میں گزارا کیا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے خوش پوشی اپنی عادت اور معمول میں داخل کرلی ہے۔ اور وہ اس عادت کو بدل نہیں سکتے۔

غریب مسلمانوں کو پستی سے نکالو

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی جماعت کے غریب افراد کی دستکاری اور صنعت و حرفت کو فروغ دیں۔ ہاتھ کے بنے ہوئے کپڑے پہننا محض فعل ہمدردی ہی نہیں بلکہ اس سے اقتصادی فائدہ بھی ہے۔ زرق برق لباس کو چھوڑ کر سادہ پوشی کی عادت ڈالو۔ اور یہ ایک اہم ضرورت ہے۔ اور اس سے ہماری قومی اصلاح ہوسکتی ہے

مستورات کے متعلق زیرِ غور مسائل

اب ہم ہندوستان کی مسلم خواتین کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔ تین یا چار مسائل نہایت ضروری ہیں۔ ایک مسئلہ تو تعلیم نسواں کے متعلق ہے مسلمان طالبات کو اس قسم کی تعلیم دی جائے جس سے وہ آئندہ چلکر اپنے فرائض کا احساس کرسکیں اور ان کے اندر اعتماد علی النفس کی قوت پیدا ہو جائے۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بعض کا خیال ہے کہ ان کو مغربی طرز پر اعلیٰ تعلیم دلائی جائے۔ اور اسلامی تعلیم کی ضرورت نہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ مردوں کو صرف مذہبی تعلیم دی جائے۔ اور عورتوں کو صرف ابتدائی تعلیم اور ضروری نوشت و خواند آنی چاہیئے اور بس۔ مسلمان لڑکیوں کو ابتدا میں نوشت و خواند کی تعلیم دینی چاہیئے۔ پھر چند سال تک انہیں مکمل اسلامی تعلیم اور قرآن کریم سے بہرہ ور کیا جائے۔ تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کا احساس کرسکیں جب وہ بالغ ہو جائیں گی تو خانگی ذمہ داریوں میں انہیں کافی مصروفیت ہوگی۔ خانگی تعلیم میں حفظان صحت خانہ داری اور سینے پرونے کے فن میں انہیں ماہر کیا جائے۔ البتہ جو لڑکیاں اعلیٰ تعلیم کی خواہشمند ہیں ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ لیکن خطرات لاحقہ سے ان کی حفاظت کی جائے۔ مسلمان لڑکیوں کو جاہل اور ناتعلیم یافتہ نہ رکھا جائے۔

ایک اور مسئلہ جس پر کافی سے زائد زور دیا جاتا ہے وہ رسم پردہ ہے۔ عورتوں کو گھر کی چار دیواریوں میں بند کر دینا سخت مضرت رسان صحت ہے۔ جسم و دماغ کو اس سے کافی ضعف پہنچتا ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے عورتوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی عصمت و پاکدامنی کو محفوظ رکھیں۔ برقعہ ان کو بدچلن مردوں کی للچائی ہوئی نگاہوں سے بچانے کے لئے رواج میں آیا ہے لیکن بدقسمتی سے برقعہ کو پردہ کا کافی محافظ نہیں سمجھا جاتا۔ مسلمان لڑکیوں کو صرف اس پردہ کی اجازت دیدی جائے۔ باقی ان کو سیر و تفرج سے باز نہ رکھا جائے۔

بیوہ کی دوبارہ شادی کو اب مسلمان بھی معیوب سمجھنے لگے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی شادی ایک بیوہ خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے ہوئی۔ مسلمانوں کے لئے کیا یہ کوئی کم نظیر ہے یقیناً یہ افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمان نفسانی خواہشات میں مبتلا ہیں۔ ان کو صفائے قلب پیدا کرنا چاہئے اور تعصب کی لعنت سے آزاد ہو کر ایک حقیقی مسلمان کی زندگی بسر کرنی چاہئے۔

اسلام اور ہندوستان کی آزادی

ان جملہ مسائل میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ آج مسلمانان ہندوستان کے پیش نظر ہے۔ یہ مسئلہ ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ آج ہندوستان مسلمانوں کی جنم بھومی مانا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے اس پر سات سو سال یا اس کے لگ بھگ حکمرانی کی ہے۔ انہوں نے خالصتہً اپنی جداگانہ تہذیب و تمدن کی بنا ڈالی ہے۔ آج بھی ہندوستان کی قومی زندگی میں اسلامی حکومت کے اثرات باقی ہیں۔ اب ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں پر ایک تیسری قوم حکمراں ہے۔ اسلام کی تعلیم آزادی ہے۔ اگر مسلمان آزاد نہ ہوں تو وہ اپنی مذہبی تعلیمات پر بھی پورے طور پر عمل پیرا نہیں سکتے۔ قومی آزادی کے لئے مسلمانوں کا منظم ہونا ضروری ہے۔

آج دو قوتیں کام کر رہی ہیں۔ کانگرس اور مسلم لیگ، دونوں کا مقصد آزادی کا حصول ہے۔ مسلمانوں کو مسلم لیگ سے ملکر کام کرنا چاہئے۔ اور جب وہ منظم ہو جائیں تو انہیں کانگرس میں شامل ہو جانا چاہئے۔ دراصل مسلمانوں کو منظم دیکھ کر کانگرس خود مجبوراً ان سے سررشتہ اتحاد قائم کرے گی۔ موجودہ صورت میں مسلمانوں کو اقلیت میں متصور کیا جاتا ہے۔ مسلم لیگ کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اس کا نصب العین خالصتہً آزادی اور مسلمانوں کی بہبود ہے۔ یہ مسئلہ نہایت اہم ہے اور ہمیں فوراً اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ اب تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔

کانگرس اور لیگ انجام کار ایک دوسرے سے مل جائینگی اور کوئی تسلی بخش لائحہ عمل تیار کرینگی اور اسطرح

ہندوستان کی یہ دو قوتیں پہلو بہ پہلو ہو کر اس کام کی تکمیل کا باعث ہونگی جسکے لئے ہندوستان ایک عرصہ سے بے تاب ہے۔

انگریز شاعر شیلے آزادی کے مفہوم کو کس خوبصورتی سے ادا کرتا ہے۔

" تیرا نور، دل میں پیدا ہوتا ہے، دل سے ہوتا ہوا قوم کو منور کرتا ہے، اور پھر دیہات اور شہر اس کی درخشانی سے چمک اٹھتے ہیں۔

کیا اسلام دوسرے مذاہب کا خوشہ چیں ہے؟

(از خان بہادر الحاج بی۔ ایم۔ کے۔ لودی)

میں نے اس مضمون کے عنوان میں جو سوال اٹھایا ہے وہ بہت زیادہ وسیع ہے اور اس وقت تک اس کا کوئی قطعی جواب نہیں دیا جاسکتا جب تک اس پر پورے طور پر غور نہ کر لیا جائے۔ خواہ یہ غور کچھ زیادہ مفصل نہ ہو۔ مختصر ہی ہو۔ یہ ضروری ہے کہ اس کی تمام ممکن صورتیں اور اس کا منطقی نتیجہ سامنے آجائے۔ اس لئے میں نے مضمون کو چھ حصوں پر تقسیم کر دیا ہے۔

ایک۔ عام۔

دوسرا۔ مشابہات کا طبعی ظہور

تیسرا۔ مشابہات کے طبعی مظاہر کے اصل اسباب، مستعار نہیں بلکہ منزل من اللہ

چوتھا۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ملہم من اللہ پیغمبر ہونے کے اہل تھے؟

پانچواں۔ کیا قرآن کریم انسان کی نقلی کلام ہے یا اللہ تعالےٰ کی وحی ہے۔ اور کیا یہ اللہ کی آخری حجۃ نہیں اور کیا یہ ساری دُنیا کے لئے نہیں آیا؟

چھٹا۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر تھے؟ کیا آپ صرف عرب کے لئے یا صرف عرب قوم کے لئے پیغمبر تھے؟ یا آپؐ ساری دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے؟

پہلا باب

عام

جہالت کا نتیجہ بغض و عناد اور تعصب ہوتا ہے۔ اور مذہبی جہالت، خواہ یہ کسی شخص کی ذاتی ہو یا دوسروں کے زیر اثر ہو۔ یہ امن و سکون کی بہت بڑی دشمن ہے۔ اس کے نتیجہ کے طور پر مذہبی جنگیں دنیا کے ہر حصہ میں لڑی جا رہی ہیں بعض مقامات پر زیادہ سخت ہیں اور بعض پر کم سخت۔

صورت حال اس وقت بہت زیادہ پریشان کن ہو جاتی ہے جبکہ زندگی کی دوسری تگ و دو مثلاً روزمرہ کے جماعتی۔ سماجی۔ اور سیاسی مسائل میں مذہبی عناد کا بیج بو دیا جاتا ہے۔ اس طرح لوگ بہت سی ایسی مخالفتوں میں الجھ گئے ہیں۔ اور عقائد کے اختلاف نے انہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے اور وہ اپنے موروثی اور اہم مقصد اتحاد کو فراموش کر چکے ہیں۔ اور اس کا ابتدائی اثر یہ ہوا ہے کہ وہ سماجی، اخلاقی، سیاسی اور حتٰے کہ روحانی ترقی سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ برائی دن پر دن بڑھ رہی ہے۔ کیا برائی کے انسداد کا کوئی ذریعہ نہیں ہے؟ ہے۔ مذہب کا مطالعہ کیجئے۔ اور مذہبی عقائد کا صبر و سکون کے ساتھ تجزیہ کیجئے۔ انہیں اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ اور اپنے مطالعہ کے نتائج کو وسیع طور پر پھیلائیے۔ اس طرح آپ سوسائٹی میں اتحاد پیدا کر سکیں گے۔ دوسرے مذاہب کا علم، مذہبی استعداد پیدا کرتا ہے اور اس سے مذہبی معاملات میں بے اندازہ مہارت پیدا ہوتی ہے۔ اور ساتھ ہی مذاہب کے متعلق احترام اور رواداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک دوسرے کے مذہب کو سکون و اطمینان کے ساتھ مطالعہ کرنے میں صلح و سکون اور امن و اطمینان کا ایک ایسا مقدس پیغام پوشیدہ ہے جو انسانی سوسائٹی کی فلاح و بہبود کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ اس وقت ایک دوسرے کے مذہب کو جس ہمدردانہ اور صحیح طریق پر سمجھنے کی ضرورت ہے اتنی زیادہ اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ بدقسمتی سے اسلام اوپر بیان کی گئی ذہنیت سے مطالعہ نہیں کیا گیا حتٰے کہ وہ چند، جنہوں نے اسے مطالعہ کیا ہے انہوں نے اسے غلط سمجھا ہے۔ اور یہاں کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جنہوں نے اسے غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ نتیجہ کے طور پر دنیا کے دوسرے مذاہب سے بہت زیادہ اسلام اپنے مخالفوں کے ہاتھوں جہالت، تعصب اور مذہبی عناد کا شکار ہوا ہے۔ ڈاکٹر اینی بسنٹ کا قول ہے۔ "لوگوں نے دنیا کے دوسرے مذاہب سے بہت زیادہ اسلام کو سمجھنے میں غلطی کی ہے"۔

اسلام کو جن ناموافق حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے ان کی مکمل تصویر پیش کرنا سخت مشکل ہے بہت سے مستشرقین نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے مگر ان میں سے بہت کم اس کی تہہ کو پہنچے ہیں۔ ان لوگوں کے مطالعہ کا نقص صرف سطحیت نہ تھی بلکہ یہ لوگ مذہبی عناد اور تعصب کے بھی شکار تھے۔ ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ یورپ کے مخصوص لکھنے والوں نے بہت زیادہ بے انصافی سے کام لے کر اسلام اور ہادی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کو انتہائی بُرے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ اور اس طرح انہیں دُنیا کی نظروں سے گرانا چاہا۔ حقیقت میں اسلام کے مخالفین ایک خاص مقصد کے ماتحت متحدہ طور پر اسلام کو بدنام کرنے میں کوشاں تھے اسلام کے مخالفین زیادہ تر وہ مسیحی مبلغ تھے جنھیں اسلام کی مخالفت کرنے کی اجرت دی جاتی تھی اور جو دوسروں کے بل بوتے پر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے۔ یہ لوگ خاص طور پر اسلام کے دشمن تھے۔ اور یہ اسلام کو اپنا رقیب سمجھتے تھے۔ جیسا کہ سیل اور لین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اسلام بہت زیادہ سرعت کے ساتھ پھیل رہا اور اس کی جڑیں کچھ ایسی مضبوط ہو رہی تھیں کہ اس سے عیسائیت بہت زیادہ خطرہ میں پڑ گئی۔ ان مسیحی مبلغین کے علاوہ اسلام پر حملہ کرنے والے اور لوگ بھی میدان میں موجود تھے۔ ان میں سے سر ولیم میور بہت ممتاز ہیں۔ یہی وہ سر ولیم میور ہیں جنھوں نے عیسائی مبلغین کے اشارہ پر اسلام پر کتابیں لکھیں۔ نتیجہ کے طور پر اسلام کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا۔ اسلام کو ناقابل قبول قرار دیا گیا (لین) اور اس کے اصول و قواعد کی غلط تشریح کی گئی۔ اور رنگدار آئینوں نے اصل منظر کا حسن کھو دیا۔

بہت سے طباع دماغ اسلام کی مخالفت کے لئے وقف کر دیئے گئے۔ اور اسلام کو غلط رنگ میں پیش کرنے کے لئے بہت سی تدابیر اختیار کی گئیں۔ اسلام کو غلط رنگ میں پیش کرنے والی تدابیر میں سے ایک تدبیر یہ بھی تھی کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ اسلام دوسرے مذاہب کا خوشہ چیں ہے۔ اور یہ تدبیر بے سوچے سمجھے اور بے اختیاری طور پر اختیار نہیں کی گئی۔ بلکہ ان لوگوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی عمارت کو بنیاد سے اکھاڑ پھینکیں۔ اس مضمون میں اس ادعائے باطل کو بے بنیاد اور بے اصل ظاہر کرنا مقصود ہے۔

دنیا کے تمام بڑے اور زندہ مذاہب میں اسلام سب سے زیادہ جوان اور کم عمر ہے۔ اس بنا پر یہ الزام تراشا گیا کہ نعوذ باللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض دوسرے مذاہب سے ضروری مسائل اخذ کرلئے اور اسے اپنا رنگ دے کر اسلام کی صورت میں پیش کر دیا۔ یہ ادعائے باطل حقیقت اور سچائی سے کوسوں

دُور ہے۔ اور حقائق کو چھپانے کی بہت بڑی مضحکہ خیز حرکت ہے۔ اپنے اس ادعائے باطل کو صحیح ثابت کرنے میں نہ صرف غیر ملکی لکھنے والے ناکام رہے ہیں بلکہ اس سلسلہ میں تمام کے تمام کو ناکامی و نامرادی سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے تاریخی اور جغرافیائی حقائق و شواہد کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی

اس ادعائے باطل کے ثبوت میں نکتہ چیں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اسلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو دوسرے مذاہب خاص طور پر یہودیت اور نصرانیت میں پائی جاتی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسلام کے چند عقائد اس سے پہلے کے مذاہب یہودیت اور نصرانیت سے مشابہ ہیں۔ مگر تاریخی اور جغرافیائی شواہد اس دعوے کا ابطال کرتے ہیں۔ کہ اسلام دوسرے مذاہب کا خوشہ چین ہے۔ تشابہ کا اصل سبب انسان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ بلکہ انسان سے ماورئی قوت کے اختیار میں ہے۔ اور ایک ایسی چیز ہے جو تمام الٰہی مذاہب میں یکساں پائی جاتی ہے۔ اور یہ چیز جیسا کہ ہم ساتھ ساتھ ثابت کرینگے، وحی الٰہی ہے۔ ہم سب سے پہلے ذیل میں دنیا کے بڑے بڑے معلمین کے نام اور ملک درج کرتے ہیں :-

سری رام کرشن	ہندوستان -	حضرت موسٰیؑ	مصر
زرتشت	فارس -	گوتم بُدھ	ہندوستان
کنفوشس	چین -	حضرت عیسٰیؑ	بیت المقدس
حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔			عرب

یہ لوگ نہ تو ہمعصر تھے۔ اور نہ ہی ان میں سے کوئی دو ایک ملک کے رہنے والے تھے۔ یہ سب ایک دوسرے سے نہ صرف زمان بلکہ مکان کے اعتبار سے بھی بہت دور دور تھے۔ اس لئے ان میں سے کسی ایک کو دوسرے سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور نہ ہی انہیں مذاہب عالم کانفرنس کے طور پر ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات یا افکار کا موقعہ ملا۔ اور نہ ہی اس بات کا کوئی ثبوت موجود ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے پاس دوسرے کی مذہبی کتب اصل رنگ میں یا ترجمہ کی صورت میں موجود تھیں، نہ ہی انکی زبان ایک تھی۔ یہ سب بہت سادہ اور صاف حقیقتیں ہیں۔ کوئی پیچیدہ یا پوشیدہ باتیں نہیں ہیں۔ عامی سے عامی انہیں جانتا ہے۔ اس لئے ان کے کسی ثبوت کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص حالت کا اندازہ کرنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھٹی صدی عیسوی کے ایک امی عرب تھے۔ آپ پڑھنا اور لکھنا بالکل نہیں جانتے تھے۔ یہ ایک واضح

اور تسلیم شدہ حقیقت ہے ۔ اور اس سے وہ لوگ بھی جو اسلام کے بہت بڑے دشمن ہیں انکار نہیں کر سکتے حضورؐ کے خاندانی حالات اور نہ ہی مقامی روایات اس بات کے حق میں تھیں کہ حضورؐ بچپن یا جوانی میں نبوت سے پہلے کسی استاد کی مدد سے ، ابتدائی عربی تعلیم ہی سیکھ لیتے ۔ مستند علمائے محققین اور مورخین ، جنھوں نے تاریخ ادب عربی پر قلم اٹھایا ہے خواہ وہ مسلمان ہیں یا غیر مسلمان ، سب اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں عرب کی تعلیمی حالت ناگفتہ بہ تھی تعلیم سے اس درجہ بے اعتنائی برتی جاتی تھی کہ جبکہ سیل (الف) کی روایت ہے کہ پورے عرب میں کل ۱۷ آدمی ایسے تھے (ب) جو عربی لکھ اور پڑھ سکتے تھے ۔ اور ان سب کے نام لکھے ہوئے موجود ہیں ۔ اور ان میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام موجود نہیں ہے ۔ یہ حقائق و شواہد ایسے بین ، واضح اور ناقابل فراموش ہیں کہ ای جی براؤن جیسے اسلام کے بہت بڑے دشمن بھی انہیں نظر انداز نہیں کر سکے ۔

الف ۔ Preliminary discourse

ب ۔ سیرۃ النبی مصنفہ علامہ شبلی ۔ جلد اول صفہ ۱۲ English Translation of Quran

ت ۔ لٹریری ہسٹری آف پرشیا براؤن ۔ جلد اول صفہ ۲۶۱

تعلیم کو پھیلانے اور اس کی ترغیب دینے کو حضور صلی اللہ اس درجہ اہم سمجھتے تھے کہ حضورؐ نے سر ولیم میور کے قول کے مطابق (د) چند کمی غریب قیدیوں کو جو بدر[1] کی لڑائی میں پکڑے گئے (س) اس شرط پر رہا کرنے کا عہد فرمایا کہ یہ قیدی چند مدنی مسلمانوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھا دیں ۔ اس لئے ہم یقینی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اُمی تھے ۔ اور حضورؐ کو اپنی مادری زبان کے ابجد تک معلوم نہیں تھے ۔ اور یہ چیز غیر ملکی لکھنے والوں نے بھی تسلیم کی ہے ۔ اس لئے ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو امی ماننے پر مجبور ہیں ۔ (جان ، بی براؤن)

ہمیں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ایسی ابتدائی تعلیم کے متعلق کچھ معلوم نہیں جس کا اثر قرآن کے گہرے ہولوں پر پڑا ہو ۔ (جان پی براون دگ)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کسی سکول میں تعلیم نہیں پائی ۔ محمدؐ کی زندگی اور اس زندگی کے تجربات آپ کی تعلیم تھی ۔ (کارلائل)

---

[1] بدر مدینہ سے جنوب مغرب کی طرف پچاس میل کے فاصلہ پر ہے ۔ یہاں ۲ھ میں ۳۱۳ صحابہؓ نے جو زیادہ تر غیر مسلح تھے کفار سے جنگ کی اور فتحیاب ہوئے ۔

"امی مگر طباع، انہوں نے کوئی تعلیم نہیں پائی تھی۔ اور اگر پائی تھی تو وہ نہ ہونے کے برابر تھی۔"

(مارگولیوتھ ۔ روڈویل کے انگریزی ترجمہ قرآن کا دیباچہ)

"یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے۔ انہوں نے کچھ بھی تعلیم نہیں پائی تھی۔"

(سیل ترجمہ قرآن)

" اور حتی کہ صحرا کے معیار تعلیم کے مطابق بھی وہ امی تھے۔ اور یہ بھی مشتبہ امر ہے کہ انہوں نے کبھی لکھنا سیکھا۔ (ایچ۔ جی۔ ویلز) (آوٹ لائن آف ہسٹری۔ جلد دوم صفحہ ۱۲۸)

کیا حضور کوئی غیر ملکی زبان جانتے تھے؟ یا ان کا تعلق کسی غیر اسلامی صحیفہ سے تھا؟ یا آپؐ کے زمانہ میں عربی میں ان صحائف کے تراجم موجود تھے؟ تاریخ ان تمام سوالات کا جواب نفی میں دیتی ہے۔ تاریخ سے اس سلسلہ میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ حتے کہ سب سے بڑے "خوش گفتار" لکھنے والے، مثال کے طور پر میور روڈول اور پامر، سب اس سلسلہ میں خاموش ہیں۔

یہاں ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوگا کہ آیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی غیر ملک کی سیاحت پر گئے اور ان مذہبی نظریوں سے آشنا ہوئے جو ان میں عام تھے؟ شام عرب کے باہر کا صرف ایک ملک ہے جس کے متعلق تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ وہاں تشریف لے گئے۔ چند غیر ملکی مصنفین کا خیال ہے کہ ان سیاحتوں کے دوران میں آپؐ نے یہودیت اور نصرانیت کے چند نظریئے اخذ کئے۔ یہ ایک ایسا خیال ہے جس کی تردید دوسرے لوگوں مثلاً ایف جی براؤن اور جان پی براؤن نے کی ہے۔ ان لوگوں نے اس خیال کی تردید اس بنا پر کی ہے کہ جن حالات میں آپؐ نے یہ سفر اختیار کئے ان کے پیش نظر یہ طبعی طور پر غیر ممکن معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخصوص کاروبار سے علیحدگی اختیار کر کے مذاہب کا مطالعہ کیا ہو۔ آپؐ نے شام کا پہلا سفر اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ بارہ برس کی عمر میں اختیار کیا۔ یہ عمر مذہب کے مطالعہ کے لئے بھی تو موزوں نہیں۔ چہ جائیکہ اس عمر میں دوسرے مذاہب سے خوشہ چینی کی جائے۔ اور ان کے نظریات کو اپنایا جائے۔ دوسرے موقعہ پر جب آپؐ نے سفر اختیار کیا تو آپؐ ۲۵ سال کے تھے یعنی نبوت کے شرف سے سرفراز ہونے سے پندرہ سال پہلے، آپؐ نے حضرت خدیجہؓ، آپؐ کی ہونے والی حرم محترم کے کاروباری سفیر کی حیثیت سے شام کا سفر کیا۔ ان دونوں مواقع پر آپؐ شام میں بہت کم دن ٹھہرے۔ اور دوسرے موقعہ پر تو پہلے سے بھی کم۔ کیونکہ آپؐ نے اپنا کام

غیر متوقع طور پر وقت سے پہلے کر لیا۔ اور آپؐ کامیاب و کامران فوراً وطن واپس لوٹ گئے

ہم اس چیز کا فیصلہ اپنے غیر مسلم ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ یہ دیکھیں کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس مصروف سفر میں اس قابل تھے کہ آپ یہودیت اور نصرانیت کا اس درجہ مطالعہ کریں کہ اس کی مدد سے (نکتہ چینوں کے خیال کے مطابق) آپ قرآن جیسی عظیم الشان کتاب مذہبی لٹریچر کے شاہکار کے طور پر تیار کر لیتے۔ درحالانکہ آپؐ کا یہ سفر بہت مختصر تھا۔ اور آپؐ اس وقت تک پہلے ہی کی طرح اُمّی تھے۔

نکتہ چینوں نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ خود عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہودی اور نصرانی موجود تھے۔ جی ہاں، عرب میں ایسے لوگ تھے مگر بہت کم اور مکہ سے باہر مدینہ اور یمن میں یہودیوں کے چند قبائل موجود تھے۔ جبکہ عیسائی جو رومن اثر کی وجہ سے عرب میں داخل ہوئے، نجران اور دوسرے مقامات پر پراگندہ اور غیر منظم طور پر پھیلے تھے۔ خواہ کچھ بھی ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو ان مقامات پر نبوت سے پہلے کبھی گئے۔ اور نہ مکی زندگی میں جبکہ قرآن اترنا شروع ہو گیا تھا تشریف لے گئے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ اس وقت تشریف لے گئے جبکہ آپ کو وہاں جانے کی ضرورت ہوئی۔

اسلام کے ایک بہت بڑے مشہور نکتہ چیں سر ولیم میور نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ:۔

"یہ خیال قطعاً بے بنیاد ہے کہ مکہ اور مدینہ میں ایسی کوئی چیز موجود تھی جس سے قرآن نے کچھ اخذ کیا یا جس سے قرآن کے مضامین مشابہت رکھتے تھے۔ حتّٰی کہ مکہ اور مدینہ میں ایسی کوئی چیز بھی موجود نہ تھی جسے آپؐ کے ان اقوال کی بنا کہا جا سکے جو آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے ارشاد فرمائے۔"

(لائف آف محمدؐ۔ دوسری جلد۔ صفحہ ۱۰۰)

کیا اس سلسلہ میں اب بھی کسی مزید بحث کی ضرورت ہے؟ اب ہمیں اس چیز پر نظر ڈالنی چاہیئے کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسائی و یہودیوں میں کیسے تعلقات تھے؟ عیسائی اور یہودی کبھی حضورؐ کے خیر خواہ نہیں ہوئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مشن کی علانیہ مخالفت کی۔ حتّٰی کہ ان میں سے بعض نے تو حضورؐ کے قتل کی سازش تک کی۔ ناظرین کرام کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ ایک یہودی عورت تھی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا۔ اور یہی زہر بعد میں چل کر حضورؐ کی وفات کا باعث بنا۔ مختصر یوں سمجھئے کہ یہودی

لوگوں سے زیادہ حضورؐ کے دشمن تھے۔ کیا ایسی صورت میں جبکہ یہ لوگ حضورؐ کے دشمن تھے حضورؐ کے لئے یہ ممکن تھا کہ حضورؐ ان سے ان کے مذاہب کے متعلق کچھ معلومات یا ہدایات حاصل کرتے۔ آگے چلئے۔ کیا اس کی کوئی مثال موجود ہے کہ حضورؐ نے کبھی کسی موقعہ پر یہودیوں سے ان کے مذہب کے متعلق کچھ سیکھا ہو۔ اور جبکہ آپ اس بات کے دعویدار تھے کہ آپؐ اس بات کے دعویدار تھے کہ آپ خدا کے رسول ہیں اور قرآن حکیم منزل من اللہ ہے اگر ایسا ہوا ہوتا تو یہ آپؐ کے مشن کی خودکشی کے مترادف ہوتا۔ کیونکہ یہ لوگ فوراً کہدیتے کہ محمدؐ نے یہ سب باتیں ہم سے سیکھی ہیں۔ اور ہم ہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ تمام سامان بہم پہنچایا ہے مگر تاریخ میں اس قسم کا کوئی واقعہ منقول نہیں ہے۔ تاریخ اس سلسلہ میں قطعاً خاموش ہے۔ یہودیوں کے متعلق یہاں ایک اور بات کی وضاحت کردینا ضروری ہے۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس سے اسلام کے متعلق خوشہ چین ہونے کے خیال کی پورے طور پر تردید ہوتی ہے۔ پامر کے الفاظ میں یہودی اس بات کے لئے آمادہ نہیں تھے کہ کوئی انسانی ہاتھ ان کی مقدس کتاب کو چھوئیں۔

آخر کار یہودیوں کی چھٹی صدی عیسوی میں عرب میں کیا حالت تھی؟ کیا ان میں ایسی کوئی چیز موجود تھی، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن پر اثر انداز ہوتی۔ حالات اس قسم کے امکان کے قطعاً مخالف تھے۔ یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

گو یہودی موحد ہونے اور ابراہیمؑ کے ایک خدا کے پرستار ہونے کے دعویدار تھے۔ مگر ان میں یہ عقیدہ موجود تھا کہ خدا انسان کی صورت میں حلول کر کے اس دنیا میں آتا ہے۔ مکہ کے مقدس عبادت گھر کعبہ میں انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کا بت بنا رکھا تھا جس کے ایک طرف قربانی کا بکرا تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام اور علیہ السلام کو خدا سے دوسرے درجہ پر سمجھتے تھے اور وہ اپنے گھر کے خدا کو انسان کی صورت میں پوجتے تھے یہ تمام عقائد ان کے اصل مذہب موسوی کے قطعاً خلاف تھے۔ دریں صورت ان میں کوئی ایسی قابل لحاظ اور ممتاز چیز موجود نہ تھی جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرماتے۔

آپ اصل توحید کے پیغامبر تھے اور آپؐ کے پیش نظر یہی حقیقی اور اصلی وحدانیت تھی۔ اس زمانہ کے لوگ اپنے مسخ شدہ مذہب سے اس درجہ نالاں تھے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیحؑ کی آمد کے منتظر تھے مگر جب حضورؐ تشریف لے آئے تو انہوں نے اسی طرح حضور کی مخالفت کی جس طرح آپ سے پہلے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی مخالفت کر چکے تھے۔

اسلام میں فلسفہ حیات

(سید نجم الدین احمد صاحب جعفری)

فلسفہ کیا ہے ؟ اشیائے کائنات کو عقلی زاویۂ نگاہ سے دیکھنا۔ اور زندگی میں معقولیت کی کوشش کرنا گویا اس مقصد کے حصول کا ایک طریق ہے۔ ضمیر اس معاملہ میں انسان کا بڑا راہنما ہے اور اسی لئے اسلام نے اس کی آواز پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید بار بار فرماتا ہے۔

اے لوگو ! تم تدبر کیوں نہیں کرتے ؟ تم اپنی عقل کو کیوں نہیں استعمال کرتے ؟ تم ضمیر کی آواز پر کان کیوں نہیں دھرتے ؟ جب ہم اسلامی فلسفہ حیات کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم ان امور پر زور دیں جو کہ اسلامی مذہب میں ہماری عقل کو اپیل کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی زندگی پر بھی ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ مثلاً خدا اور کائنات کے ساتھ ہمارے تعلق کے بارہ میں اسلامی تعلیم کیا ہے۔ یا آزادی ضمیر، ایمان اور عمل، فطرت اور خدا، انانیت انفرادی، اور انانیت مطلقہ کی بابت اسلام کی تعلیم کیا ہے ؟ یہ وہ مسائل ہیں جن پر تمام زمانوں میں حکماً اور سائنسدانوں نے غور کیا ہے۔ اور علوم طبیعی بھی ان مسائل کا حل کرنے سے عاجز ہیں۔ اگرچہ ان کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ ان کو حل کر سکینگے ان مسائل کا بہترین حل آنحضرت صلعم نے دُنیا کو دیا ہے۔ آپؐ کا ارشاد یہ ہے کہ معرفت الٰہی کے لئے مادی کائنات میں غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ اسی لئے قرآن مجید بار بار فرماتا ہے کہ فطرت دراصل سنت اللہ ہے۔ اسلام کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ وہ حیات اور اس کے مسائل کو تجرباتی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ جسم اور روح کے مابین ایک توازن قائم کرنے میں انسان کی مدد کرتا ہے۔ وہ ہمیں حقائق کا مقابلہ کرنا سکھاتا ہے۔ اور غیر موافق حالات سے گریز کرنے سے روکتا ہے۔ کائنات میں غور و فکر اور مسائل کا قرآنی حل ہمارے اندر ذہنی مسرت کا احساس پیدا کرتا ہے جس طرح کہ ایک سائنسدان کو اپنے معمل میں حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ وہ طبعیات اور کیمیا کے مسائل کا سائنٹفک طریق پر حل کرتا ہے۔ آنحضرت صلعم کو اس تجرباتی رجحان طبع کے پیدا کرنے میں آسانی اس بنا پر حاصل ہوئی کہ عربوں کی افتاد طبع اس درجہ حقیقت پسند ہے کہ وہ شاعری میں بھی جو کہ الہامی فن ہے، تخیل کے مقابلہ میں واقعیت کو زیادہ پسند کرتے ہیں

جس طرح دوسرے مذاہب میں ہوا، اسلام کی روح بھی طبیعی، سیاسی اور تمدنی عناصر سے متاثر ہوئی ہے۔

قرآن مجید، جو اسلام اور اسلامی ثقافت کا سرچشمہ ہے تخیل کے مقابلہ میں عمل کو زیادہ وقیع قرار دیتا ہے اور اس طرح حقیقی فکر کی عادت پیدا کرتا ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ مشہود اشیا کے مقابلہ میں غیر مشہود اشیا کی طرف لوگوں کا میلان بہت زیادہ تھا، آنحضرت صلعم نے عالم شہود پر زور دے کر انسانوں میں ایک عقلی انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس رجحان طبع پر زور دینے کی بدولت اسلام نے دنیا میں، سائنٹفک طریق فکر اور عقلیت کا دروازہ کھول دیا جس کی بنا پر دنیا میں دور جدید کا نقشہ جم گیا۔ لوگوں کو یہ تعلیم دے کر کہ فطرت دراصل اللہ کی سنت ہے، آپ نے انسانی نفس کو حقیقت کبریٰ سے وابستہ کر دیا۔ اور اسی عقیدہ کی بدولت لوگوں میں کائنات کے اندر غور و فکر کرنے کا مادہ پیدا ہوا۔

فطرت کے خواص کا مطالعہ کرنے سے، اور علم حاصل کرنے سے، اسلام نے انسان کو خدا سے قریب تر کر دیا۔ لوگوں میں یہ انقلاب دیکھ کر مشہور جرمن فاضل گوئٹے نے لکھا، "آپ غور فرمائیں کہ یہ تعلیم کسی حال میں ناقص نہیں ہے۔ اور دنیا کا کوئی فلسفہ یا نظام تمدن اس سے زیادہ موثر نہیں ہو سکتا"

بانی اسلام کی بعثت سے پہلے بہت سے مذاہب کی یہ بنیادی تعلیم تھی کہ یہ مادی دنیا ایک فسانہ ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کو ترک کر دینا ہی اولیٰ ہے۔ لیکن اسلام نے اس تفریت کو باطل کیا۔ اور بتایا کہ کائنات ایک وحدت ہے۔ اور تخیلی اور حقیقی امور، دونوں ایک دوسرے کے معاون عناصر ہیں۔ ان میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔ اور یہ ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں حقیقی امور ہی تخیلی امور کے لئے موجب فخر و مباہات ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ "کہ ہم نے زمین و آسمان، اور جو کچھ ان کے مابین ہے اسے بیکار نہیں پیدا کیا۔ بلا شبہ ہم نے کائنات کو ایک خاص مقصد کے ماتحت پیدا کیا ہے" (قرآن مجید سورت ۴۴ - آیت ۳۸ - ۳۹)

آنحضرت صلعم نے اصول تغیر کو، اختلاف لیل و نہار کو، کواکب کو، اور شہد کی مکھیوں کی آواز کو غیر مرئی طاقت کا مرئی نشان قرار دیا۔ اور لوگوں کو یقین دلایا کہ یہ دنیا محض ایک دھوکہ نہیں ہے اس بنا پر لوگوں کے اندر تحسین و تقدیر اشیا کا ایک نیا احساس پیدا ہو گیا۔ اور لوگوں نے عمل کو خیال کے برابر قیمتی قرار دیا۔ اور یہ خیال دلوں سے نکل گیا کہ خانقاہوں میں جا کر نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ سابقہ نظریہ یہ تھا کہ بدی

کا مقابلہ مت کرو۔ لیکن اسلام نے اس کی جگہ یہ تعلیم دی کہ "بہتر عمل کی بدولت بدی کا خاتمہ کردو۔"

قدیم مذاہب اور تمدن، دنیا میں مسرت و راحت کا دروازہ نہ کھول سکے۔ کیونکہ وہ اپنے پیروؤں کو ہمیشہ فلسفہ کی بھول بھلیوں میں مبتلا رکھتے تھے۔ اور حقائق کائنات کا مطالعہ کرنے کا کبھی موقعہ نہیں دیتے تھے۔ نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ نہ وہ نروان کے حصول کا یقین عطا کر سکے اور نہ اپنے پیروؤں کو اس دُنیا کی راحتوں سے بہرہ اندوز ہونے کا موقعہ دے سکے۔ جس کو اصطلاح میں "جیون مکتی" کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ اس قسم کا فلسفہ، بنی نوع آدم کے لئے بیحد مضر ہے لہذا آپ نے اپنے پیروؤں کو یہ تعلیم دی کہ یہ دُنیا خیالی نہیں بلکہ مظہر صفات آئینہ ہے۔ یا بقول ایک بڑے فلاسفر کے، مادی تغیر کائنات کا تخیلی اتصال ہے، جو کہ ہمیں غیر مادی حقیقت کے ذہنی اعتراف کے لئے تیار کرتا ہے۔ اس رجحان کی بنا پر مشاہدات حسی، فلسفہ کی نشوونما ہوئی۔ اور اس کی بدولت قلبی ادراک کا دور شروع ہوا۔

جب قرآن مجید یہ فرماتا ہے کہ فطرت سُنّت اللہ ہے تو وہ ہمیں فطرت کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہے تاکہ ہماری ذات اس ذات مطلق کے ساتھ ارتباط پیدا کر سکے۔ اور یہ ذات اور غیر ذات کے درمیان ایک قسم کی مفاہمت ہوگی۔ تاکہ ہم اس حقیقت کبرےٰ کو سمجھ سکیں۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اس مادی کائنات کی طرف تجرباتی رجحان طبع پیدا کرو۔ اور نماز کے اوقات اور طریقے ایسے معین فرمائے کہ ہم اللہ کے ساتھ ارتباط پیدا کر سکیں۔

جب ہم کائنات اور اس کے مقصد کے متعلق اسلامی تعلیمات سے فارغ ہو کر، انسان کے متعلق جو قرآن نے تعلیم دی ہے اس پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید تین باتیں پیش کرتا ہے:۔

(۱) انسان اللہ تعالیٰ کی بہترین اور پسندیدہ مخلوق ہے۔ (۲) اپنی بعض کمزوریوں کے باوجود انسان اس زمین پر خدا کا نائب ہے (۳) وہ ایک آزاد ہستی ہے۔ ان حقائق کی موجودگی میں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسلام اپنے پیروؤں کے اندر قسمت پر بھروسہ کر کے عمل سے گریز کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے برعکس، وہ انسان کو اختیار عطا کرتا ہے تاکہ وہ کشمکش حیات میں حصہ لے سکے۔ اور ان لوگوں کو جو شخصی کوشش پر اعتماد کرتے ہیں کامیابی کا یقین دلاتا ہے۔ اسلام تدبیر اور تقدیر دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ انسانی شخصیت اپنے اندر عالی شان رکھتی ہے۔ قرآن مجید میں امر اور خلق یہ دونوں لفظ بار بار

مستعمل ہوئے ہیں۔ اور ان کا منشا یہ ہے کہ خدا کی تخلیقی فاعلیت ظاہر ہوتی رہتی ہے اور تعامل کے قانون کی پابند ہے۔ جو لوگ بڑی بڑی شخصیتوں کی کارگزاریوں کو جو ترقی پذیر تحریکات کے ضمن میں ظاہر ہوتی ہیں اور تاریخی واقعات کو جو اقوام کی سیرت کو متاثر کرتے ہیں، غور سے مشاہدہ کرتے رہتے ہیں وہ اس قانون تعامل کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ یعنی فاعلیت کے چشمے انسانی شخصیت میں خارج سے بہکر داخل ہوتے ہیں اور پھر شخصیت سے نکلکر، انانیت مطلقہ میں داخل ہوتے ہیں۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ جسم اور روح دونوں ایک دوسرے کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ انسانی نفس حقیقت کبریٰ کی جھلک دیکھتا ہے اور اسطرح مشکلات کا مقابلہ کرنے کی طاقت حاصل کرتا ہے۔

اسلام کا اصل اصول توحید الٰہی ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان خدا کی کامل فرمانبرداری کرے۔ اور اس طرح تمام بنی نوع آدم ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ خدا تمام حقیقی علوم کا سرچشمہ ہے۔ اور زندگی کی روحانی بنیاد ہے اس لئے اس پر ایمان رکھنا گویا انسانیت پر ایمان رکھنا ہے۔ اور اسی لئے انسانیت کی خدمت کرنا گویا زندگی کا مقصد ہے۔ اور اس خدمت کی وجہ سے اسلام نے انسان کو تحقیق و تسخیر کائنات مادی کا حکم دیا ہے۔ اور اس بات کو اس درجہ اہمیت دی ہے کہ انسانیت کی خدمت خدا کی خدمت کرنے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ اور انسانیت کے اس دائرہ کو تنگ کرنا، اسلام کی حقیقی روح کے منافی ہے۔ جو لوگ ایسا خیال کرتے ہیں انہیں آنحضرت صلعم کے اس ارشاد پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ "بنی نوع آدم دراصل خدا کے فرزند ہیں اور خدا کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو خدا کے بندوں کی خدمت کرتا ہے" انسان کی ایک منٹ خدمت کرنا، سال بھر تک نماز پڑھنے سے زیادہ وقیع ہے۔

آنحضرت صلعم نے ہمیشہ اس خیال کی تردید کی ہے کہ بنی نوع آدم میں رنگ، نسل، زبان اور قبیلہ کے اعتبار سے امتیازات قائم کئے جائیں۔ آپؐ نے اپنے پیروؤں کو یہ نصیحت فرمائی کہ کسی مذہب کی تحقیر مت کرو اور کسی غیر مسلم کو ندامت پہنچاؤ۔ آپؐ کی نظر میں تمام کائنات ایک مسجد ہے۔ اور اسلام کا سارا فلسفہ آپؐ کے ان الفاظ میں مضمر ہے کہ "قیامت کے دن اللہ بندہ سے فرمائیگا کہ اے انسان! میں غریب تھا مگر تو نے میری امداد نہ کی۔ میں کمزور تھا مگر تو نے میری حفاظت نہ کی۔ میں بیمار تھا مگر تو نے میری تیمارداری نہ کی۔ انسان عرض کرے گا اے خدا تو کس طرح غریب یا کمزور یا بیمار ہو سکتا تھا؟ اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیگا

کیا میرا فلاں بندہ، جو تیرا عزیز تھا، اور میری مخلوق تھا، غریب اور تیری امداد کا طالب نہ تھا مگر تو نے اس کی امداد نہ کی۔ اگر تو اس کی امداد کرتا تو اس کے اندر مجھے جلوہ گر پاتا۔" (صحیح مسلم)

مکتوباتِ ووکنگ

مقام مسرت ہے کہ مسیحی دنیا اسلام کے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا جب برطانی مطبع ہمارے تاثرات اور تردیدی بیانات کی اشاعت سے گریز کرتا تھا۔ ہمارے دینی اور دنیاوی موضوعات سے تعلق رکھنے والے مقالات کو زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں کیا جاتا تھا۔ آج مختلف مشہور برطانی رسائل میں ہمارے خیالات کی ترجمانی کی جاتی ہے۔ آئے دن ہمارے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

اسلام سے گہری دلچسپی کا بین ثبوت یہ ہے کہ آج تجارتی حلقوں میں وسیع الظرف جماعت کے افراد بھی اسلام کی جانب رجوع ہیں۔ بہت سے ناشرین اخبارات و رسائل نے اپنی ڈائریوں اور کیلنڈروں میں اسلام کے سال نو اور اسلامی تہواروں کے متعلق شائع کیا ہے۔ حال ہی میں ایک کمپنی نے جو علاج معالجہ اور دواسازی سے تعلق رکھتی ہے۔ ڈاکٹروں کے نام ایک گشتی چٹھی شائع کی ہے۔ اس میں جہاں بیماروں کے لئے شہد کے فوائد پر زور دیا ہے۔ سند کے طور پر قرآن حکیم سے اقتباس پیش کیا ہے۔

مفت لٹریچر کی مانگ دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ ذیل میں ہم چند خطوط کے اقتباسات درج کرتے ہیں جو ہمیں مختلف مقامات سے روزانہ وصول ہوتے رہتے ہیں

(۱) کیا آپ مہربانی کر کے اسلام کے متعلق مجھے مفصل اطلاعات سے ممنون فرمائیں گے۔ میں نے ووکنگ ریلوے کے متصل ایک اشتہار میں پڑھا ہے کہ آپ اطلاعات بہم پہنچاتے ہیں۔

(دستخط) ایف براکیٹ)

(۲)۔ مجھے اتفاقاً اسلامک ریویو کا ایک نسخہ دستیاب ہوا۔ نہایت دلچسپ مضامین کا مجموعہ ہے اس نے میری سوئی ہوئی خواہشات کو بیدار کر دیا ہے۔ کیا آپ ازراہ کرم مجھے اس کی کاپیاں باقاعدہ بھیج سکیں گے۔ (دستخط) جے۔ سی۔ داؤد۔ ناصرہ)

(۳) میں بہت ممنون ہوں گا اگر آپ قرآن حکیم کا ایک اور نسخہ مجھے عنایت فرمائیں۔ اور بھی چند کتب مرحمت فرمائیں، نوازش ہوگی۔ ہر وہ کتاب جو عبادت الٰہی سے متعلق ہے، میری نظر میں مقدس اور محترم ہے۔ اور میں اسکی ایسی عزت و تکریمت کروں گا جتنی کہ بائیبل کی کرتا ہوں۔

(دستخط) کے۔ ڈی۔ مور (آنریری لائبریرین)

اس روز افزوں مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے ہم اپنے عزیز برادران اسلام کو تکلیف دیتے ہیں کہ مبلغ ۵ؔ روپے کے عوض ہم اسلامک ریویو کی ایک کاپی مفت کسی لائبریری۔ ادارہ۔ یا کسی انگریز غیرمسلم کو بھیج سکتے ہیں۔ اشاعت اسلام سے بہتر مصرف خیرات، اور صدقات کا اور کیا ہو سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات کی اشاعت ہو۔ ہم نے آپ کے سامنے ضرورت پیش کر دی ہے۔ یہ ضرورت آپ کی محتاج ہے۔

امام مسجد ووکنگ کی تقاریر مسیحی منابر پر

اسال ہمارے لیکچروں کی تعداد سال گزشتہ سے کہیں زائد ہے۔ کامیابی بھی اس سال کافی سے زائد ہوئی ہے۔ آئندہ اکتوبر ۱۹۳۷ء تک امام صاحب کا تقریری پروگرام مرتب ہو چکا ہے۔ گزشتہ مہینوں میں امام صاحب نے حسب ذیل مقامات میں تقاریر کیں

تاریخ	مقام
۵ ۱/۳۷	سی۔ ایس۔ چرچ۔ کینال رائز۔ این۔ ڈبلیو۔ ۱۰
۹ ۱/۳۷	Spiritual Church, Walton-on-Thames
۱۹ ۱/۳۷	Brotherhood. Aldershot
۲۵ ۱/۳۷	Inter-Religious Fellowship, London
۳ ۲/۳۷	Woman's International League, Cambridge
۹ ۲/۳۷	International Friendship League, London
۱۶ ۲/۳۷	" " " "
۲۵ ۲/۳۷	South London Branch, Inter-Religious Youth Group - London -

تاریخ مقام

۳۱ – ۳ – ۱۳ Christian Spiritualist Church Walton-on-Thames

〃 The Confraternity, Woking.

روحانیت اور کلیسائیں

تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ اسلام نے جملہ مذاہب عالم کے پیرؤوں کے ساتھ ہمیشہ مروت و رواداری برتی ہے۔ اس فقید المثال رواداری کا راز اسلام کی روش اور پرخلوص تعلیمات میں مضمر ہے اسلام کی تعلیم ہے کہ تمام مذاہب کا منبع رب العالمین ہے۔ اور ہر مذہب میں رہنما آئے ہیں۔

یہ عملی طور پر ضرورت حاضرہ کا احساس ہی ہے جس نے مسیحی احباب کے دلوں میں کلیسائی تعلیمات سے تنفر پیدا کر دیا ہے کہ ایٹ لانٹا ہال ووکنگ بروز بدھ مورخہ ۱۶ - مارچ حاضرین سے کھچا کھچ بھر گیا۔ اس اجلاس کا انعقاد Confraternity کے زیر اہتمام عمل میں آیا۔ موضوع تقاریر "روحانیت اور کلیسا" تھا۔

مسز ٹابرٹ جو Confraternity کی صدر ہیں۔ انہوں نے Confraternity کے اغراض و مقاصد کی توجیہ و وضاحت فرماتے ہوئے نہایت بے باکانہ انداز میں فرمایا کہ آج تک جن امور کی ہمیں کلیسائیں تعلیم دیتی رہی ہیں ان کا مسیحیت سے سرمو کوئی علاقہ نہیں۔ بلکہ ہم اس کو کلیسائیت کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ بعد ازاں ریورنڈ مورس الیٹ کی تقریر ہوئی آپ نے فرمایا کہ جب میں گرجا میں داخل ہوا تو میرا خیال تھا کہ وہاں مجھے اپنے ہم مشربوں سے ملاقات کا موقعہ نصیب ہو گا۔ لیکن جلد ہی مجھے معلوم ہوا کہ "خود غلط بود آنچہ من پنداشتم" حقیقت میں مجھے مسجد ووکنگ میں یہ موقعہ نصیب ہوا جناب امام صاحب نے براہ مہربانی مجھے تقریر کی اجازت دی۔

آخر میں مولوی آفتاب الدین احمد صاحب نے تقریر فرمائی۔ آپ نے مختصراً ارشاد فرمایا کہ مجھے اس امر سے بے حد مسرت حاصل ہوئی ہے کہ روحانیین کا ایک گروہ کلیساؤں کی اصلاح پر آمادہ ہے۔ مزید برآں آپ نے فرمایا کہ کوشش یہ کی جائے کہ تمام مخالف کلیساؤں کو ایک سلک اخوت میں پرو دیا جائے۔ خصوصیت کے ساتھ آپ نے اسلام کو حوالتہً پیش کیا اور فرمایا کہ اسلام نے نہایت واضح اور مبین الفاظ میں اعلان فرما دیا کہ جملہ مذاہب عالم کا مخرج واحد ہے۔ ایک مسلمان کا ایمان ہے کہ حضرات موسیٰ وعیسیٰ

ابراہیمؑ اور محمد مصطفےٰؐ علیہم السلام نے اخلاقیات اور دینیات کی تعلیم دی تعلیم کی نوعیت میں کوئی اختلاف نہ تھا۔

امام صاحب کی تقریر کے خاتمہ پر صاحب صدر نے اجلاس برخاست کیا۔

گریٹ برٹین میں مسلم سوسائٹی

سال کی تقریب اول یعنے عیدالاضحےٰ کی تقریب کے بعد برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائٹی نے موسم بہار کے لئے اپنا مستقل پروگرام شروع کر دیا ہے۔ پہلا اجلاس بروز سنیچر مورخہ ۵ ۔ مارچ ۱۹۳۸ء منعقد ہوا مسٹر احمد عبدالرحمٰن کی میزبانی میں مسٹر اور مسز سنت دان سکرٹری اور وارڈون انڈین سٹوڈنٹس یونین مجمعین میں سے تھے۔ تقریب میں نہایت گرمجوشی سے شرکت کی گئی۔

ہمیں مطلع کیا گیا ہے کہ سال رواں کے دوران میں سوسائٹی مذکورہ کے لائحہ عمل کی مدات میں سے ایک ضروری مدیہ ہے کہ اس ملک میں ملت کے غریب افراد کا خاص خیال رکھا جائے۔ اس سلسلہ میں ایک ماتحت کمیٹی اس معاملہ پر غور و خوض کرنے کے لئے متعین کی گئی ہے۔ جسکے سکرٹری مسٹر ایم ایچ ترمذی ہیں۔ کمیٹی کا مقصد وحید یہ ہوگا کہ وہ حتی الوسع محتاج اور مساکین کو کپڑے ۔ کتب ۔ طبی اور قانونی امداد مفت مہیا کرے ۔ اس معاملہ کی اہمیت پر زیادہ زور دینا چنداں ضروری نہیں۔ ہم سوسائٹی کو اس جدید اقدام پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور دل سے ان کی کامیابی کے خواہاں ہیں۔

انگلستان میں محرم کی تقریب

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت عظمےٰ کی یاد تازہ کرنے کے لئے [illegible] کے مقام پر بروز سنیچر مورخہ ۱۲ ۔ مارچ ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔

سوسائٹی کے جنرل سکرٹری مسٹر ایم ہارون رشید نے فرائض صدارت سرانجام دیئے۔ مقررین میں مولوی آفتاب الدین احمد صاحب امام مسجد ووکنگ اور ڈاکٹر ایس ایم رضوی کے اسمائے گرامی قابل تذکرہ ہیں۔ امام صاحب نے تقریر کے ابتدا میں حسب ذیل آیت تلاوت فرمائی۔ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ۔ اور ہم تم کو خوف، بھوک، نقصان مال، نقصان جان اور پھلوں کے نقصان سے آزمائیں گے۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ اسلام سراسر قربانی کا مذہب ہے۔ اس کے بانی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ایثار و قربانی کی زبردست مثال تھے۔ آپ نے سلطنت عظیم حاصل کی لیکن بایں ہمہ اپنے اہل و عیال کو متمتع نہ کیا۔ حضور علیہ السلام کے نواسے یعنے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ہر دو لخت جگر بھی مجسم ایثار تھے۔ جب اسلام میں غیر اسلامی اثرات کا دخل ہوا۔ اور اسلام کی اصل تعلیم کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگتا نظر آیا تو وہ ہستی جس نے صدائے احتجاج بلند کی وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا وجود مقدس ہے۔ آپ نے نہایت جرأت اور حوصلہ کا ثبوت دیا۔ اور آپ نے جس اسلام دوستی کا ثبوت دیا ہے اس کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ چنانچہ واقعہ کربلا، وہ واقعہ ہے، جس نے اسلام کو مخالف طاقتوں سے نجات دی۔

دو منٹ کے انتہائی سکوت کے بعد یعنے فاتحہ خوانی کے بعد صدر جلسہ نے ڈاکٹر رضوی صاحب کو تقریر کی دعوت دی۔ آپ نے نہایت مختصر الفاظ میں ان خدمات کا تذکرہ کیا جو خاندان نبوی نے جانی قربانی گوارا کرتے ہوئے سرانجام دیں۔ اور اس امر پر زور دیا کہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کی غیر متعصبانہ اور غیر جانبدارانہ خدمات اسلام کے خوان جگر کی چاشنی ہیں۔

فاضل صدر محترم کی درخواست پر سامعین میں تین یا چار احباب نے تقریرات پر مختصر تبصرہ کیا۔ اور ہر مقرر نے اس پر زور دیا کہ ہمیں واقعہ کربلا سے سبق لینا چاہیئے۔ اور اپنے اندر اخوت پیدا کرنی چاہیئے

تقریب نہایت کامیاب رہی، خاتمہ پر صاحب صدر نے حاضرین سے سوسائٹی کی تحریکات میں اشتراک عمل کی درخواست کی

(بقیہ صفحہ ۲۸۰)

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
[illegible] مارچ	۱۳۶	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک بہ ۳۶ تا ۳۸۴ مارچ ۱۸۶؍ کتب خرید کردہ برائے فروخت ۳۰؍ ترجمہ برائے اشاعت اسلام ۴۲؍ سٹیشنری ۴؍ مہمان نوازی ۳؍ کتابت علی الحساب جنوری فروری ۳۸ء ۱؍ موسمی اخراجات ۶؍ متفرق اخراجات ۱۰؍ ۲۸۵—۱۱—۶	۶	۱۱	۲۸۵
"	۱۳۷	کرایہ دفتر و بکڈپو بابت ماہ جنوری ۳۸ء			۴۵
"	۱۳۸	اڈمیٹنگ علے الحساب			۵۰
	۱۳۹	تنخواہ عملہ بابت فروری ۳۸ء	۲	۲	۳۶۸
	۱۴۰	جلد سازی اسلامک ریویو اکتوبر ۳۷ء و دیگر متفرق		۱۰	۳۲
	۱۴۱	علے انحساب بل دار الکتب اسلامیہ			۱۰۰
	۱۴۲	طباعت فوٹو اسلامک ریویو و اشاعت اسلام		۸	۲۴
	۱۴۳				۱۶
	۱۴۴	پروف ریڈنگ اسلامک ریویو از اکتوبر ۳۷ء تا دسمبر ۱۹۳۷ء			۲۷
	۱۴۵	میسرز این۔ سی۔ گوئل: ۲ ریم کاغذ برائے ووکنگ مشن ۲ ریم کرافٹ پیپر		۶	۳۴۳
	۱۴۶	میسرز این سی گوئل ۴ ریم کاغذ برائے اشاعت اسلام			۱۶

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بابت ماہ فروری ۱۹۳۸ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲-۲-۳۸	۲۱۵۱	جنابہ بیگم رضیہ خاتون صاحبہ مشن			۱۰
״	۲۱۵۲	جناب خواجہ نذیر احمد صاحب ״			
		قیمت کھال بکرا		۱۳	
۴-۲-۳۸	۲۱۶۳	جناب خان بہادر شیخ منہاج الدین صاحب ״			۱۰
۷-۲-۳۸	۲۱۶۶	״ عبدالوہاب خان صاحب ״			۲۰
۹-۲-۳۸	۲۱۸۳	״ مسز اقبال حسین صاحبہ ״			۱۰
״	۲۱۸۴	״ علی احمد خان واسٹین ״			۵
״	۲۱۹۹	״ محمد نور غنی صاحب ״			۱۰
۱۰-۲-۳۸	۲۲۰۱	״ ایس احمد علی صاحب ״			۲۰
״	۲۲۰۲	״ محمد یونس خانصاحب ״			۴
۱۲-۲-۳۸	۲۲۰۴	״ خان محمد اسلم خانصاحب ״			۲۰
״	۲۲۰۷	״ محمد بوسعید اخانصاحب ״			۳
״	۲۲۱۸	״ محمد ابرار حسین ״			۲
۱۳-۲-۳۸	״	״ ایم جمال محمد صاحب ״			۵۰
״	۲۲۱۹	״ مس عقیلہ خانم صاحبہ ״			۵۰
״	۲۲۲۰	״ سید عبدالحلیم صاحب ״			۱۰
״	۲۲۲۱	״ کے۔ ایچ منیار ״			۳
״	۲۲۲۲	״ محمد زمان خان صاحب ״		۸	۲
״	۲۲۲۳	״ خواجہ نذیر احمد صاحب قیمت کھال ۴/۱۲ ״ خواجہ جلال الدین صاحب ۱۲/-			
		۴/۶		۶	۲
״	۲۲۲۴	״ محبوب خان صاحب			۳
۱۶-۲-۳۸	۲۲۴۴	״ عظیم الدین خان صاحب			۲
۱۷-۲-۳۸	۲۲۵۰	״ ایس ایم روح اللہ صاحب			۷
״	۲۲۵۲	״ ڈبلیو۔ احمد صاحب			۱
۱۸	۲۲۵۸	Prince Hadi [illegible]			
				۸	۱۳۱
״	۲۲۵۹	״ عباداللہ خانصاحب		۸	۱۳

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۸-۲-۳۸	۲۲۶۰	ایس ایس احمد صاحب مشن			۵
״	۲۲۶۱	اے اے بیگ ״			۵
۱۹-۲-۳۸	۲۲۶۵	کے۔ ایس۔ محمد صادق ״			۷
״	۲۲۶۶	کرم الٰہی صاحب قریشی ״			۵
״	۲۲۶۷	״ محبوب عالم صاحب ״			۲
۲۱-۲-۳۸	۲۲۷۴	״ ایم۔ اے۔ بیگ			۲
۲۲-۲-۳۸	۲۲۷۶	״ ڈاکٹر این خان صاحب، ۲ روپے امانت ایک روپیہ مشن			۳
۲۳-۲-۳۸	۲۲۸۰	״ عبدالوہاب خانصاحب ״		۸	۲
۲۵-۲-۳۸	۲۲۸۵	״ اصغر خان صاحب ״		۶	
۲۶-۲-۳۸	۲۲۸۸	״ محمد اظہرالحق صاحب ״			۴
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ فروری ۱۹۳۸ء		۱۴	۴۰۲
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ فروری ۱۹۳۸ء		۸	۵۲
		فروخت ووکنگ گزٹ بابت ماہ فروری ۱۹۳۸ء			۴۳
		فروخت کتب بابت ماہ فروری ۱۹۳۸ء		۲	۳۴۸
		میزان ۱۱-۱-۱۲۶۳			

تفصیل آمد مفت تقسیم اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱-۲-۳۸	۲۲۴۱	جناب علی محمد صاحب آئی سیال		۸	۷
۱۷-۲-۳۸	۲۲۵۱	جناب سید نصرت علی صاحب			۵
		۰-۸-۱۲			

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ ماہ فروری ۱۹۳۸ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۱-۲-۳۸	۱۲۸	میسرز رین پرنٹنگ پریس طباعت گزٹ نمبر ۱۷-۱۸-۲۱-۲۲-۲۴-۲-۳-۵ Hold: A Message to all the Nations.		۸	۱۱۵

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۲/۳/۳۸	۱۲۹	کرایہ دفتر و بنگلو ماہ دسمبر ۳۷ء			۴۵		۱۳۳	موسمی اخراجات ۲-۲-۰			
//	۱۳۰	میسرز محمد رضا:- برائے جلد سازی فہرست کتب اردو و انگریزی نقافے برائے اسلامک ریویو		۱۰	۱۷			ترجمہ برائے اشاعت اسلام ۱۰-۰-۰			
//	۱۳۱	پیشگی در مسجد ووکنگ برائے اخراجات عید الاضحیٰ		۵	۱۳۳۱			طباعت اشاعت اسلام بقایا بابت ماہ جنوری ۳۸ء			
//	۱۳۲	تنخواہ عملہ ماہ جنوری ۱۹۳۸ء			۲۷۱			سٹیشنری			
//	۱۳۳	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل محصول ڈاک از نمبر ۳۲۹۳ تا ۳۵۲۴						ٹیلیگراف			
		خرید کتب برائے فروخت						متفرق			
								۲۸۸-۱۱-۶	۶	۱۱	۲۸۸
						۲/۸/۳۸	۱۳۴	میسرز سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور طباعت علی الحساب اسلامک ریویو			۱۵۰
									۶	۲	۲۲۲۹

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ ماہ مارچ ۱۹۳۸ء

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ مارچ	۲۲۹۵	جناب ایم عفور صاحب مشن			۱۴	۲۳ //	۲۴۴۷	جناب سید محبوب علی صاحب مشن			۱۰
۴ //	۲۲۹۹	// خانبہادر منہاج الدین صاحب //			۱۰	//	۲۴۴۸	// ایچ۔ ایم۔ عبدالرزاق صاحب //			۴
//	۲۳۰۰	// کرم الٰہی صاحب قریشی //			۵	۲۴ //	۲۴۷۵	// اے ایم احمد صاحب //			۵
//	۲۳۰۱	// محمد محفوظ الکریم صاحب //		۸	۱	۲۶ //	۲۴۸۳	// سردار محبوب علی خانصاحب			۱۰۰
۵ //	۲۳۰۵	// ایچ ایچ نواب صاحب مانگرول //		۸	۹۴	۲۹ //	۲۴۹۴	// خانبہادر شیخ منہاج الدین //		۱۴	۷
۷ //	۲۳۱۳	// عبدالوحید صاحب		۸	۱	//	۲۴۹۵	// محمد بو سعید صاحب //			۵
//	۲۳۱۴	// محمد ظاہر صاحب //			۵	۳۱ //	۲۵۰۵	// ڈاکٹر این اکبر خانصاحب			
//	۲۳۱۵	// عبدالحمید صاحب //			۴			امانت ۲ روپے مشن ایک روپیہ			۳
۸ //	۲۳۲۱	// عبدالحق صاحب //			۳۰			فروخت اسلامک ریویو مارچ ۳۸ء		۱۴	۷۱۸
۹ //	۲۳۴۱	// علی احمد خانصاحب داشمین //			۵			// اشاعت اسلام //			۷۹
۱۴ //	۲۳۶۲	// معرفت سیفر مشن //		۲	۱			// ووکنگ گزٹ //		۴	۲
//	۲۳۶۶	// سید الف شاہ صاحب //		۸	۲			// کتب //	۹	۳	۷۳۱
//	۲۳۶۷	// کے ایچ - منیار			۲			میزان	۹	۱۴	۱۷۱۴
۱۵ //	۲۴۰۰	// محبوب خان صاحب			۳						
۱۷ //	۲۴۲۱	// قاضی رشید علی صاحب ۲-۰-۰									
//		// انتظار علی صاحب ۱۵-۰-۰ (۱۷)			۱۷						
۱۹ //	۲۴۳۷	// محب الرحمن صاحب			۷						
//	۲۴۴۵	// ڈاکٹر این اکبر خانصاحب ۴-۰-۰									
		// جماعت بغداد ۰-۱۰-۰									
		// خان زمان خانصاحب ۵-۰-۰ (۹-۱۰-۰)		۱۰	۹						

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ مارچ	۲۲۹۷	جناب این محمد میاں		۸	۲
۵ //	۲۳۱۸	// عبدالغنی خان صاحب			۵
۷ //	۲۳۱۴	// محمد ظاہر صاحب			۵
۸ //	۲۳۲۴	// حمید اے خانصاحب			۵
۱۱ //	۲۳۳۹	// ایم الیف منشی صاحب			۵
۱۸ //	۲۴۴۳	// سید محب الرحمن صاحب			۱۰
۱۹ //	۲۴۵۵	// ایس بی علی صاحب		۸	۷
۲۲ //	۲۴۷۵	// ایم مقبول احمد صاحب			
		میزان	۰	۰	۴۵

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ ماہ مارچ ۱۹۳۸ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۵ مارچ	۱۳۵	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:-						کتابت اشاعت اسلام علی الحساب ۵			
		محصول ڈاک از نمبر ۳۵۲۵ تا ۳۶۸۹ ۱۹۶-۱۵-۰						ترجمہ برائے اشاعت اسلام ۵			
		کتب خرید کردہ برائے فروخت ۳-۲-۴						ساؤنڈ بکس کارڈ			
		سٹیشنری ۲-۱۲-۰						موسمی اخراجات			
								متفرق			
								۲۹۷-۸-۹	۹	۸	۲۹۷

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کیے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمٰے کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی بھی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤسا۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی مستشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جد و جہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی تنتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک ہموار فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط آتے رہتے ہیں جن کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کر لینے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں معہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام معہ ان کے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے حصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ جس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہوگئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں دبی ہماری طاقت ضم ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام رہے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کر لیں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں منجملہ دیگر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جد و جہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آواز کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضہ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اولیں نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے (۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۸ہے (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۲ہے اور ممالک غیر کیلئے ۸ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جسمیں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عیدِ قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی اِن رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ۔ جمعیت کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمیٔ امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آئندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں۔ (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ ہے۔ The Mosque, WoKing, Surrey, England

Address in England – The Imam, The Mosque, WoKing, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)+

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

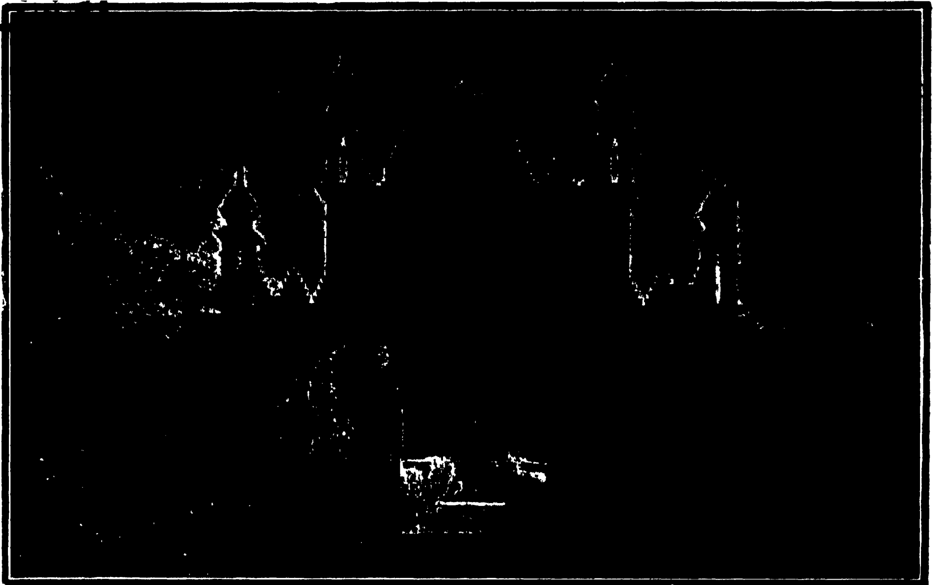
MARCH 1938 Regd L. No 908

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانیِ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　**اللہ اکبر**　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

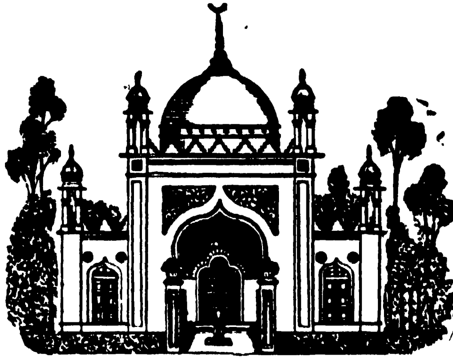
ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا (ہی کیوں نہ) لگے

لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان　　　مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز



ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

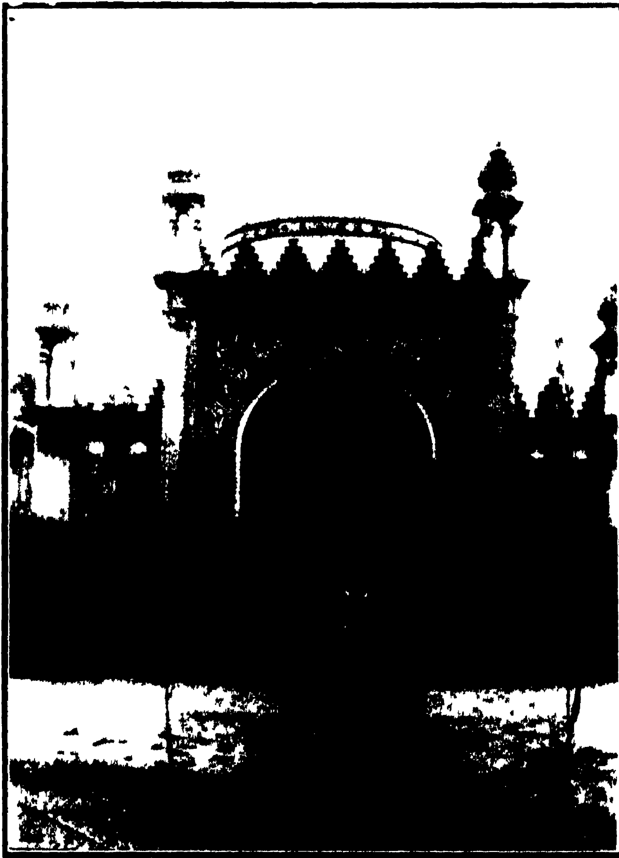
یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ! امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دوبار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے



AL-HAJJA A'ISHA WENTWORTH FITZWILLIAM.

Al-Hajja is grand daughter of the late Earl Fitzwilliam, performed Hajj in 1935 and is a keen supporter of Islam. The Woking Mission is indebted to her patronage in very many ways and at the occasion of Eid, she was the hostess.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام

جلد ۲۲ | مارچ سنہ ۱۹۳۸ء مطابق محرم سنہ ۱۳۵۷ھ | نمبر ۳

انتخاب پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپ کر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ط

اشاعت اسلام

بابت ماہ مارچ ۱۹۳۸ء

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو ہم اپنی پرجوش انگریز نومسلمہ بہن الحاجہ عائشہ ونیفریڈ فٹزولیم کے فوٹو سے زینت دیتے ہیں۔ جو ایرل فٹزولیم مرحوم کی بزرگ دختر نیک اختر ہیں۔ اور کہ جنھوں نے گزشتہ عیدالفطر کی عظیم الشان دعوت کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ موصوفہ شاہجہان مسجد ووکنگ کے سامنے رونق افروز ہیں۔

ووکنگ مسلم مشن کے بانی مبانی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور تھے۔ وہ اپنے فرائض سے سبکدوش ہو گئے۔ آپ کی زندگی مغرب میں تبلیغ اسلام میں صرف ہوئی۔ اس احسن کام کے لئے آپ نے حد درجہ قربانی فرمائی۔ آپ کی قربانی کا مقصد واحد مغرب میں تبلیغ اسلام تھا۔ کاش! آج برادران اسلام۔ مرحوم و مغفور کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کرتے رہیں۔

یہ تو ایک مسلمہ امر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب مرحوم و مغفور ایک فانی انسان تھے لیکن جس کام کا انھوں نے بیڑا اٹھایا تھا۔ اس کو فانی نہیں کہا جا سکتا۔ لہذا ضروری ہے کہ اس کی بقا کا بندوبست کیا جائے۔ اس کی بقا مال سے ہی ہو سکتی ہے۔

عیسائیت اور اس کا نظام حیات

عیسائی دنیا میں سماجی، ذہنی اور اخلاقی حیثیت سے ترقی کی طرف جو قدم بھی اٹھایا جاتا ہے۔ اس کے متعلق عیسائی پروپیگنڈا کرنے والے ہر وقت یہ ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں کہ یہ ہمارے مذہب کے فیوض و برکات ہیں۔ یورپ کے آزاد خیال اس جھوٹی تعلی کو بہت دنوں سے ناپسند کر رہے ہیں۔ اور وہ پورے طور پر اس بات کا ثبوت پیش کر چکے ہیں۔ کہ یورپ میں ترقی و عروج کی طرف جو قدم بھی اٹھایا گیا ہے وہ عیسائی مذہب کی اتباع میں نہیں بلکہ مخالفت میں اٹھایا گیا بلاشبہ یورپ کے آزاد خیال مذہبی حلقوں میں بدنام ہیں۔ خواہ کچھ بھی ہو۔ اس سلسلہ میں عیسائی قوم کے مذہبی حلقوں کی شہادتیں مطلوب نہیں ہیں۔

سنڈے ٹائمز نے اپنی ۵ ستمبر کی اشاعت میں مسٹر کلاوڈ یونسر مجسٹریٹ لندن کی اس تقریر کے چند ٹکڑے چھاپے ہیں جو انہوں نے کیمبرج میں منعقد ہونے والی چرچ میں کانفرنس کے موقعہ پر کی۔ یہاں ہم اس اہم تقریر کے دو اقتباس درج کرتے ہیں۔ فاضل مقرر نے فرمایا:۔

" مذہب کی موجودہ صورت حال میں سب سے زیادہ پریشان کن امر یہ ہے کہ مسیحی نظام حیات میں اس وقت تک جو ترقی بھی ہوئی ہے۔ یہ ان لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو مذہب سے بالکل علیحدہ ہیں۔ یا اپنے خیال میں عیسائی گرجوں اور حتیٰ کہ خود عیسائیت کے دشمن ہیں"

" پھر اس سال شادی اور بیاہ کی ناکامی سے متاثر ہو کر قانون اور دستوریت میں جو اہم تبدیلیاں ہوئی ہیں اور اس طرح خدمت دین کی تنظیم کی جو کوششیں کی جا رہی ہیں یہ بعض دفعہ مجھے اس تعجب میں ڈال دیتی ہیں کہ آیا یہ لوگ چرچ کے مخالف ہونے کے باوجود مسیحی قانون نکاح کا استعمال بہتر طریق پر تو نہیں کرتے۔"

ان مذکورہ بالا اقتباسات میں مقرر بخوبی کہہ سکتے تھے کہ ان شعبوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کے مقصود کو ان لوگوں نے بہت اچھے طریق پر عملی جامہ پہنایا ہے جو ظاہر اور باطن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے متاثر ہیں۔ درحقیقت یہ روشن خیال انگریزوں کی، اسلامی قانون اور تعلیمات سے ناواقفیت ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ عیسائی ہیں اور لازمی طور پر عیسائی ہی رہیں گے۔ راقم الحروف ایک ساعت میں شادی بیاہ کی ان اہم دفتری تبدیلیوں کے سلسلے میں یہ دکھا کر کہ یہ ازدواجی زندگی خالص اسلامی ہے اور اس میں عیسائیت کو کوئی دخل نہیں ہے اسلام کے دشمنوں کو اسلام کے دوستوں میں تبدیل کر سکتا ہے۔

انگریز عیسائیت کو چھوڑ رہے ہیں۔ اس تقریر کے آخر میں مسٹر یونسر فرماتے ہیں:۔

"میں اپنے چاروں طرف دیکھتا ہوں کہ سمجھدار لوگ اپنے بچوں کو بپتسمہ دینے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان کے کمسن اور نابالغ، عیسائی بننے کی رسم ادا کرنے نہیں آتے۔ اور ان کے خاندان کا کوئی فرد بھی گرجا کی عبادت میں شریک نہیں ہوتا۔ متعدد مہذب عیسائی گھروں میں بائیبل، حساب و الجبرا کی کتابوں کی ہی طرح کم اہمیت سمجھی جاتی ہے تاہم نظام حیات کے ہر جائزہ میں ان لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد مسیح علیہ السلام کے متبعین کی معلوم ہوتی ہے"

مقرر کا آخری فقرہ، تنقید کا محتاج ہے۔ وہ اس چیز کو واضح نہیں کرتے کہ آیا مسیح علیہ السلام کے متبع بننے کے لئے کسی شخص کو اس بات کی ضرورت ہے یا نہیں کہ وہ ان عقائد کا قائل ہو جنھیں موجودہ عیسائیت پیش کرتی ہے اگر کسی شخص کو موجودہ عیسائیت کے عقائد کو تسلیم کرنا ضروری نہیں تو ہم یہ کہنے کی جرأت کرینگے کہ اس نقطہ نگاہ سے بہترین مردوں اور عورتوں کے نمونے اسلام میں ملتے ہیں، سیاسی حیثیت سے کمزور ہونے کے باوجود مسلمان ہی دنیا میں ایسے لوگ ہیں جن میں عقیدہ، محبت اور انسانی ہمدردی کی صفات نہایت اچھے طریق پر پائی جاتی ہیں۔ بلاشبہ ہمارے ایک انگریز دوست نے ایک موقعہ پر یہ بالکل صحیح کہا تھا کہ موجودہ دنیا کے سمجھدار انگریز اپنی مذہبی زندگی کے اعتبار سے عیسائی ہونے سے زیادہ مسلمان ہیں۔ ہماری اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان لوگوں کو اس مذہب میں جلد لے آئے جسکے یہ روحانی طور پر پابند ہیں۔

گرجوں کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرانے والے مزاحی کارٹون۔

ایک ایسے ادارہ کے لئے جو اپنی زندگی کے دن پورے کر چکا ہے اپنی زندگی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے یہ طریق کار کس درجہ شرمناک اور تکلیف دہ ہے جو آج کل عیسائی گرجوں کے رہنماؤں نے اپنی مزاحیہ حرکات و افعال کی وجہ سے اختیار کر رکھا ہے۔ باوجودیکہ ان لوگوں کو ہر قسم کے مادی وسائل حاصل ہیں مگر پھر بھی بہت دنوں سے گرجوں میں خالی نشستوں کا مسئلہ بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔

بہت دن ہوئے۔ فروری ۱۹۵۷ء کے ریویو کے پرچہ میں ہم نے ایف۔ جی۔ ایچ۔ ہمفری کے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے چرچ کے حالات پر ناظرین کو متوجہ کیا تھا اور لکھا تھا:۔

"اس بات کا تجربہ کیا جا رہا ہے کہ گرجا کی شام کی عبادت سینما گھر میں ہوا کرے۔ اور چرچ کے عہدیدار اور اراکان اتنی قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں کہ وہ ایک معروف جگہ شام کی عبادت ادا کرنے کی رسم اور اس کے آرام کو قربان کر دیں اور ایک ایسی کم معروف جگہ میں چلے جایا کریں۔ جہاں گرجا میں نئے آنے والے لوگ آنے کے لئے تیار رہیں۔"

اس اثنا میں مختلف عالمگیر مسائل معرض وجود میں آچکے ہیں۔ مگر چرچ نے اپنی شرمناک بزدلی اور ناکامی کے باعث انہیں اپنی پہلے سے شعبہ امت کے سامنے بہت بری صورت میں پیش کیا ہے۔ اور صورت حال یہاں تک خراب ہو گئی ہے کہ ڈیلی سکیچ (۲۶ اگست ۱۹۳۷ء) کے بیان کے مطابق شیفورڈ وش میتھوڈسٹ چرچ کا ایک مقتدا کلفورڈ ڈیور، مزاحی اقوال وحکات کے ذریعہ بڑے بڑے اجتماعات کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ان مزاحی اقوال میں سے مثال کے طور پر ایک جملہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

"تمہاری بیوی تم پر ہر وقت سوار رہتی ہے؟ یا تم اپنی بیوی کو برا بھلا کہتے ہو؟ اگر ایسا ہے تو تم روحانی فاقہ کشی میں مبتلا ہو۔ ہمارے پاس آؤ، ہم تمہاری اصلاح کر دینگے۔"

ہم حیران ہیں کہ کیا مذہب اس سے زیادہ بھی بری اور ذلیل ترین صورت میں پیش کیا جا سکتا ہے؟

چرچ زعما کی خود اپنے ہاتھوں اپنی ذلت - مذہب کو اس درجہ حقیر صورت میں پیش کرتے وقت اس تحریک کے علمبردار خود اپنے کردار اور اخلاق کو کچھ کم نقصان نہیں پہنچا رہے۔ فی الحقیقت ان کی اس حرکت سے ان کے اخلاق کو بہت کافی نقصان پہنچتا ہے۔ خواہ کچھ بھی ہو چرچ کوئی ہوائی چیز نہیں ہے۔ اس کے معمار وہی لوگ ہیں جو اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس کا انداز اور مذاق وہی ہوگا جو اس کے رہنماؤں کا ہوگا۔ یہ فقرہ جو نقل کیا گیا ہے، قائل کے مزاج کا ایک اچھا نمونہ تو پیش کرتا ہے۔ مگر اس کا اثر نہ تو انسان کی روحانی زندگی پر کچھ بہتر ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی وجہ سے کسی مذہبی ادارہ کے ظاہری وقار کے تحفظ کی ضرورت ہی تسلیم کی جاتی ہے اور یہ سب کچھ اس ذہنیت کا کرشمہ ہے جو چرچ کے پس پشت کام کر رہی ہے۔ اس ذہنیت کی بے مائیگی کی مزید وضاحت اس اشتہار میں ملتی ہے جو مذکورہ بالا اخبار میں شائع کیا گیا ہے۔

اس اشتہار کی ابتدا یوں ہوتی ہے:- "ہم نہ تو گنوار ہیں، اور نہ ہی مذہبی فریب کار۔ ہم نہایت بے تکلفی کے ساتھ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہم مقدس انسان نہیں ہیں۔ ہاں البتہ ایک ایسی ایماندار جماعت ضرور ہیں جو عیسائی بننے کی کوشش کرتی ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ مسیح ہی زندگی کے مسائل کا تنہا حل ہے۔

اشتہار ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے:- "یہ جگہ آزاد ہے۔ مگر ہم نقال اور بچوں کے بہلاوے کی چیزیں مہیا نہیں کرتے۔"

پہلے چند الفاظ کو چرچ کے زعما بھی صاف طور پر تسلیم کرتے ہیں جو اس احساس سے متفق نہیں ہیں۔ جو اس ادارہ سے تعلق رکھنے والے عام دماغ میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کی اپنی زندگی کا ثبوت ہے

ایک بہت ہی حقیر ثبوت - خیر کچھ بھی ہو. عیسائی بننے کی کوشش کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس کی بنا پر دوسری تمام دنیا کو بھی عیسائی بننے کی دعوت دی جائے۔ اور آخر میں اس عام مادی ذہنی نقطۂ نگاہ کا ثبوت دیا گیا ہے جس کی ذمہ داری بھی چرچ ہی پر عائد ہوتی ہے۔ گواسے مصنف فراموش کر گیا ہے۔ اگر یہ سب چیزیں مقصود نہیں ہیں۔ اور یہ الفاظ محض اس لئے استعمال نہیں کئے گئے ہیں کہ لوگوں کو خوش کیا جائے اور ان میں اس چیز سے دلچسپی پیدا کی جائے جو گرجا کے اندر ہوتی ہے۔ تو اس صورت میں مزاحی تھیئٹر اور چرچ میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ یہ یقینی طور پر وہ انتہائی ذلت ہے۔ جو چرچ کے زعما اپنے ہاتھوں خود اٹھا رہے ہیں۔

حیرت ہوتی ہے کہ اس کا وہ وقار جو اسے حاصل ہے۔ ابھی تک کیسے قائم ہے ؟

ایک ضروری عرضداشت

ووکنگ مسلم مشن انگلستان جملہ برادران اسلام کی ایک متفقہ جائداد ہے۔ اس کے بقا و قیام کی ذمہ داری کل مسلم دنیا کے ہر فرد پر عائد ہوتی ہے۔ ووکنگ مسلم مشن لیسے منظم ادارہ کی ضروریات پر انگلستان و ہندوستان میں اڑھائی ہزار روپے کے لگ بھگ خرچ ہوتا ہے۔ کیا تمام اسلامی دنیا میں اڑھائی صد مسلم بھائی اس اسلامی ادارہ کی دس روپے ماہوار فی کس سے اس کی امداد کر کے اس مفید اسلامی ادارہ کو مالی تفکرات سے نجات نہیں دلا سکتے۔ یہ ایک حقیر سا مطالبہ ہے۔ یہ امر قابل تسلیم ہے کہ مسلمانوں نے ان امور میں کبھی بھی خست سے کام نہیں لیا۔ یہ انہی کی امداد کا نتیجہ ہے کہ ووکنگ مشن اس قدر مدت سے سرزمین مغرب میں قائم ہے۔ لیکن با ایں ہمہ ہمیں کہنا پڑتا ہے۔ کہ لبسا اوقات ہمیں مالی تفکرات لاحق ہوتے ہیں۔ یہ شرم کا مقام ہے۔ کہ ایسے معاملہ کو بیرونی دنیا کے سامنے طشت از بام کیا جائے قوی توقعات لئے ہوئے ہم آپ کے سامنے یہ عرضداشت پیش کرتے ہیں۔

(سکرٹری ووکنگ ٹرسٹ)

خطبہ عید الفطر

(جناب مولوی آفتاب الدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان)

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدًی للناس و بینٰتٍ من الهدٰی والفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه ۔ ومن کان مریضًا او علٰی سفرٍ فعدّةٌ من ایامٍ اخر ۔ یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ۔ ولتکملوا العدة ولتکبروا الله علٰی ما هدٰکم ولعلکم تشکرون ۝

یعنی رمضان المبارک کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو لوگوں کا رہنما ہے۔ اور اس میں ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کے لئے کھلے کھلے حکم موجود ہیں۔ پس تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے تو لازم ہے کہ وہ روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرلے۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہتا۔ اور یہ حکم اس نے اس لئے دیا ہے کہ تم روزوں کی گنتی پوری کرو۔ تاکہ اللہ نے جو تم کو راہ راست دکھائی ہے اس پر اس کی بڑائی کرو اور اس کا احسان مانو" (۲: ۱۸۵)۔

برادران و خواہران ملت: الحمد للہ کہ ہم آج عید الفطر کی تقریب سعید کے موقعہ پر اس جگہ مجتمع ہوئے ہیں۔ فی الحقیقت یہ تقریب تو ابتدائے رمضان سے شروع ہوتی جو روزوں کا مہینہ ہے، دوسرے مذاہب کے برخلاف ہم مسلمان اپنے بانی مذہب علیہ السلام کی زندگی کے خاص واقعات مثلاً ولادت، وفات یا کسی کامیابی کو رسمی طور پر تیوہار نہیں سمجھتے۔ مبادا اس کی وجہ سے توحید الٰہی کی عظمت اور اہمیت میں کچھ کمی واقع ہو جائے بلکہ ہم قرآن مجید کے نزول کی سالگرہ مناتے ہیں۔ یہ آنحضرت صلعم کا ایک روحانی تجربہ تھا۔ جو آپ نے بالکل تنہائی میں حاصل کیا تھا۔ جبکہ آپ غار حرا میں عزلت گزیں تھے۔ جو مکہ کے قریب ہے۔ بہرحال یہ ایک ایسا تجربہ تھا۔ جو آپ نے انسانی تاریخ کے آخری زمانہ میں بنی نوع آدم کی بہبود کے لئے حاصل کیا۔ اگرچہ کامل قرآن کا نزول جستہ جستہ، جو کہ مختلف احکام، توضیحات اور ہدایات جسمانی و اخلاقی و تمدنی و اقتصادی و سیاسی و انتظامی و روحانی پر مشتمل ہے۔ آپ کی بقیہ ۲۲ سالہ زندگی کے عرصہ میں ہوا۔ لیکن اس کا آغاز، رمضان کے آخری ہفتہ میں ہوا تھا۔ سنہ ۶۱۰ء میں جبکہ آپ کی عمر کا چالیسواں سال تھا۔ اسی لئے یہ مہینہ مقدس ہے جسکے اختتام پر

اظہار مسرت کے لئے ہم اس جگہ جمع ہوئے ہیں۔ علاوہ بریں دنیا میں ہمارا طریقہ تہوار منانے کا سب سے جداگانہ ہے۔ ہم اس تہوار کو پورے مہینہ تک صبح سے شام تک روزہ رکھ کر مناتے ہیں۔ اور اگر دنیا میں کسی تہوار کو خالص روحانی رنگ میں منایا جاتا ہے۔ تو وہ صرف یہ ماہ رمضان ہے جس میں پہلی مرتبہ قرآن کریم کا نزول ہوا تھا۔ اور ہمارا طریقہ اس تقریب کی اہمیت کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ نزول وحی ہمیشہ روزے کے ساتھ وابستہ رہا ہے۔ مثلاً توریت کے نزول سے پہلے حضرت موسیٰ نے چالیس دن تک روزہ رکھا۔ اور اسی طرح حضرت عیسےٰ نے بھی کیا۔ اور جس زمانہ میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزہ دار رکھے۔

روزہ اور نزول وحی کا رابطہ سمجھنا کچھ دشوار امر نہیں ہے۔ اگر آپ روحانی مدارج حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وقتاً فوقتاً جسمانی حالت کی اصلاح کرنا ناگزیر ہے۔ حواس ظاہری کے تقاضوں کو اگر قابو میں نہ لایا جائے تو روح کو خدا کے ساتھ رابطہ پیدا کرنے میں بہت دشواری پیش آئے گی جس طرح اگر موسمی حالات کو قابو میں نہ کیا جائے تو لاسلکی پیغام رسانی میں دشواری لاحق ہو جائے گی۔ قرآن کی رو سے، بارگاہ الٰہی سے، انسانی روح سے برابر یہ سوال ہوتا رہتا ہے کہ "الست بربکم" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور روح انسانی برابر یہ جواب دیتی ہے کہ "بلیٰ" یعنے بیشک تو ہمارا رب ہے" بالفاظ دیگر روح ہمیشہ خدا کا اقرار کرتی رہتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر یہ دنیا گناہ اور نافرمانی سے کیوں معمور ہے؟ بلاشبہ یہ جسمانیت کا اثر ہے جو اپنی بیجا مداخلت کی وجہ سے روح کے اس ایزدی سوال کے سننے میں مزاحمت پیدا کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ حضرت عیسےٰ نے جبکہ یہ کہا کہ روح تو مائل ہے لیکن جسم کمزور ہے تو انہوں نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا تھا۔ بلاشبہ جسم اپنے تقاضوں میں بیحد خود غرض اور یکطرفہ ہے۔ اور روحانی ترقی کے لئے جسمانی تقاضوں کو وقتاً فوقتاً قابو میں لانا چاہئے۔ چنانچہ اسلام میں روزہ کا حکم، انہی تقاضوں کو قابو میں لانے کے لئے دیا گیا ہے۔ جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے۔ روزہ میں صرف خور و نوش اور سگریٹ پینے ہی کی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ ہر قسم کی جسمانی لذت سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ ایک سال میں پورے مہینہ تک جسمانیت پر یہ قیود انفراداً اور اجتماعاً ہماری روحانیت کی ترقی کے لئے بہت مفید ثابت ہوتی ہیں کیونکہ ان دنوں حالات ہماری روح، معارف الٰہیہ کو سمجھنے کے لئے زیادہ مستعد ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اس مہینہ میں کثرت کے ساتھ کلام الٰہی کی تلاوت کی جاتی ہے۔ مساجد کے علاوہ گھروں میں بھی اسلامی دنیا کے اس کونے سے لے کر اس کونہ تک مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور قرآنی احکام کو حرز جان بنانے کے لئے اس مہینہ سے بہتر کوئی زمانہ موزوں نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کو سننے کے لئے رمضان میں ایک

خاص نماز پڑھی جاتی ہے جسے تراویح کہتے ہیں - یہ بوقت عشا پڑھی جاتی ہے - اور حفاظ جو اسلامی ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں - اس نماز میں پورا قرآن مجید نمازیوں کو سنا دیتے ہیں - یعنی اسلامی دنیا اپنے عاجزانہ طریق پر وہی فضا پیدا کر دیتی ہے جو کہ نزول قرآن کے وقت موجود تھی اور عموماً الٰہی احکام کے لئے ضروری ہے جس طرح وہیل مچھلی گاہے گاہے سمندر کی تہہ سے نکلکر سانس لینے کے لئے سطح آب پر آتی ہے - اسیطرح اسلامی دنیا سال بھر میں ایک مرتبہ جسمانیت سے بالاتر ہو کر روحانی تجارب حاصل کرتی ہے - اور وحی الٰہی کی فضا میں سانس لیتی ہے -

بانگ تکبیر جو ہم اس وقت بلند کر رہے ہیں - یہ ہمارے باطنی احساس کا ظاہری نشان ہے - جو ہم نے اس مہینہ میں پیدا کیا ہے - بلاشبہ جب روح جسمانیت کی مداخلت بیجا سے آزاد ہو جاتی ہے تو اس کو حضوری ایزدی کا زبردست احساس حاصل ہوتا ہے - جس طرح مطلع صاف ہو تو آفتاب کی شعاعیں پوری قوت کے ساتھ زمین پر پڑتی ہیں -

ہماری یہ آج کی مختصر نماز (دوگانہ عید) اور خدا کی یہ تمجید، بے شک اس مقدس مہینہ کے تہوار کا نہایت موزون تکملہ ہے - جو آپ اور ہم آج ادا کر رہے ہیں -

روزہ کے ساتھ صدقات کا حکم بھی وابستہ ہے - آپ سب جانتے ہیں کہ آنحضرت صلعم یوں تو تمام سال بکثرت خدا کی راہ میں اپنا مال محتاجوں کو دیتے تھے - لیکن اس مہینہ میں آپ کی فیاضی اور سخاوت حد سے بڑھ جاتی تھی - دیگر عمدہ احکام کی طرح صدقات کے طریق کو برقرار رکھنے کے لئے اسلام نے صدقہ کی مقدار معین فرما دی ہے - اور یہ فطرہ، ہر گھر کے بڑے آدمی کو تمام افراد خاندان کی طرف سے، نماز ادا کرنے سے پہلے دینا پڑتا ہے - اور اس فطرہ کی کم از کم مقدار یہ ہے -

روزہ اور صدقات میں جو رشتہ ہے اسے سمجھنے کے لئے کوئی دشواری پیش نہیں آسکتی - جس طرح روزے سے حواس خمسہ کی حرص میں کمی واقع ہوتی ہے - اور ان کے مظاہر میں کمی واقع ہوتی ہے صدقات وخیرات سے، انسان کی طبیعت میں حرص وطمع کا جو مادہ موجود ہے اس کا قلع قمع ہو جاتا ہے - آپ جانتے ہیں کہ انسان کی خود غرضی کو کم کرنے کے لئے اسے عملی طور پر ایثار سے کام لینا ضروری ہے - لہذا صدقات انسان کی روح میں ترقی کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں - جبکہ روزہ رکھنے کی بدولت اس کی حرص میں کمی واقع ہو چکتی ہے - اور اس ضمن میں ہمارے سامنے روزہ کا ایک اور فائدہ بھی پیش نظر ہو جاتا ہے جو

جس کا ہمارے زمانہ کے ایک اہم مسئلہ سے گہرا تعلق ہے آج دنیا میں امارت اور افلاس کے مابین ایک شدید جنگ جاری ہے۔ اور یہ جنگ اپنی نوعیت کے لحاظ سے تاریخ عالم میں بے نظیر ہے۔ بے رحمی اور بہیمیت میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اس کی بدولت تمام یورپ، تمدنی امن سے محروم ہو گیا ہے۔ اسپین کے مناظر آج یورپ کے ہر ملک میں دیکھنے کا امکان موجود ہے۔ اور بلا شبہ یہ ایک نہایت ہی خطرناک صورت حال ہے۔ تاہم اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ غریب لوگ دولتمندوں کو محض اس لئے نفرت اور حقارت سے نہیں دیکھتے کہ وہ غریب ہیں یا وہ امیر ہیں۔ وہ امیروں کی دولت سے اس قدر ناراض نہیں ہیں، جس قدر ان کے متکبرانہ طرز عمل سے، اور ان کی سنگدلی سے۔ اگر غریبوں کو اس بات کا پتہ چل جائے کہ دولتمند طبقہ ان کی تکالیف میں ان سے ہمدردی رکھتا ہے اور ان میں کمی کرنے کے لئے کوشاں ہے تو نہ صرف ان کی دشمنی دور ہو جائے گی۔ بلکہ وہ دولتمندوں سے محبت کرنے لگیں گے۔ اور تمام اقوامی اور بین الاقوامی معاملات میں ان کی پیروی کرینگے۔ اور ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہوں گے۔ جیسا کہ وہ ازمنہ ماضیہ میں کرتے رہے ہیں۔ بدقسمتی سے آج مغرب میں، دولتمندوں کے دل میں، غریبوں کے لئے کوئی محبت نہیں ہے اور یہی اس طویل القیام طبقاتی جنگ کا اصلی باعث ہے۔ یہ فرض کر لینا مناسب نہیں کہ یورپ کے دولتمندوں کا طبقہ دنیا جہان سے نرالا ہے۔ یا ان کے دل میں اس نامناسب ذہنیت کو فنا کرنے کا خیال نہیں ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اس امر کا اعتراف کرنا چاہئے کہ دولتمندوں میں بنی نوع آدم کے خیر خواہ بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض کی سخاوت اس قیاس پر ایک روشن دلیل ہے۔ وہ طبقہ جسکے افراد میں نوبل اور راتھ چائلڈ اور نیو فیلڈ جیسے مخیر پیدا ہو سکیں۔ اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ انسانی تکالیف کا احساس نہیں کر سکتا۔ دراصل مغربی دولتمند افراد کی دماغی تربیت صحیح طریق پر نہیں ہوئی جسکی وجہ سے ان کے جذبات ہمدردی پورے طور سے بیدار نہیں ہوتے۔

یہ فطرت انسانی کا غلط مطالعہ ہے کہ آپ انسان کو تربیت جذبات شریفہ کے معاملہ میں ہدایت خارجی سے بے نیاز سمجھ جائیں۔ اور اسی طرح یہ فرض کر لینا بھی غلطی ہے کہ محض خارجی قوانین ہمارے تمدنی تعلقات کو درست کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ہماری معاشرتی زندگی کے اقتصادی پہلو کو درست کرنے کے لئے اشتراکیت نے جو کچھ کیا ہے، اسلام نے اس سے بدرجہا بہتر اور

ان جملہ نقائص، مظالم اور عیوب سے پاک صاف رہ کر قانون وراثت کے ذریعہ سے انجام دیدیا ہے، جو اشتراکی نظام میں پائے جاتے ہیں۔ اسلامی قوانین متعلقہ تقسیم دولت کی تاثیر اس بنا پر ہے کہ وہ ہماری تمدنی اور اخلاقی زندگی کی اصلاح کے سلسلہ میں سب سے بالا مرتبہ پر ہیں۔ نماز جماعت کا نظام جسکی بنا پر دولتمندوں کو دن میں کئی دفعہ غریبوں کے ساتھ دوش بدوش کھڑا ہونا پڑتا ہے اور اس کی وجہ سے کامل مساوات کا منظر پیدا ہوتا ہے، اور زکوٰۃ کا نظام جس کی رو سے دولتمندوں کو اپنی آمدنی کا جو ضروریات سے بچ رہے، چالیسواں حصہ بطور فرض مذہبی غریبوں میں تقسیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ دونوں باتیں دولتمندوں کے غرور کو توڑنے کے لیئے کافی ہیں۔ اور رفاقہ مست اور گرسنہ لوگوں کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے کے لیئے رمضان کے روزے فرض کیئے گئے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ روزے کی بدولت طبقۂ امرا میں، مفلسوں کی تکالیف کا جو احساس پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ ہزاروں مواعیظ سے بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔

پس دولتمندوں کا، اس حکم کی رو سے، اکل و شرب اور دیگر لذات جسمانی سے مجتنب رہنا۔ معاشرتی مساوات پیدا کرنے کے لیئے عملی سبق لینا ہے۔ اور یہ نہ صرف بہت موثر ہے بلکہ اقتصادی قوانین کی تاریخ میں ایک عدیم المثال چیز ہے۔ لہذا قرآن مجید اپنے آپ کو بجا طور پر، انسانوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور امتیاز حق و باطل کی روشن دلیل قرار دیتا ہے۔ خدا کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ نعمت عظمےٰ عطا فرمائی۔

علاوہ بریں دنیا کو آج کل امن کی اشد ضرورت ہے۔ اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ دنیا، اس ضرورت کے برعکس جنگ و جدل کی تیاریوں میں مصروف ہے، تمام اقوام عالم ہر وقت جدال و قتال کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ اور ہم سب جانتے ہیں کہ کیوں؟ اس کا سبب انسان کی غیر محدود حرص ہے۔ اجتماعاً اور انفراداً، جن اقوام کے پاس نسبتاً تھوڑی دولت ہے وہ زیادہ کی خواہشمند ہیں اور جن کے پاس زیادہ ہے، وہ اور زیادہ چاہتی ہیں اور اس خواہش میں وہ کسی اصول کی پابندی کرنا پسند نہیں کرتیں۔ واضح ہو کہ قوم کا رجحان، دراصل افراد کے رجحان کا آئینہ ہوتا ہے اور یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ایک بد معاش اور خود غرض آدمی، اگر کسی اجتماعی فعل میں شرکت کا خیال کرتا ہے تو وہ ایک ولی بن جاتا ہے۔ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جب ایک فرد جماعت میں شامل ہوتا ہے تو وہ اپنا معیار فکر، فراموش کر دیتا ہے۔ اجتماعی حرص کو قابو میں لانے کے لئے ہمیں انفرادی حرص کو قابو میں کرنا چاہیئے اگر ہم کسی جماعت میں ایثار کا جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تو پہلے ہمیں افراد میں یہ جذبہ پیدا کرنا ہوگا۔ رمضان کے روزے افراد میں حرص کا جذبہ فنا کرنے کے لئے فرض کئے گئے ہیں۔ اور ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان میں ایثار کا جذبہ نشوونما

پلائے ۔ اور اس بنا پر وہ انسانیت کے سامنے اس امن کا وعدہ کرتا ہے ۔ جس کی اسے آج کل سخت ضرورت ہے
دشمنان اسلام کا قول یہ ہے کہ اسلام، اسلامی دنیا کے لئے ایک مصیبت ہے جس کی وجہ سے اس
کی ترقی اور زندگی بخش تحریکات کا سلسلہ رکا ہوا ہے ۔ کاش ان دشمنان اسلام کو تاریخی حقائق سے آگاہ ہونے
کی توفیق حاصل ہوتی ۔ وہ اقوام عالم جو کسی زمانہ میں زندہ اور طاقتور تھیں جب ان کا زوال ہوا تو پھر وہ اپنی سابقہ
حیثیت حاصل نہ کرسکیں مثلاً آج کوئی شخص اشوری ۔ بابلی ۔ فنیقی اور قدیم یونانی یا رومی اقوام کا نشان
بھی صفحہ ہستی پر نہیں دیکھ سکتا ۔ ان کی فارغ البالی تو خارج از بحث ہے ۔ لیکن عرب قوم کو آپ آج بھی زندہ
دیکھ سکتے ہیں جس نے بقول لوتھراپ سٹاڈرڈ ایک زمانہ میں ایک نئی دنیائے اسلام قائم کردی تھی ۔ اسیطرح
ایرانی بھی زندہ ہیں جنھوں نے اسلام کی شاندار جنگی خدمات انجام دی ہیں ۔ یہ سب اقوام آج بھی زندہ ہیں
اور نہ صرف زندہ ہیں بلکہ ان میں ایک مرتبہ پھر دنیا میں اپنی سطوت کا سکہ جمانے کی آرزو موجود ہے ۔ دیر
صرف موقعہ ملنے کی ہے پس یہ اسلام ہی کا طفیل ہے جس کی بدولت مسلمان قوم نے دنیا کی تاریخ میں ایک
استثنائی حیثیت حاصل کرلی ہے ۔ اگر مذہب اسلام ان قوموں کی دستگیری نہ کرتا تو ان کا بھی وہی حشر ہوچکا
ہوتا جو اُن سے پہلے دیگر اقوام عالم کا ہوا ۔ خدا کے زندہ مذہب اسلام نے نہ صرف مسلمان اقوام کو پوری
تباہی سے محفوظ رکھا ہے ۔ بلکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ موجودہ انسانیت کو بھی تباہی سے بچانا اسلام ہی کیلئے
مقدر ہوچکا ہے ۔

برادران و خواہران! جیسا کہ ایک بڑے شاعر نے کہا ہے کہ طوفانی موجوں کا تباہ کن اثر، اسجگہ
محسوس نہیں ہوتا ۔ جہاں وہ شور کے ساتھ ساحل سے ٹکراتی ہیں ۔ سمندری حملوں کا ایسے مقامات پر نتیجہ خیز اثر
مرتب نہیں ہوتا ۔ بعض اوقات کچھ ریت سمندر میں بہہ جاتی ہے اور بعض اوقات کچھ سنگریزے ۔ لیکن دور
دراز مقامات پر جو ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں ۔ سمندر زمین پر خاموشی کے ساتھ حملہ آور ہوتا رہتا
ہے ۔ اور جہاں کوئی دراز نہیں تھی وہاں دراڑیں پیدا ہوجاتی ہیں ۔ اور وہ دراڑیں بڑھتے بڑھتے خلیجیں
بن جاتی ہیں ۔ پس اس کے حملے بیکار نہیں ہوتے ۔ دنیائے فکر و جذبات میں، اسلام پر بھی یہی اصول
عائد ہوتا ہے ۔ اسلامی اقوام کی سیاسی جدوجہد میں دنیا کو اسلام کی بہت کم کامیابی نظر آتی ہے
لیکن اسلام کے احیاء کی علامات ان میں نمایاں ہیں ۔ لیکن اسلام کی حقیقی کامیابی، فاشسزم اور
کمیونزم کے باہمی جدال میں نظر آتی ہے ۔ اور یورپ کی صلح کن تحریک اور جرمنی کے نئے مہلک ...

باہمی نزاع میں (واضح ہو کہ یہ مسلک خالص جنگجویانہ تحریک پر مبنی ہے) یا ہمیں امریکی، امتناع شراب کی ناکام کوشش میں، یا ہندو کی شراب خوری کی لعنت سے نجات حاصل کرنے کی کوشش میں یا مغربی ممالک کے ترقی کن قوانین نکاح میں یا سب سے بڑھ کر یورپ کی قیام امن کی کوششوں میں، اسلام کو چھوڑ کر ساری دُنیا کی صورت حالات، ایک انقلاب عظیم کی متقاضی نظر آتی ہے۔ اور یقیناً یہ انقلاب اسلامی اصولوں کے مطابق ہی واقع ہوگا۔ کیونکہ اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی مذہب دنیا کی موجودہ مشکلات کا تسلی بخش حل پیش نہیں کرسکتا۔ خواہ وہ تمدنی ہوں یا اخلاقی یا اقتصادی۔

۱۸۷۰ء کے لگ بھگ ایک بالغ نظر انگریز مصنف مسٹر باسورتھ اسمتھ نے اسلام کے متعلق یہ پیشگوئی کی تھی "اسلام بذات خود ایک ناقابل زوال طاقت ہے اور جب، خارجی خرابیوں، اور استنبول کے، جانشینان پیغمبر کے مغالطہ وہ اقتدار سے پاک ہو جائے گا۔ تو وہ پھر دوبارہ سرسبز ہوگا"۔

موصوف کو اس بات کا گمان بھی نہ ہوگا کہ میرے الفاظ نصف صدی کے بعد سچے ثابت ہوں گے یورپ کے تمام بالغ نظر افراد کو اس حقیقت کا احساس ہے کہ اسلام ہی، جسکے قوانین اس درجہ عمدہ اور عملی ہیں، انسانیت کی نجات کا واحد ذریعہ ہے۔ اور ان قوانین میں سے روزہ کا حکم جسکے خاتمہ کی تقریب کے سلسلہ میں ہم سب جمع ہوئے ہیں۔ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ دنیا کی موجودہ مشکلات اور بدنظمی کو دور کرنے میں، یہ اصول بڑی حد تک موثر ثابت ہو سکتا ہے۔

ضروری اعلان

جو مسلم بھائی رسالہ اشاعت اسلام کے لئے تین جدید خریداران کا سالانہ چندہ مبلغ عہ (بحساب ہے سالانہ فی کس) بذریعہ منی آرڈر پیشگی بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ ارسال فرمائیں گے ان کی خدمت میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور بانی مسلم مشن ووکنگ کی معرکتہ الآراء کتاب "تمدن اسلام" کی ایک کاپی مفت نذر کی جائے گی۔ خادم

(سکرٹری ووکنگ مسلم مشن)

مکتوبات ووکنگ

برمنگھم۔

جناب عالی! آپ کا محررہ، مورخہ ۱۶۔ ماہ گزشتہ ملا۔ بہت بہت شکریہ۔ مجھے مسرت ہے کہ آپ نے قیامت کے متعلق مجھے اسلامی تعلیمات سے آگاہ فرمایا۔

مجھے اس امر میں آپ سے اتفاق ہے کہ حضرت یسوع علیہ السلام کے متبعین اولیٰ کے عقائد میں سراسر یگانیت نہ تھی۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اپنے کلیسائی احباب سے یہ کہوں کہ ہمارے موجودہ اصول عقائد کا عہد نامۂ جدید سے کوئی تعلق نہیں تو وہ نعل درآتش ہو جائیں گے۔ ہنوز میرا عقیدہ ہے کہ عہد نامہ جدید میں یسوع کی صحیح تعلیمات محفوظ ہیں۔ اس سلسلہ میں ملنے اور گبن کی تصانیف میری تقویت کا باعث ہیں۔ ان میں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ابتداً مسیحیین کا عقیدہ وہی تھا جس کے متعلق میں نے اپنے گزشتہ خط میں آپ کو لکھا ہے۔ اگر ہم متقدمین مذہب کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو یہ ممکن ہے کہ ہم اندازہ کر سکیں گے کہ کس قدر اغلاط ہیں جو مسیحیت کے مختلف فرقوں کے عقائد کے ساتھ منسوب ہیں۔ مثلاً وہ بزرگ اشخاص جن کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے، وہ یہ ہیں جسٹن، ہجالی کارپ۔ ارنین اس ٹرٹیولین۔ پوٹمیس۔ ہمنیس الینڈرس سے لے کر ایرس اور ایتھنیس تک سات رسولوں کے خطوط یا الہام ابواب ۲ اور ۳ مجھے دراصل گرجاؤں کی اصل حالت ہی سے متعلق نظر نہیں آتے بلکہ اس میں الحاد کا مذکور بھی ہے (اس کا ذکر تھیسولونین باب ۲ بھی ہے) اس طرح میرا خیال ہے کہ مسیحیت کی Laoclicoanstate کانسٹنٹائن سے شروع ہوئی۔

جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے، میں اپنے عقائد کو ہر کسوٹی پر پرکھوانے کے لئے تیار ہوں۔ آپ کی مجوزہ ہر دو کتب یعنی ینابیع المسیحیت (انگریزی) اور کیا اناجیل الہامی ہیں (انگریزی) کا مطالعہ کروں گا۔ اس سے پیشتر آپ کے سکرٹری نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ لٹریچر مفت تقسیم کرتے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں، اگر برا محسوس نہ کریں، کہ ان کی قیمت ادا کروں۔

میں قرآن کریم کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اس میں خداوند کریم کی وحدت کے خیالات خوب پیش کئے گئے ہیں دست بدعا ہوں کہ خدا مجھے نیک ہدایت دے۔

(آپ کا خیر اندیش:۔ کے۔ ایس۔ آر)

برمنگھم ۔

جناب امام صاحب شاہجہان مسجد ووکنگ ۔

جناب عالی! آپ کے گرامی نامہ مورخہ ، ردسمبر کا شکریہ ۔ جواب میں تاخیر کی معذرت طلب کرتا ہوں ۔ میں بہت عدیم الفرصت رہا ہوں ۔ آپ کا یہ خیال کہ بپتسمہ بیگن رواج سے لیا گیا ہے ۔ اور نیز بتابیع المسیحیت انگریزی کے مصنف کے دیگر مسیحانہ عقائد و رواجات کے متعلق خیالات میری حیرت کا موجب ہیں ۔ اگر یہ سچ ہے تو اس کا یہ معنے ہیں کہ اگر بائیبل کی تحریر الہامی ہے (جیسا کہ میرا عقیدہ ہے) تو اس میں کسی زمانہ میں عمداً ترمیم یا اصلاح کی گئی ہوگی ۔ اگر یہ بات ہے تو میرے عقائد کی بنیاد کھوکھلی ہو جاتی ہے ۔ میں اس ثبوت کی تلاش میں ہوں کہ آیا مسیحیت کے رواجات کا ماخذ بیگن مذہب ہے میں اپنے عقائد کی حمایت میں یہود کی فلسطین میں دوبارہ واپسی کا مسئلہ پیش کرتا ہوں جس کی بائیبل میں پیشگوئی موجود ہے (Dent xxx Vs-1-9) اور بھی متعدد پیشگوئیاں موجود ہیں ۔ اس ضمن میں ، میں یاجوج ماجوج کا ذکر بھی غیر ضروری نہیں سمجھتا ۔ قرآن شریف میں بھی ان کے متعلق حوالہ موجود ہے ۔ بائیبل میں بھی ذکر ہے (باب ۳۸ EzekielcCapter38) مجھے اس سے بالکل اتفاق ہے کہ روس میں یاجوج و ماجوج کی حکومت ہے ۔ قرآن شریف میں کوئی اور حوالہ نہیں ۔ اگر اس ضمن میں اسلامی روایات ہیں تو پیش کیجئے ۔ آپ نے اپنے مکتوبات میں ایک نکتہ کی جانب اشارہ کیا ہے ۔ چونکہ عقل سلیم کے خلاف نہیں میں اس کو تسلیم کرتا ہوں حقیقت نفس الامریہ ہے کہ گو یہ بات مجھے بائیبل میں بھی نظر آتی ہے ۔ اس کے متعلق کچھ شبہات میرے دل میں پیدا ہو گئے ہیں ۔ یہ امر ناقابل تسلیم ہے کہ وہ رحمن و رحیم خدا انسان کو مرنے کے بعد عذاب میں مبتلا کرے گا ۔ جو بدقسمتی سے اپنی زندگی میں صداقت تلاش نہ کر سکا ۔ میں اس مسئلہ پر غور کر رہا ہوں ۔ آپ کے مکتوب میں ایک اور نکتہ ہے (تدبر کے متعلق) ، جو مجھے معقول نظر آتا ہے ۔ میں نے اس سے پیشتر اس پر اس روشنی میں غور نہیں کیا تھا ۔ میں نے قرآن کریم کا ایک بار مطالعہ کیا ہے اب میں نہایت اطمینان سے اس کا آہستہ آہستہ مطالعہ کر رہا ہوں ۔ اسلامی عقیدہ میں ایک نکتہ ہے جو اب تک میری سمجھ میں نہیں آیا ۔ کیا یوم الدین حشر اجساد اور قیامت ہر شخص کے لئے مختلف ہے ۔ میں اس سوال کو واضح طور پر پیش کرتا ہوں تاکہ آپ آسانی سے سمجھ سکیں ۔ کیا تمام مردے عالم برزخ میں ہیں اور بہشت کی زندگی کے منتظر ہیں یا بعض برزخ میں ہیں اور بعض بہشت کی زندگی یا دوزخ میں ۔ ان حالات کے مطابق جن میں وہ مرے ہیں ۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم حساب آخر میں ہوگا ۔ اس معاملہ میں آپ کی ہدایت درکار ہے ۔ آپ کی عنایات کا دوبارہ شکریہ ۔

آپ کا خیر اندیش ،

(کے ۔ ایس ۔ آر)

جواب امام صاحب کی طرف سے

عزیز مسٹر کے۔ ایس۔ آر ! آپ کا محررہ مورخہ ۱۱۔ ماہ حال ملا۔ خدا ہم سب کی ہدایت کرے۔ بے تحقیق صحیح تعلیم ہو خصوصاً روحانی امور کے علم کے حصول میں کافی غلط بیانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ دراصل بارش کے پانی کی طرح انسان تعلیم آسمانی میں بھی خلوص نہیں رہنے دیتا۔ دنیاوی احساسات اور انسانی خواہشات عموماً تعلیم آسمانی کو احاطہ میں لے آتے ہیں۔ یہ امر تمام روحانی روشنیوں پر جو وقتاً فوقتاً آسمان سے پیدا ہوئیں صادق آتا ہے۔ حضرت یسوع علیہ السلام کی تعلیم بھی اسی ذیل میں آتی ہے۔ بیگن شہنشاہ قسطنطین (Constantine) کا قبول مسیحیت ایک تاریخی واقعہ ہے اور ایک جویائے حق کا یہ فرض ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ عیسائیت اس نے قبول کیا تھی۔ اور اس کے بعد اس میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں اس ضمن میں یہ تحقیق بھی ضروری ہے کہ آیا پولوس کی تعلیمات نے بیگن یونانیوں کے اندر یہ اشتیاق نہیں پیدا کر دیا تھا کہ وہ جنٹائلس ( ) کو مسیحیت میں داخل کریں۔ خواہ مذہب کا خلوص باقی رہے یا نہ رہے۔ کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروان ماسلف کے عقائد وہ نہ تھے جو بعد میں ہتھنیین مذہب نے کر دیئے۔ اور کیا انہوں نے یہودی قوانین ور وایات سے قطع تعلق نہیں کیا تھا۔ اس سلسلہ میں موجودہ بائیبل کے جدید و قدیم عہد ناموں کی تاریخ تالیف میں غور طلب ہے عہد نامۂ قدیم عبرانی زبان میں ہونا چاہئیے۔ اب آپ یہ معلوم کیجئے کہ آیا وہ اصل نسخہ جس سے یہ تراجم کئے گئے ہیں آج دستیاب ہوتا ہے یا نہیں۔ رہا عہد نامۂ جدید کے متعلق جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ عبرانی یا آرامی زبان میں ہونا چاہئیے تھا کیونکہ حضرت یسوع اور آپ کے حواری یہی دو زبانیں بولتے تھے۔ آپ خود اس امر کی تحقیق فرمائیں کہ اس کے قدیم مسودات کس زبان میں ہیں۔ رہا ان اناجیل کے مصنف کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاصرین کی تصانیف ہیں لیکن کیا حقیقت ہے۔ کہ یہ مصنفین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمعصر ہیں۔ اور بھی کئی متعلقہ سوالات ہیں لیکن میں یہاں لانا مناسب نہیں سمجھتا اگر آپ اس ضمن میں کسی ادب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو خواجہ کمال الدین کی کتاب ینابیع المسیحیت (بزبان انگریزی) اور مولوی صدرالدین کی کتاب "کیا اناجیل الہامی ہیں" کا مطالعہ فرمائیں۔

اب میں آپ کے مسئلہ قیامت کو لیتا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عقیدے میں تمام مردے ابھی تک منتظر ہیں۔ اور یہ متعلق ہے کیونکہ ایک انسان کے عمل اور رد عمل کا سلسلہ دنیا کے خاتمہ تک رہیگا بس اگر رد عمل ظاہری و باطنی اعمال سے متعلق رکھتی ہے تو لازم ہے کہ قیامت کا وقوع ہو کیونکہ ابھی ظاہری حالات کار فرما ہیں۔ جیسے کہ قرآن کریم عالم برزخ میں ارواح کو تعداد اوقات کا احساس نہ ہوگا عالم برزخ کی زندگی کا زمانہ نہایت مختصر نظر آئیگا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عالم برزخ میں مختلف اشخاص کے احساسات میں فرق ہوگا بہشتی ارواح آرام میں ہونگی جہنمی ارواح تکلیف میں محسوس

اسلام اور دُنیائے جدید

(جناب پروفیسر خواجہ غلام السیدین صاحب)

میں سمجھتا ہوں، کہ میں اس مضمون کے آغاز میں ایک امر کی تشریح کردوں جسکو بعض لوگ اعتذار سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ ایک ایسے شخص نے جو طبقۂ علمائے سے تعلق نہیں رکھتا، مذہبی مسائل پر اظہار خیالات کی جرأت کیونکر کی؟ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب کے اجارہ دار مذہبی علماء ہوتے ہیں، اور اسلام کے اجارہ دار "مولوی صاحبان" ہیں، فلسفۂ اسلام کے ایک زبردست اصول سے ناواقفیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اسلام میں خدا اور بندہ کے مابین، کوئی خدا کی طرف سے مقرر کردہ مذہبی جماعت تسلیم نہیں کی گئی ہے جو بندگانِ خدا کی نجات روحانی کی منتظم ہو۔ اسلام تو ایک عملی دانشمندی اور معقولیت کا مذہب ہے۔ اور اس نے اس قدیم ثنویت اور مناقشہ کا خاتمہ کردیا ہے۔ جو ہمیشہ سے لوگوں کے خیال میں دنیاوی زندگی اور روحانی زندگی، یا عالمِ امروز اور عالمِ آخرت میں پایا جاتا ہے۔ اسلام، مسیحیت یا یہودیت۔ بدھ دھرم یا ہندو دھرم کی طرح یہ تلقین نہیں کرتا کہ دُنیا کی بدیوں، مصیبتوں اور آزمائشوں سے بچنے کی خاطر زاہدانہ زندگی اختیار کرلو، جو کہ نہ صرف ایک ناامیدی کی تعلیم ہے بلکہ سراسر غیر قابل عمل ہے۔ اگر تمام دُنیا اس پر عامل ہوجائے۔ اور اس بات کو کسی مذہب کی معقولیت اور دانائی کا معیار بنایا جاسکتا ہے کہ بنی نوع آدم کی فطرت کے مطابق ہے یا نہیں ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس میں شانِ عالمگیریت پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اسلام اپنے پیرووں کو اعلیٰ ترین اخلاقی نصب العین کے حصول کی تعلیم دیتا ہے جو بدھ مذہب کے "نروان" کی طرح ایک مفروضہ حالت نہیں ہے۔ بلکہ اسی دنیا میں نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کہ ہر انسان اپنی زندگی میں اعمال صالحہ بجا لائے۔ تاکہ وہ دوسروں کی خدمت میں اور انسانی نصب العین کے حصول کی کوشش میں اپنی خداداد طاقتوں کو استعمال کرسکے۔ چنانچہ قرآن مجید نے نہایت دلکش انداز میں مسلمانوں کی دعاؤں کا خلاصہ بایں الفاظ بیان فرمایا ہے:۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الاخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار یعنے اے رب ہمارے ہمیں اس دنیا میں خوبیاں عطا کر اور آخرت میں بھی خوبیاں عطا کر اور عذاب دوزخ سے بچا۔" ایک علانیہ تضاد کی جگہ ثنویت کا اختیار کرنا صرف اسی بات پر منحصر نہیں ہے کہ ہم اس دُنیائے مظاہر و اسباب کی خوبیاں حاصل کرنے کے درپے

ہوں یا آخرت کے بھی، بلکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ آخرت کی خوبیاں، اس زندگی میں، خداداد مواقع کا صحیح استعمال کر کے حاصل کرنی لازمی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید، احادیث رسولؐ اور ارشادات صحابہؓ میں ہر جگہ ایمان کو عمل صالح کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ اور یہ ربط ایک ایسی غیر قابل تقسیم وحدت قائم کرتا ہے کہ اگر اس کو زائل کیا جائے تو جسمانی اور روحانی دونوں قسم کے نقصانات پیدا ہو جائینگے۔ اگر یہ نظریہ، جس کو میں بنی نوع آدم کے اخلاقی اور مذہبی فکر میں اسلام کا اضافۂ خصوصی سمجھتا ہوں، صحیح ہے تو پھر ایک دنیا دار کو بھی اسی قدر حقوق حاصل ہو سکتے ہیں جس قدر علما یا دیندار لوگوں کو حاصل ہیں۔ اور مذہب ان مقدس افراد کی گرفت سے آزاد ہو سکتا ہے۔ اور ایک عامی کے دائرۂ علم و عمل میں بآسانی آسکتا ہے۔

اپنے حق میں یہ بات جو میں نے مذکورۂ بالا سطور میں لکھی ہے مجھے وہ طریق عمل عطا کرتی ہے جس پر میں اس مضمون میں چلنا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی اصولوں کو موجودہ دنیا کے ان مسائل کے حل کرنے کا موقع نہ دینے سے جو گزشتہ دو سو سال سے انسانوں کی تکلیف کا باعث ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے آپ کو بہت شدید نقصان پہنچایا ہے۔ گویا مسلمانوں نے اپنے مذہب کو طبقۂ مُلّا کی میراث بنا دیا ہے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ علما نے اپنی مخصوص تربیت اور ذہنیت کی بنا پر مذہب کی غلط تفسیر دنیا کے سامنے پیش کی۔ بایں صورت کہ مذہب کی عملی تمدنی اور انسانی تعلیمات پر زور دینے کے بجائے انہوں نے اس کے الٰہیاتی پہلو پر زیادہ زور دیا۔ الٰہیاتی مباحثے ہمیشہ عقلی انحطاط کے زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر انسان کے سامنے اہم مسائل زندگی در پیش ہوں تو پھر وہ اپنا وقت عزیز منطقی موشگافیوں میں صرف نہیں کر سکتا۔ یہی صورت دراصل پیدا ہو گئی ہے۔ اسلام جو ابتدائی زمانہ میں آزادی عطا کرنے والی ایک زبردست طاقت رہ چکا ہے جس نے انسانی عقل و فہم کو اوہام باطلہ اور خوف سے رہائی عطا کی ہے اور عقلیت کی تحریک کو زبردست تقویت پہنچائی ہے وہی اسلام اب بشکل مگر کم فہم حضرات کی قیادت میں ایک رجعت پسند تحریک بن گیا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے اجتہاد و فکر کا دروازہ امت اسلامیہ پر بند کر دیا ہے۔ اور مذہبی تعلیم کو محض قدما کی تصانیف کے مطالعہ میں منحصر کر دیا۔ اور زیادہ سے زیادہ کچھ مذہبی مناظرے کر لئے جو منطق اور الٰہیات کے غلط اسالیب پر مبنی ہوتے ہیں۔ اسلام جیسے مذہب کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور کوئی دشمنی نہیں ہو سکتی کہ اسے کورانہ تقلید کے پردہ میں پوشیدہ کر دیا جائے اور اس طرح انسانی غور و فکر کا خاتمہ کر دیا جائے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک تو امت میں متعصب لوگوں کی کثرت ہو جائے۔ دوسرے جاہل قسم کے منکرین مذہب اور لا ادری پیدا ہو جائیں۔ جو

رجعت پسندوں کے طرزِ عمل سے تنگ آکر نفسِ مذہب ہی کا انکار کرنے لگیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی خدمت یہ ہے کہ بنی نوع آدم کو تدبر اور تفکر کی عام دعوت دی جائے۔ اور زندگی کے تمام مسائل میں آزادی کے ساتھ رائے زنی کا موقع دیا جائے۔ ایک بڑا مذہب زندگی کی جزئیات بیان نہیں کیا کرتا۔ اور نہ انسان کی زندگی کو مختلف قسم کی مخالفتوں سے محصور کرتا ہے جس کی بنا پر انسان غور و فکر کی نعمت سے محروم ہو جائے۔ زندگی بالذات حرکت پسند ہے۔ ہر دم متغیر ہے۔ جس کی وجہ سے ہر دم حالات اور زندگی میں مطابقت پیدا کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ زندہ اور ترقی کن مذہب اس حقیقت کو تسلیم کر کے اس کی تکمیل کا سامان مہیا کرتا ہے۔ وہ انسانی طرزِ عمل کی رہنمائی کے لئے بعض موٹے اور عام اصول وضع کرتا ہے۔ اور انسانوں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ پیدا شدہ حالات پر ان اصولوں کو اپنی عقل کے مطابق عائد کریں، جو ہمیشہ زندگی میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اسلام نے عقل کے استعمال کو مستحسن قرار دیا ہے اور مختلف پیدا شدہ حالات میں انسانوں کو اپنی عقل کے استعمال کرنے کی عام آزادی عطا کی ہے۔ قرآن مجید ایسی آیات سے لبریز ہے جو مطالعہ فطرت کا حکم دیتی ہیں۔

ایک گفتگو کے دوران میں، ایک دفعہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے اس امر پر نہایت عالمانہ انداز میں تبصرہ فرمایا کہ اسلام کا یہ دعوٰے کس دلیل پر مبنی ہے کہ وہ الہامی مذاہب کا خاتم ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام نہ صرف تمدن اور اخلاق کا مکمل دستور العمل عطا کرتا ہے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ ذہن انسانی کے ارتقاء میں وہ منزل آگئی ہے جبکہ انسان کو کسی دوسرے انسان کے سامنے اس لحاظ سے سرِ تسلیم خم کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے کہ وہ شخص الہام کا مدعی ہے۔ بلکہ اب انسان زندگی کے اشغال میں اپنی عقل کو رہبر بنا سکتا ہے۔ کسی دوسرے انسان کا (باستثنائے بانیِ اسلام) پابند نہیں ہے۔ کسی انسان کا قول اس کے لئے حجت شرعی نہیں ہو سکتا۔ گویا ایک دروازہ (الہام) بند ہو گیا۔ تو دوسرا وسیع تر دروازہ (اجتہاد) کھل گیا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص انسان کی عقل کو اپنے مزعومہ الہامات کا پابند بنانا چاہے تو گویا وہ اسلام کے بلند ترین مقصد کو باطل کرنے کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور وہ تمام تحریکات جو انسانوں کی عقلیت اور غور و فکر کو آزادیٔ عمل کی دعوت دیتی ہیں درحقیقت اسلام کے لئے نہایت مفید ہیں۔ گو کہ بعض اوقات وہ بظاہر اسلامی اصولوں کی بیخکنی کرتی ہوئی کیوں نہ دکھائی دیں۔"

پس اب سوال یہ ہے کہ موجودہ تمدنی، سیاسی، معاشرتی اور عقلی تحریکات اور مسائل کے مقابلہ میں علماء حکماء اور دانشمندانِ اسلام کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہئے؟ بلاشک آپ ان مسائل حاضرہ سے روپوشی نہیں کر سکتے

کیونکہ وہ ہماری روزمرہ زندگی سے دوچار ہو رہے ہیں۔ اور ہماری توجہ کو اپنی طرف مبذول کر رہے ہیں۔ اور نہ ہمیں ان سے یکلخت متاثر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ بربادی ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان مسائل کا صحیح حل دریافت کریں۔ جب تک ہمارے لیڈر اور علماء ان مسائل سے اغماض کرینگے یہ کہکر کہ یہ تو سیاسی مسائل ہیں یا جب تک وہ ان کو دنیاوی سمجھکر حقارت کی نظر سے دیکھینگے اور اپنی توجہ محض دینی مسائل کی طرف منعطف کرینگے اس وقت تک وہ جماعت میں سچی رہنمائی نہیں کرسکتے۔ کیونکہ ان کے پاس عورتوں اور مردوں کی ہدایت کے لئے کچھ سامان نہیں ہے جو کہ اس مادی دنیا میں رہتے ہیں، اور جو راتدن ان مسائل سے دوچار ہوتے رہتے۔ اور افسوس کہ ان کے مذہبی رہنما نہی مسائل سے روگردانی کرتے ہیں۔ ان مسائل کا جو لوگ شکار ہیں ان کے ساتھ مجہول ہمدردی کی بجائے ہمارے علماء کو ان کے مصائب میں مداخلت کرنی ہوگی۔ اور ان کا صحیح حل پیش کرنا ہوگا۔

اسلام کے پاس لوگوں کی ہدایت اور ان پیچیدہ مسائل کا کافی حل موجود ہے جو آج کل لوگوں کی پریشانی کا موجب بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً اقتصادیات کا موجودہ نظام، جنسی تعلقات، دولتمند اور مفلس کے مابین چپقلش، اور ان کے علاوہ دوسرے مسائل۔ اسلام تفصیلی قواعد پیش نہیں کرتا جن کو آنکھ بند کرکے استعمال کیا جائے۔ بلکہ وہ عمومی اصول عطا کرتا ہے۔ اور ان کو تشریح کے ساتھ حالات حاضرہ پر منطبق کرنا یہ ہمارا اپنا کام ہے۔

بعض ابتدائی مذاہب سے مقابلہ کیا جائے تو اسلام کا قانون مابعدالطبیعاتی یا الٰہیاتی تعلیمات کے لحاظ سے نسبتاً مختصر معلوم ہوگا لیکن اس کے بدلے اسلامی قانون میں، تمدنی معاملات پر پوری ہدایت دی گئی ہے۔ اور روزمرہ زندگی کے متعلق جو امور در پیش ہوسکتے ہیں ان کے بارہ میں تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں اور اسلام نے دنیا کو جمہوریت، بین الاقوامیت، مذہبی اور معاشرتی رواداری، لوگوں کے درمیان عدل و انصاف دولت کا ایک امانت ہونے، اور انسان کا خدا کے ساتھ اعلےٰ مقاصد میں شریک کار ہونے کے قیمتی اور اہم تصورات عطا کئے ہیں۔ چونکہ ابتدائی زمانہ میں بعض مسلمان ممالک میں یہ سب تعلیمات عملی جامہ پہن چکی ہیں اس لئے یورپ کے بعض بلند نظر مفکرین مثلاً جارج برناڈ شا، اس پیشگوئی پر مائل ہوئے ہیں کہ اس صدی میں یورپ اور امریکہ اسلام قبول کرلیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ تمدنی، اقتصادی اور سیاسی حقائق کی بے پناہ منطق کے سامنے یورپ اور امریکہ دونوں سپر انداز ہوجائینگے۔ اور ان معاملات کے حل کرنے میں مجبوراً اسلامی طریق کار اختیار کرلینگے اور یہی اسلام کی فتح ہوگی۔ لیکن یہ پیشگوئی اسی وقت پوری ہوسکتی ہے۔ جب مسلمان، خود

اپنے طرزِ عمل سے ان مصیبت زدہ اور پریشان ممالک کی رہنمائی کا فرض ادا کریں۔ اسی لئے میں حلفیہ یقین کرتا ہوں کہ اس وقت علمی اور عقلی پہلو پر زور دینا اسلام کی سب سے بڑی خدمت کرنا ہے۔ اور اسی لئے میں اپنے خیال کے مطابق علامہ اقبال کی تصنیف "تشکیل الٰہیات اسلامیہ" کو فقہی امور پر بحث کرنے والی نصف درجن کتابوں سے بڑھ کر قیمتی خیال کرتا ہوں۔

اقتصادیات، معاشیات اور سیاسیات حاضرہ کے مسائل کا حل تلاش کرنا، اور اسلامی اصولوں کو ان پر منطبق کرنا، یہ نہ میرا کام ہے نہ مجھ میں اس کی لیاقت ہے۔ یہ کام تو مسلمان مفکرین کی ایک نمائندہ جماعت کا ہے، جو راتدن استحکام اسلامی اور وحدت ملی کے قیام کے لئے کوشاں ہو۔ تاکہ اسلام ایک مذہب کی حیثیت سے دُنیا میں طاقتور پوزیشن حاصل کر سکے۔ اگرچہ برنارڈ شا نے دفعتاً یورپ کو ورطۂ حیرت میں مبتلا کر دیا۔ اور اس ریمارک سے اسلامی دُنیا کی حسِ اظہار خوشنودی کو بھی بیدار کر دیا۔ تاہم اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہر غیر متعصب شخص جو اسلامی قانونی نظام کی عمدگی سے آشنا ہو جائے اور ضابطۂ تعزیرات کی معدلت سے آگاہ ہو جائے وہ تسلیم کرے گا کہ جو مسائل دُنیا میں آج لوگوں کی پریشانی کا موجب بنے ہوئے ہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو سال پہلے ان کا حل تجویز فرما دیا تھا۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام وہ تفوق ہرگز حاصل نہیں کر سکتا جس کا وہ مستحق ہے جب تک کہ علما جو اس کے محافظ ہیں، اس کو ایسے انداز میں دُنیا کے سامنے پیش نہ کریں جو قابلِ قبول ہو۔ جب تک اس قسم کی منظم، متحدہ اور مسلسل کوشش عمل میں نہ آئے گی، مسلمان نہ اپنی خوابیدہ قوتوں کو بیدار کر سکتے ہیں اور نہ دُنیا کی رہنمائی کا فرض انجام دے سکتے ہیں۔ اگر میرا یہ مضمون، علماء اور مفکرین اسلام کے دلیں اسلام کو دُنیا کے سامنے پیش کرنے کی تڑپ پیدا کر دے۔ اور ان میں اپنے فرض کی ادائیگی کا احساس پیدا کر دے کہ وہ جزئیات امور سے قطع نظر کر کے اپنی توجہ کا ملاً زندگی کے اہم مسائل کی طرف مبذول کر سکیں تو میں سمجھوں گا کہ میری توقعات سے زیادہ میری آرزو پوری ہو گئی کاش مسلمان علماء اپنی طاقتوں کو، باہمی نزاع پر ضائع کرنے کی جگہ تعمیری کاموں میں صرف کرنا سیکھ جائیں۔

آخر میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ بلاشبہ مذہب کا ایک اور پہلو بھی ہوتا ہے۔ وہ کیا؟ بندہ اور خدا کے مابین روحانی علاقہ۔ اور انسان کا روحانی تجارب اور براہ راست حقائق روحانی کا وجدانی علم حاصل کرنا۔ چنانچہ مذہب کے اس پہلو پر زور دینے سے زہد اور تصوف پیدا ہوا۔ میں تصوف کی تحقیر کرنا نہیں چاہتا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ تصوف ایک انفرادی معاملہ ہے اور تنہائی میں خدا اور بندہ کے درمیان ایک رابطہ ہے۔ جہاں تک اس مضمون کا تعلق اور مقصد ہے میں اسلام کے علمی اور سوشل پہلوؤں سے بحث کرنا چاہتا ہوں یعنی میں نے اس مضمون میں اسلام کو اس حیثیت سے پیش کیا ہے کہ وہ ایک ایسا مذہب ہے جو اگر مسلمان کوشش

الجمہوریت فی الاسلام

(سید حسین صاحب پروفیسر کیلیفورنیا یونیورسٹی)

لفظ اسلام کا ترجمہ آسان کام نہیں ہے۔ بعضوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے "خدا کی مرضی کے سامنے سرِتسلیم خم کرنا"، میں "سرِتسلیم خم کرنے" سے مطمئن نہیں۔ کیونکہ ہم بعض اوقات اس چیز کی اطاعت بھی کرتے ہیں جسے ہم پسندیدہ یا محبوب نہیں سمجھتے۔ اسلام کے حقیقی معنی یہ نہیں ہیں۔ بلکہ اسلام کے معنی میں تسلیم خم کرنے کے ساتھ ساتھ ہدایت خداوندی کو نہایت خوشی کے ساتھ قبول کرنے کا تخیل بھی داخل ہے۔

علاوہ بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مذہب دنیا کو دیا وہ کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ آپؐ نے اسے اس طرح ایجاد نہیں کیا جسطرح کوئی سائنسدان، کسی علمی آلہ کو ایجاد کرتا ہے یا کسی علمی نظریہ کو دریافت کرتا ہے۔ بلکہ اسلام تو وہ مذہب ہے جو ابتدائے آفرینش سے دنیا میں موجود ہے۔ آنحضرت صلعم کا دعویٰ تو صرف یہ تھا کہ میں انبیا کی لائن میں آیا ہوں جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنا پیغام دنیا میں پھیلانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ مثلاً نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ اور عیسٰےؑ اور یہ کہ میں خاتم الانبیاء ہوں۔ اور یہ کہ قرآن مجید نے اللہ تعالےٰ کے پیغام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ چنانچہ تمام مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے کہ وہ دنیا کے تمام رسولوں کی عزت کریں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کوئی مسلمان جب کسی رسول کا نام لیتا ہے تو علیہ السلام ضرور کہتا ہے۔ الغرض مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ اسلام اس سلسلہ کی تکمیل کرتا ہے جو اللہ تعالےٰ نے انسانوں کی بہبود کے لئے قائم فرمایا۔ اور قرآن مجید نے تمام سابقہ الہامی کتب کے پیغامات اور ہدایات کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ اور اسلام بلاشبہ نجات انسانی کا سچا راستہ بتاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اسلام میں کوئی ایسی خصوصیت ہے جو اس کو دیگر مذاہب عالم سے ممتاز کر سکے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں اسلام کی بنیادی امتیازی تعلیم، جو آنحضرت صلعم نے دنیا کے سامنے پیش کی "جمہوریت" ہے جب کبھی کسی شخص کو، بعض بنیادی تخیلات کا مفہوم ایسے الفاظ کے ذریعہ سے پیش کرنا پڑتا ہے جو مبتذل ہو چکے ہوں تو بلاشبہ اسے بڑی ذہنی تکلیف ہوگی۔ اور جمہوریت ایسا ہی لفظ ہے جسکے معنے اور مفہوم میں آج بڑی پستی پیدا ہو گئی ہے۔ اور یہ لفظ موجودہ زمانہ کے ان الفاظ میں سے ہے جن کا کثرت سے استعمال، بلکہ غلط استعمال کیا جاتا ہے لیکن جب میں جمہوریت کا اسلام کے ضمن میں ذکر کرتا ہوں تو میری مراد حقیقی اور اصلی چیز سے ہوتی ہے۔ محض نظریہ ہی نہیں

بلکہ جمہوریت کی عملی تصویر، اور نہ صرف طرزِ حکومت بلکہ طریقِ حیات۔

میرا دعوٰے یہ ہے کہ مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے جمہوریت کو عملی بنیاد عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ اس نے اصول اخوت انسانی کو ایک روشن حقیقت کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ اسلام اخوت پر عامل بھی ہے۔ محض تعلیم دینے پر اکتفا نہیں کرتا۔ تمدنی لحاظ سے بھی اور بین الاقوامی لحاظ سے بھی۔ آپ اسلامی دُنیا میں خواہ کہیں چلے جائیں۔ مراکو سے لے کر چین تک۔ جنوبی افریقہ سے لے کر سائبیریا تک۔ آپ کو کسی جگہ نسلی یا لونی یا قومی امتیازات ایسے نہیں ملینگے جو مسلمانوں میں تفریق کا باعث ہوں۔ تمام مسلمانانِ عالم گویا ایک خاندان کے افراد ہیں۔ ان میں کوئی احساس اجنبیت کا نہیں پایا جاتا۔ اور نہ خود ساختہ امتیازات ادنٰے واعلٰی ان کی معاشرت اور تنظیم میں حائل ہوسکتے ہیں۔

مسلمانوں میں برادرانہ جمہوریت کا احساس، اسلام کے عقیدہٗ توحیدِ الٰہی پر مبنی ہے۔ چنانچہ پہلی اور بنیادی بات جسکی آنحضرت صلعم نے تعلیم دی، توحیدِ الٰہی کا عقیدہ ہی تھا۔ آپؐ کے پیغام کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ناظرین ساتویں صدی عیسوی کے ابتدائی زمانہ کا غائر نظر سے مطالعہ کریں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ خدائے واحد کا اعتراف اور اس کی پرستش اور عبادت صفحۂ ہستی سے محو ہوچکی تھی۔ یہودیت تو اوہام پرستی کے پردوں میں پوشیدہ ہوچکی تھی اور مسیحیت کی شکل بھی بہت زیادہ مسخ ہوچکی تھی۔ اسی طرح مجوسیت جو عرب کے سرحدی علاقوں میں پائی جاتی تھی اس درجہ پست ہوگئی تھی کہ اصلیت سے اسے کوئی نسبت نہیں رہی تھی۔ علاوہ بریں دنیا کے اکثر ممالک میں بت پرستی رائج ہوچکی تھی۔ اور عرب میں بدترین قسم کی بت پرستی موجود تھی۔ اس مذہبی خرابی کے ساتھ ساتھ عالمگیر سیاسی بدنظمی بھی پھیلی ہوئی تھی۔ تہذیب اپنے انحطاط کی آخری منزل طے کررہی تھی۔ اور اخلاقی برائیاں روئے زمین پر چھا گئی تھیں۔

ان حالات میں جبکہ روئے زمین کا اخلاقی مطلع اس درجہ غبار آلود تھا آنحضرت صلعم نے توحیدِ الٰہی کا اعلان بلند آواز سے دُنیا کو سنایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

"قل هو الله احد - الله الصمد - لم يلد - ولم يولد - ولم يكن له كفوا احد"

اے رسولؐ! اعلان کردو کہ اللہ ایک ہے۔ اور وہ تمام حوائج واحتیاجات سے منزہ ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے اسے جنا۔ اور نہ کوئی ہستی اس کی ہمسری کا دعوٰے کرسکتی ہے۔" یہ ہے اللہ تعالٰی کا وہ تخیل جو قرآن مجید نے دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ آنحضرت صلعم نے توحیدِ الٰہی پر جو غیر معمولی زور دیا ہے۔ وہ

آج کے دن تک اسلام کا طغرائے امتیاز بنا ہوا ہے۔ یہ عقیدہ تو نیا نہ تھا۔ لیکن اس پر جو زور دیا گیا اور جس شد و مد کے ساتھ اس کا اعلان کیا گیا وہ بلاشک اس زمانہ میں ایک نئی چیز تھی۔ جبکہ مذاہب عالم نے اس حقیقت کو یا تو فراموش کر دیا تھا یا اس کی شکل بُری طرح مسخ کر دی تھی۔ ایک ازلی خدا کا تصور جو کائنات کا خالق ہے اور ایک غیر قابل تقسیم انسانیت کا تصور بایں معنی کہ بنی نوع آدم سب ایک خدا کے فرزند ہیں، اس نئی جمہوریت کا چارٹر اور ایمان قرار دیا گیا۔

اسلام کا سب سے بڑا کارنامہ جو بنی نوع آدم کی بہبود کے ضمن میں ظاہر ہوا۔ اس اصول جمہوریت کا انطباق تھا جس زمانہ میں تمام دنیا ظلم و ستم کے پنجہ میں گرفتار تھی اور اوہام پرستی کا سکہ دلوں اور دماغوں پر رواں تھا جبکہ سلاطین مطلق العنان تھے۔ اور مذہبی پیشوا، مذہبی طور پر انسانوں کے ضمیر پر حکمران تھے۔ آنحضرتؐ نے یہ اعلان کیا۔ کہ انسان صرف خدائے واحد کے سامنے سر جھکا سکتا ہے۔ اور کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی انسان پر کسی رنگ میں بھی حکمرانی کر سکے۔ یہ وہ پیغام تھا جسکے متعلق یہ کہنا مطلق مبالغہ نہیں ہے کہ اس نے بنی نوع آدم کو آزادی عطا کر دی۔ چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی آج تمام اسلامی ممالک میں جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملتا ہے تو نہ وہ اپنا سر اس کے سامنے جھکاتا ہے اور نہ کوئی اور ایسا طریقہ اختیار کرتا ہے جس میں تذلیل کا پہلو پوشیدہ ہو۔ بلکہ وہ محض یہ کہتا ہے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" یعنے تم پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو۔ اور دوسرا بھی اس کے جواب میں انہی الفاظ کا اعادہ کرتا ہے مسلمان اپنا سر کسی کے سامنے نہیں جھکاتا۔

اب میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی قوت متخیلہ کو کام میں لاکر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ اس قسم کے مذہب اور اس قسم کے اصولوں کی بنا پر بنی نوع آدم کی حیات اجتماعی میں کس قسم کی تمدنی ترقیاں رونما ہو سکتی ہیں۔ یعنی اس عقیدہ توحید کی بنا پر کہ تمام کائنات کا ایک ہی خالق ہے اور تمام بنی نوع آدم آپس میں برابر ہیں۔ اور بھائی بھائی ہیں۔ اور سب اسی خدائے واحد کے پرستار ہیں۔ چنانچہ اس عقیدہ کا نفسیاتی ردعمل، اسلامی سوسائٹی کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا ہے اور اس کی بنا پر اسلامی سوسائٹی ایک جمہوری وحدت بن گئی ہے اور ایک ایسا روحانی وجود، جو یکتا اور بے نظیر بھی ہے اور غیر قابل نفوذ بھی ہے۔

یورپ اور امریکہ بین الاقوامیت کا تذکرہ ہر شخص کی زبان پر ہے۔ اور ان شرائط کا چرچا بھی ہوتا ہے

جن کے ماتحت یہ حالت پیدا ہو سکے۔ جہاں تک مسلمانوں کی زندگی کا تعلق ہے بین الاقوامیت کا اصول، ان کیلئے یہ کوئی نظریہ ہے نہ تمنّا، نہ لائق حصول شے۔ بلکہ وہ ایک حاصل شدہ اور ثابتہ حقیقت ہے۔ آپ دنیائے اسلام میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک چلے جائیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ایک مسلمان دوسرے ملک میں اس طرح رہتا ہے جس طرح وہ اپنے گھر میں رہتا ہے۔ دنیائے اسلام میں کوئی ملک، کسی مسلمان کیلئے اجنبی یا خارجی یا غیر ملک نہیں ہے۔

سوال ہوگا کہ آنحضرت صلعم کس قسم کے انسان تھے جنھوں نے نہ صرف ایک مذہب کی بنیاد ڈالی بلکہ ایک قوم اور ایک حکومت بھی قائم کر دی؟ اور اس جگہ میں آپ کے سامنے ایک نمایاں حقیقت بیان کرنی چاہتا ہوں۔

زیادہ تر مذاہب کی بنیاد اور تاریخ غیر متیقن ماضی کے پردہ میں پوشیدہ ہے۔ ان کی بنیاد، تاریخ یا زمانہ قبل تاریخ کے سایہ میں مخفی ہے اور ان کے بانیوں کی سوانح عمری پر بھی روایات کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر واقعہ، تاریخ کے صفحات پر مرقوم ہے۔ اور آپ کی پیدائش سے لے کر دعوی نبوت اور دعوے سے لے کر وفات تک تمام جزئیات روز روشن کی طرح نمایاں ہیں۔ کوئی امر مشکوک یا مشتبہ نہیں ہے، اور نہ کوئی بات صیغۂ راز میں پوشیدہ ہے۔ آپ کی زندگی کے ہر واقعہ کو تاریخی طور پر مطالعہ کیا جا سکتا ہے اور اسلام کی کسی تعلیم میں شک و شبہ کا کوئی عنصر موجود نہیں ہے۔ اسلام میں کوئی روایت یا افسانہ ایسا شامل نہیں ہے جس کی توضیح و تشریح کے لئے کسی مسلمان کو کسی فقیہ یا عالم یا مذہبی پیشواؤں کی احتیاج ہو۔ اسلامی تعلیمات تمام تر معقولیت پر مبنی ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی شخصیت کے متعلق بھی کوئی فوق الفطرت تشکیک کا پہلو داخل مذہب نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں صاف لکھا ہوا ہے "قل انما انا بشر مثلکم" اے رسول! اعلان کر دو کہ اے لوگو! میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہی ہوں" آپ اپنی شخصیت کے متعلق کسی فوق العادت ظہور کے مدعی نہیں ہیں۔ آپ کو جو امتیاز حاصل ہے وہ صرف یہ کہ آپ اللہ تعالے کے نبی اور رسول ہیں۔ اور یہ کہ آپ نے توحید الٰہی کا پیغام دنیا کو سنایا۔ اور جس شاندار طریقہ سے آپ نے فرض رسالت پورا کیا وہی تو آپ کا سب سے بڑا اور زندہ معجزہ ہے۔

اور جو اصول آپ نے وضع فرمایا وہ یہ تھا کہ خدا اور بندہ، خالق اور مخلوق کے مابین کوئی واسطہ یا درمیانی ہستی نہیں ہے۔ صرف یہی نہیں کہ انسان، خدا کی صورت پر بنایا گیا، بلکہ ہر شخص میں الٰہی نور کا جلوہ موجود ہے

اور اس کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی اس طریق پر بسر کرے اور اپنے نیک و بد میں امتیاز کرنے والی قوت کا اس طریق پر استعمال کرے کہ ایزدی تقدس کا نور جو اس کے اندر ہے، اس کے وجود کو پاک وصاف کر سکے۔ اور اس طرح وہ اپنی نجات اخروی حاصل کر سکے۔

ایک ہی اصول کے ذریعے سے جو دیگر مذاہب عالم سے اسلام کو تمیز کرتا ہے۔ مذہبی پیشوائیت کا نظام اور وہ تمام خود ساختہ اور مسخ شدہ حدود فاصل جو خدا اور انسان کے مابین پیدا ہو گئی تھیں یک قلم مٹ گئیں انسانی عقل اور انفرادی ضمیر جو تقلید اور انکار کے قید خانہ میں مقید تھے جن کو مذہبی پیشواؤں نے اس قید خانہ میں مقید کیا تھا، دونوں پھر آزاد ہو گئے۔ تاکہ بنی نوع آدم کی رہنمائی کا فرض ادا کر سکیں۔

اسلام کا خلاصہ، جیسا کہ میں نے بیان کیا یہ ہے کہ خالق اور مخلوق کے مابین کوئی درمیانی ہستی نہیں ہے سچا مسلمان اپنے خدا کے پاس ہر وقت بآسانی جا سکتا ہے اور تنہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے اپنے ضمیر کی روشنی اس کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ پس دوسرے مذاہب کے برعکس اسلام نے انفرادی عبادت اور اجتماعی عبادت دونوں کو مذہبی پیشواؤں کے وجود سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ہر مسلمان نماز میں امام بن سکتا ہے کیونکہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی طرح اس بات کا اہل ہے۔ بلاشبہ علم کی عزت کی جاتی ہے لیکن آج تک مذہبی پیشوائیت کسی مسلمان سے یا جماعت سے مختص نہیں کی گئی ہے۔

شریعت اسلامیہ کے ابتدائی زمانہ کی تاریخ حد درجہ روشنی بخش ہے۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے آپ کو اس طریقہ کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ جس پر نئے مذہب نے چلنا شروع کیا، اور اس شخصیت کا علم بھی حاصل ہو سکتا ہے جس نے یہ شریعت دنیا کو سکھائی۔ عام طور سے تعلیمات نبویؐ کے زمانہ کو تین طبقوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ اکثر انبیاء کی طرح ابتدا میں آپؐ کی بھی سخت مخالفت ہوئی۔ اور ایسی مخالفت کہ اس زمانہ کے لحاظ سے بھی ہم اسے نہایت شدید اور ذلیل کہہ سکتے ہیں۔ اور آپؐ پر ہر قسم کا دباؤ ڈالا گیا۔ کہ آپؐ اپنے فرض تبلیغ سے باز آ جائیں کیونکہ مکہ جہاں آپؐ پیدا ہوئے اور جہاں آپؐ نے تبلیغ شروع کی، بت پرستی کا قدیم ترین مرکز تھا۔ اور اس معاملہ سے پجاریوں کا ذاتی مفاد بھی وابستہ تھا۔ اسی لئے آنحضرت صلعم کی تبلیغ میں، ان کے لئے موت و زیست کا سوال مضمر تھا۔ اسی لئے وہ اس مذہب کو اس کے آغاز ہی میں فنا کر دینے کے درپے تھے۔ بلکہ وہ تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ خود بانی مذہبؐ کو قتل کر دیا جائے۔

مدتوں ایذا رسانی کا سلسلہ جاری رہا، اور اس قدر شدید کہ ناگفتہ بہ۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

کبھی ہمت نہ ہاری ، اور آپؐ کی امید کبھی متزلزل نہ ہوئی ۔ اور آپؐ کے ایمان میں کبھی ضعیف کے آثار پیدا نہ ہوئے آپؐ کی پختگی مزاج کے اظہار میں ایک واقعہ بیان کر دینا کافی ہوگا ۔ قریش خانہ کعبہ کے قدیمی متولی تھے ۔ جو مکہ میں مرکزی تجارت کی حیثیت رکھتا تھا ۔ جب انہوں نے اپنے معبد اور مفاد دونوں کو خطرہ میں دیکھا تو انہوں نے اپنی مخالفت کی زبردست کوشش کی اور سب ملکر آنحضرت صلعم کے چچا ابو طالب کے پاس گئے ۔ اور کہا :-

" ہم تمہیں آخری بار متنبہ کرنے آئے ہیں ۔ اگر اب بھی اس شخص سے اپنے تعلقات منقطع نہیں کرو گے اور اسے عاق نہیں کرو گے یا اس کو اپنے نئے مذہب کی تبلیغ سے نہیں روگے تو ہم تمہیں اور تمہارے متعلقین کو فنا کر دیں گے " یہ سنکر ابو طالب آپؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے " اب پیالہ بالکل لبریز ہے ، اور یوں بھی تمہارے خاندان کو کافی تکالیف پہنچ چکی ہیں ۔ خدا کے لئے اب اس قصہ کو ختم کرو ۔ اور اپنے پرانے مذہب پر عامل ہو جاؤ ۔ " آنحضرت صلعم نے یہ سنکر جواب دیا " چچا جان ! اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں جانب اور چاند کو میرے بائیں جانب میرے مقابلہ پر لاکھڑا کریں تو بھی میں توحید کی تبلیغ سے باز نہیں آسکتا ۔ یا تو خدا مجھے کامیاب کر دے گا یا میں اس کوشش میں اپنی جان دیدوں گا ۔ "

یہ تھا جذبۂ تبلیغ جو آپ کے دل میں موجزن تھا ۔ اور اسی جذبہ کو لے کر آپ کھڑے ہوئے تھے ۔ میں آپؐ کے استقلال کی ایک اور مثال پیش کروں گا ۔

ایک دفعہ قریش نے سازش کی کہ آپؐ کو خود آپؐ ہی کے مکان کے اندر قتل کر دیا جائے ۔ اور اس کام کے لئے تمام قبائل متحد ہو گئے ۔ تاکہ آپؐ کے ورثا آپؐ کے خون کا دعویٰ نہ کر سکیں ۔ جب آپؐ کو اس سازش کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر مکہ سے ہجرت کا قصد فرمایا ۔ راہ میں ایک غار میں پوشیدہ ہونا پڑا چونکہ دشمن آپؐ کی تلاش میں سرگرم تھے ، تین دن تک اس میں پوشیدہ رہے ۔ ایک دفعہ حالت غمگینی میں حضرت ابوبکر کے منہ سے نکلا " افسوس ہم صرف دو ہیں " آنحضرت صلعم نے فرمایا " اے ابوبکرؓ غم نہ کر اللہ بھی تو ہمارے ساتھ ہے ۔ "

میرا خیال ہے کہ آپؐ کی ہمت اور استقلال کے ثبوت میں یہ صراحت بالکل کافی ہے جس کی بدولت انتہائی ناامیدی میں بھی آپؐ کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوئی ۔ لیکن میں آپ کی خدمت میں آنحضرت صلعم کے کیرکٹر کا نقشہ ایک دوسرے زاویۂ نگاہ سے بھی پیش کروں گا ۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ انسان کی سیرت کا صحیح اندازہ عسرت کی حالت میں اس قدر نہیں ہو سکتا جس قدر فارغ البالی کے زمانہ میں ہوتا ہے ۔

جب مخالفت کا طوفان فرو ہوگیا۔ اور آپؐ تمام ملک عرب کے واحد مالک ہو گئے۔ اور آپؐ کا مذہب تمام اقوام عرب نے اختیار کر لیا۔ اور تمام ملک آپؐ کے زیر نگیں آگیا تو پھر آپؐ مکہ معظمہ تشریف فرما ہوئے جہاں سے مخالفت کی بنا پر آپؐ کو نکلنا پڑا تھا۔ چنانچہ آپؐ شہر میں ایک حکمراں کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ اور آپؐ کو باشندوں کی جان پر پورا اختیار حاصل تھا۔ یہ بھی عجیب نظارہ تھا۔ وہ سرداران قریش جو آپؐ کے خون کے پیاسے تھے، اب آپؐ کے رحم و کرم پر تھے۔ جب وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ گفتگو ہوئی:۔

"تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع کرتے ہو؟ آپؐ نے دریافت فرمایا۔

"اے بھتیجے ہم پر رحم کر" انہوں نے متفق اللسان ہو کر کہا۔

آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور آپؐ نے فرمایا "میں تمہارے ساتھ اسی طرح گفتگو کروں گا جس طرح حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کی تھی۔ میں تم پر کوئی الزام قائم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے وہ تمہیں معاف کرے گا۔" لا تثریب علیکم الیوم " آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔

شاید تاریخ عالم میں ضبط و تحمل اور عالی حوصلگی کی اس سے بہتر مثال نہ مل سکے۔ اور واضح ہو کہ یہ واقعہ آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے پیش آیا تھا۔ اس ترقی و تہذیب کے زمانہ میں کتنے فاتح ایسے ہیں جو اپنے مفتوحہ دشمن کے ساتھ اس حسن سلوک سے پیش آسکتے ہیں؟

اب میں آپؐ کی زندگی سے ایک آخری واقعہ دکھاتا ہوں۔ جبکہ آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو تمام صحابہؓ آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپؐ نے بلند آواز سے فرمایا "اگر میں نے تم میں سے کسی کی دل آزاری کی ہو، یا ایذا پہنچائی ہو تو میری پشت حاضر ہے، وہ بدلہ لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کی توہین کی ہے تو وہ بھی مجمع عام میں مجھے شرمندہ کر سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کی کوئی چیز زبردستی لے لی ہو تو اس وقت سب کے سامنے مجھ پر دعوےٰ کر سکتا ہے۔" صلی اللہ علیہ وسلم

یہ سیرت تھی اس شخصؐ کی جو تاریخ کی رو سے اپنے زمانہ میں دنیا کا سب سے زیادہ طاقتور انسان تھا۔ اور اس میں تو شک نہیں کہ تمام ملک عرب آپؐ کے زیر نگیں تھا۔ لیکن آخر وقت تک آپؐ نے زبردست انکساری، اور خاکساری کا انداز قائم رکھا۔ اور دیانت، خلوص اور بلند ہمتی کا وہی رنگ دنیا کے سامنے پیش کیا جو ابتدا میں تھا جس کی بدولت قبل نبوت بھی عربوں نے آپؐ کو "الامین" کا شاندار لقب عطا کیا تھا۔

اور بلاشبہ آپؐ نے آخری سانس تک اپنے آپ کو اس لقب کا جائز طور پر مستحق ثابت کیا۔

آپؐ نے اپنی وفات کے بعد، غیر فانی ورثہ انسانوں کے لئے چھوڑا۔ اور آج آپؐ کا پیغام، دنیا کے ⅕ انسانوں کا زندہ ایمان بنا ہوا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اب میں آپؐ کے چند اقوال بھی پیش کروں۔ کیونکہ بڑے آدمیوں کی سیرت بہت کچھ ان کے اقوال سے بھی متحقق ہوتی ہے۔ اور یہ طریقہ سیرت کے متعلق طویل مضامین سے زیادہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔

"دنیا کا نظام چار چیزوں سے قائم ہے۔ حکمت علماء، معدلت اکابر، عبادت نکوکاران، اور شجاعت مردان حوصلہ مند"

یہ حدیث تو تمام اسلامی دنیا میں مشہور ہے "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

"عالم کی روشنائی شہید کے خون سے بھی زیادہ پاکیزہ اور مقدس ہے۔"

"علم حاصل کرو، خواہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ملے۔ جو شخص علم کی طلب میں گھر سے نکلتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی راہ پر چلتا ہے۔"

"جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے سفر اختیار کرتا ہے تو خدا اسے بہشت کا راستہ دکھاتا ہے۔"

یہ ہیں آپؐ کے چند اقوال۔ جن سے اصلاح اور معقولیت دونوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ غالباً آنحضرتؐ کی سب سے نمایاں صفت آپؐ کی رحمدلی اور مہربانی تھی، آپؐ کی خوش اخلاقی گویا سورج کی کرنوں کی طرح روشن اور ضیا پاش تھی۔ اور دوست دشمن سب پر بلا امتیاز آپؐ کا ابر کرم آپؐ کے فیضان طبع کی بارش کرتا تھا۔ آپ ہر شخص کی تکلیف میں ہمدردی کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؐ انسانیت کا مظہر اتم تھے۔ آپؐ کی غیر معمولی انکساری جس پر تاریخ کے اوراق شاہد ہیں، آپؐ کی شرافت پر مبنی تھی۔ اور آپؐ کا قول ہی کہ بنی نوع آدم کے ساتھ حسن سلوک کرنا، گویا اپنے خالق کی سب سے بڑی عبادت ہے۔ چنانچہ سب سے اچھا توشۂ آخرت انسان کے نیک اعمال ہیں۔ جو وہ دوسرے انسانوں کے ساتھ کرتا ہے اور نیکی کی تعریف آپؐ نے یہ فرمائی کہ ہر اچھا کام نیکی ہے۔ اگر تم اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکراؤ تو یہ بھی ایک نیکی ہے جو تم سے سرزد ہوئی اور اگر تم اپنے بھائیوں کو نیکی کی طرف مائل کرو تو یہ بھی نیکی ہے۔ بلکہ زکوٰۃ دینے کے برابر ہے۔ بھولے بھٹکے کو راہ دکھانا نیکی ہے۔ اندھوں کی امداد کرنا نیکی ہے۔ راہ میں سے کانٹے اور اینٹ ہٹانا نیکی ہے۔ پیاسے کو پانی پلانا بھی

نیکی ہے۔" ابو جاریہ باشندہ بصرہ، اسلام کی خوبیوں کے معترف ہو کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے درخواست کی کہ نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "کسی انسان کے متعلق بدگوئی نہ کرو"

آپؐ کی سیرت سے قطع نظر کرکے آپؐ کے کارنامے کچھ کم لائق ستائش نہیں ہیں۔ وفات سے ایک سال قبل آپؐ نے آخری حج ادا فرمایا۔ اور اس موقعہ پر آپؐ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جو ہمارے پاس آج بھی بجنسہٖ موجود ہے۔ جو لوگ تہذیب انسانی کی ارتقائی تاریخ میں دلچسپی رکھتے ہیں، ان کے لئے یہ ایک نہایت دلچسپ تاریخی دستاویز ہے۔ میں اس جگہ اس خطبہ کو پورا نقل نہیں کرسکتا۔ لیکن اس کے چند اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"تمہاری جان اور تمہارا مال دونوں دنیا کے آخر تک تمہارے مابین مقدس امور ہیں"

"اے لوگو! تمہاری بیویوں کے تمہارے اوپر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ تمہارے ان پر ہیں"

"اور اپنے غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو۔ اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو"

"اے لوگو! میری باتیں سنو اور غور کرو۔ یاد رکھو۔ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، تم سب برابر ہو"

اگر میرے پاس وقت ہوتا تو میں دکھاتا کہ ان ہدایات نے دنیا میں انقلاب عظیم برپا کردیا۔ لیکن میں اس جگہ صرف ایک خشک مزاج، غیر جذباتی اور سائنٹفک مورخ کا قول نقل کرنے پر اکتفا کروں گا جس نے اس خطبہ کی اہمیت کا اندازہ کرلیا ہے جو کہ آج بھی دنیائے اسلام کے تیس کروڑ نفوس کے لئے روزمرہ زندگی میں ان کا دستور العمل ہے۔ اور وہ بڑی حد تک اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ مسٹر ایچ جی ویلز لکھتا ہے "اس خطبہ کا پہلا فقرہ دنیا سے قتل و غارت اور خانہ جنگی کا خاتمہ کردیتا ہے۔ اور آخری جملہ ایک حبشی کو ایک سلطان کے برابر بنا دیتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے ان الفاظ نے دنیا میں منصفانہ برتاؤ کی رسم قائم کردی، اس خطبہ کے الفاظ میں فیاضی کی خوشبو آتی ہے اور اس کی تعلیمات انسانوں کی ضروریات کے مطابق بھی ہیں اور قابل عمل بھی۔ ان تعلیمات کی بدولت دنیا میں ایک ایسی سوسائٹی قائم ہوئی جو ظلم و تعدی کے عناصر سے پاک تھی، اور ایسی سوسائٹی دنیا میں قبل ازیں پیدا نہیں ہوئی تھی۔"

ناظرین کی خدمت میں اس قدر عرض کرنا شاید خلاف محل نہ ہو کہ یہ کسی مسلمان کے الفاظ نہیں بلکہ ایک متعصب عیسائی مورخ کے الفاظ ہیں۔

دُنیائے انسانیت کو اسلام کی امداد

(از محترمہ مس عظمت النساء کرمانی صاحبہ بی اے پیلی بھیت)

اسلام انسانیت کے نام، امن، سکون اور خوشی و مسرت کا پیغام ہے۔ جو لوگ اسلام کو ایک ایسا مذہب سمجھتے ہیں جو محض بندے اور خدا کے مابین تعلقات پر بحث کرتا ہے وہ اسلام کے وقار کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام نے مختلف اخلاقی، سماجی، اور تمدنی مسائل میں انسانیت کی اتنی بڑی امداد کی ہے کہ اسے دنیائے تاریخ میں زرین حروف سے لکھا گیا ہے۔ تیرہ سو سال ہوئے جبکہ دنیا انتہائی تاریکی اور ظلمت میں گرفتار تھی۔ ہر طرف پستی و ادبار کا دور دورہ تھا۔ بے شمار خداؤں کی پرستش ہوتی تھی۔ غریب اور امیر میں امتیاز نے، نسل انسانی کو بہت سے گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ انسانوں کی ایک بہت بڑی جماعت سے، جن میں عورتیں اور غلام شامل تھے، غیر جانداروں کا سا سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ اور ایسا کوئی اجتماعی نظام موجود نہ تھا جو انسانوں کو ایک عالمگیر برادری کے ارکان قرار دیتا۔ دنیا کے عرب کے مرکز میں اسلام کی مشعل روشن کی گئی۔ انسانیت بازو پھیلا کر اس کے استقبال کو بڑھی۔ اور بہت تھوڑی مدت میں اسلام کی نورانی کرنیں دُنیا کے چاروں اطراف میں پھیل گئیں۔ ان کی روشنی میں انسان کی اندرونی قوتیں چمکنے لگیں۔ اور دنیا نے تازہ دماغ اور تندرست جسم کے ساتھ اس چیز کے حصول کی کوشش کی جو اس کرۂ ارض پر پاک اور بلند و بالا تھی۔

اسلام نے انسان کو انتہائی پستیوں سے انتہائی بلندیوں تک اٹھانے کے لئے جو کچھ کیا اسے کسی طرح بھی حقیر نہیں کہا جا سکتا۔ اسلام نے انسان کی روزمرہ کی زندگی پر اپنا پورا اثر ڈالا۔ اور رائج الوقت نظام اور نقطہ ہائے نظر میں بہت سی تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ اس نے فوراً سماج کے تمام امتیازات کو مٹا دیا۔ اور ایک پیدائشی غلام کو ایک ہی صف میں بادشاہ کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ اسلام نے بہت سے اہم مسائل کے جو حل تجویز فرمائے ہیں وہ اس وقت تک بہت زیادہ مکمل سمجھے جاتے ہیں۔

امن و سکون کے علمبردار ہونے کی حیثیت سے اسلام نے سب سے بڑا جو کام کیا ہے اور جس کا ذکر اس کے ان احسانات کے سلسلہ میں جو اس نے انسانیت پر کئے ہیں سب سے پہلے ضروری ہے، وہ عورتوں کی آزادی ہے۔ عورت، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا کام، زندگی کی کشمکش سے تھکے ہوئے مرد کی رہنمائی، حوصلہ افزائی

اور مشاورت ہے۔ اس کے ساتھ مرد کی طرف سے بہت برا سلوک ہوتا تھا۔ یہ پاک اور نرم و نازک پھول کھلنے ہی زمین کے نیچے دبا دیا جاتا تھا۔ اور جہاں اسے اپنی بھینی بھینی خوشبو پھیلانے کا موقع ملتا، وہاں اس کے ساتھ انتقال پذیر جائداد کا سا سلوک کیا جاتا۔ اور اس کو ملکیت میں لانے کی خاطر طویل اور سخت لڑائیاں لڑی جاتیں۔ اسے سماج کا ناقابل استعمال عضو سمجھا جاتا۔ اور اس کے معیار کو بلند کرنے، اور اس کی غیر پیدا شدہ قوتوں کو نشوونما دینے کے لئے کسی قسم کی احتیاط نہیں کی جاتی تھی۔ اسلام نے اس کے سر پر دست شفقت رکھا۔ اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی۔ اس کا معیار زندگی بلند کر دیا گیا۔ اسے مرد کے ہم رتبہ قرار دیا گیا۔ اسے وراثت اور سماج میں آزادانہ مل برتنے کا حق دیا گیا۔ تعلیم اور ذہنی ترقی کو اس کے لئے ضروری قرار دے دیا گیا۔ اور ایک بہت مختصر مدت میں اسے سماج کے ایک ایسے عملی رکن کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ جو سیاسی، سماجی اور تمدنی رزمگاہوں میں اپنے اثر کا استعمال کر سکے۔

ازدواجی رشتوں کے سلسلہ میں اسے اپنی آزادانہ رائے کے استعمال کا وہی حق دیا گیا جو مرد کو حاصل تھا۔ درحقیقت اسلام نے اسے مرد کی نہ صرف روزانہ زندگی میں شریک کار بنا دیا، بلکہ ان مسائل میں بھی جو قوموں کی ترقی و عروج کا باعث ہوتے ہیں۔ اس وقت سے یہ چیز اچھی طرح ذہن نشین کر لی گئی ہے کہ انسانی ترقی صرف اسی طرح ممکن ہے۔ اسے مردوں نے پہاڑوں پر چڑھتے ہوئے اپنے ساتھ لیا۔ عورت کی ذمہ داریاں اب صرف گھر کی چاردیواری تک محدود نہیں رہیں۔ بلکہ یہ خاندان سے بڑھ کر قوم اور ساری دنیا تک وسیع ہوگئیں اسلام نے عورت کی عزت کرنے، اسے ممتاز کرنے، اور اس کے حوصلے بڑھانے کے لئے موثر ذرائع اختیار کئے

اسلام کا ایک بہت بڑا کارنامہ، جسے کچھ کم اہمیت حاصل نہیں یہ ہے کہ اس نے انسانی تاریخ میں سب سے پہلی دفعہ دنیا کو یکجہتی اور مساوات کا درس دیا۔ رنگ و نسل اور غربت و امارت کے تمام امتیازات مٹا دیئے اور تمام نسل انسانی ایک ہی برادری کی رکن بن گئی۔ تمام کو سماجی حقوق کے استعمال کا یکساں حق دیا گیا۔ اور تمام کو اپنے ساتھ والوں میں یکساں عزت و احترام کے قابل سمجھا گیا۔ قانون سے بڑے سے بڑے بادشاہ کے مستثنیٰ رہنے کا حق چھین لیا گیا۔ عدالتوں میں ذلیل سے ذلیل افراد کو بادشاہوں کے خلاف اپنی شکایات پیش کرنے کا اہل سمجھا گیا۔ بادشاہوں کو قانون کی نظر میں کوئی امتیاز حاصل نہ رہا۔ اور ان کے دعوے عام شہریوں کی طرح سنے گئے۔

غلام، جن کے ساتھ اسلام کی بعثت سے پہلے جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا تھا۔ انہیں قومی خزینوں

کی طرح چاہا جانے لگا۔ اور ان کے ساتھ اس قسم کی محبت و شفقت کا سلوک کیا گیا جو ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ کرتا ہے۔ ان میں اگر کسی قسم کا روحانی یا دنیاوی تفوق پایا گیا۔ تو اس کی نہایت قدر و منزلت کی گئی۔ غلاموں کو آزاد کرنا بہت زیادہ نیکی کا کام سمجھا جانے لگا۔

نماز میں امیر و غریب شانہ بشانہ کھڑے کر دیئے گئے۔ اور مسجد میں امیر کو غریب سے بہتر جگہ حاصل کرنے کا کوئی حق نہ رہا۔ اس وقت سے تمام انسان ایک حیثیت کے ہو گئے۔ دنیاوی حرص و ہوس کی خاطر انسان کو دھوکا اور فریب دینا، یا دوسرے شخص کی مناسب عزت نہ کرنا ممنوع قرار دے دیا گیا۔ عزت اور محبت اس کی ذات سے مخصوص کر دی گئی۔ جو سب انسانوں سے بالا، سب کی حاجتیں پوری کرنے والا رحیم و کریم خدا ہے۔ اس مساوات کے اصول کی بنا پر، انسانوں کے سامنے جھکنا یا سربسجود ہونا، ایک اخلاقی گناہ اور انسانیت کی توہین کا فعل سمجھا گیا۔ اور ہر قسم کی پرستش اور عجز و انکسار کا اظہار، رحیم و کریم خدا کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا۔

مال و دولت کی بجائے شرافت کا معیار انسان کی ذاتی خوبیاں قرار دی گئیں۔ صرف اس شخص کو قابل احترام اور معزز گردانا گیا جسکے اخلاق بہت پاکیزہ ہیں۔ جو متقی، پرہیزگار اور اپنے ہم جنس بھائیوں کی بھلائی کا خواہاں ہے۔ اسلام کے اقتصادی اور معاشی نظریہ نے بھی غریب اور امیر کے مابین خلیج کو تنگ کرنے میں بہت مدد دی۔ ہر شخص کو اپنی ذہنی اور جسمانی قوتوں کے بل بوتے پر دولت کے حصول اور اسے اپنی استعداد اور نتیجہ بخش سرگرمیوں کی مدد سے اپنی ملک میں لانے کا حق دیا گیا۔ مگر یہ اس پر واضح کر دیا گیا کہ عالی شان محلات میں رہائش اور اپنے اس غریب ہمسایہ کی طرف دست اعانت دراز کرنے کے بغیر جو بھوک کی وجہ سے دم توڑ رہا ہے، عمدہ سے عمدہ کھانے کھانا ایک نامعقول فعل ہے۔ اور عیش و آرام کی زندگی اختیار کرنے سے پہلے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جنکی مالی حالت اس سے خراب ہے انہیں کھانا کھلائے۔ انہیں کپڑے پہننے کو دے اور ان کی رہائش کا انتظام کرے۔

صاحب نصاب کی دولت میں تقریباً غریب کا تیسرا حصہ مقرر کیا گیا۔ اور جب تک زکوٰۃ نہایت سمجھداری اور ایمانداری کے ساتھ ادا کی جاتی رہی اس سے دولت کی مساوی تقسیم کے نظریہ کو بہت مدد ملی۔

سود، انسانیت کے لئے سب سے بری لعنت اور غریبوں اور ضرورتمند اشخاص کی جیبوں سے روپیہ حاصل کرنے کے سب سے بہیمانہ طریقہ کو قطعی طور پر ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اقتصادی مسائل کے

اس طریق پر عمل تجویز کرنے کی وجہ سے اسلام سرمایہ داری کا سب سے بڑا دشمن بن گیا۔ اور اس نے انسان کو مالیات تک میں مساوی اور ایک حیثیت کا بنانے کی انتہائی کوشش کی۔ یہ دنیا کے سامنے جمہوریت کا ایسا عمدہ عملی اور ترقی یافتہ نظام پیش کرتا ہے جو اس سے پہلے دُنیا میں کبھی رائج نہیں ہوا۔

اسلامی جمہوریت ۔ سیاسی اصلاحات کے سلسلہ میں اسلام جمہوریت کی جو موجودہ دُنیا میں حکومت کرنے کا بہترین طریقہ تسلیم کی جاتی ہے، حمایت کرتا ہے۔ اسلام کے پہلے چار خلفا جمہوریت کے نظریۂ نگرانِ قوم کی سب سے مکمل عملی صورت ہیں۔ خلافت کا بلند منصب پانے کے لئے نسبی حقوق کا قطعاً کوئی خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ اور انہیں اپنے زمانہ خلافت کے خاتمہ پر کوئی حق نہ تھا کہ وہ اس اہم اور مشکل منصب کے لئے اپنے کسی بیٹے کو منتخب کر دیں بادشاہ، خلیفہ، یا صدر جمہوریت قوم میں سے اس کی مرضی کے موافق چنا جاتا تھا۔ اور چونکہ حکومت عوام کی اپنی تھی وہی اس کے حکمران اور وہی اس کے محکوم تھے۔ صدر یا خلیفہ اپنی رائے سے فیصلے نہیں کرتا تھا۔ بلکہ چند اور یکساں طور پر قابل اور ممتاز حضرات سے مشورہ لیتا تھا جنھیں ہم موجودہ دُنیا کے رواج کی رو سے "کابینہ" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس پر دوہرا فرض عائد ہوتا تھا۔ حکومت کرنے اور خدمت کرنے کا۔ اس کام کے لئے بہت زیادہ بلند ذہنی قوتیں اور پاکیزہ اخلاق رکھنے والے شخص کی ضرورت تھی۔ اور اسے اپنی ذات کو قوم کی ترقی اور فلاح کے لئے وقف کرنا پڑتا تھا۔ اسے کوئی حق حاصل نہ تھا کہ وہ غریبوں سے روپیہ حاصل کر کے اپنے عیش و آرام کا سامان مہیا کرے۔ بیت المال سے صرف اس کو بقائے حیات کے لئے وظیفہ ملتا تھا۔ زندگی کی دوسری ضروریات کے لئے اس کا دارومدار ان غنائم پر تھا جو دشمنوں سے جنگ کے وقت مسلمانوں کو حاصل ہوتے تھے۔ یا وہ انہیں پورا کرنے کے لئے کوئی نجی کام کرتا تھا۔ اور اسے نہایت سادہ طریق پر حتیٰ کہ اپنی رعایا کے بعض افراد سے کم تر درجہ پر رہنا سہنا پڑتا تھا۔ اور وہ اپنے ماتحتوں سے کسی قسم کے غیر ضروری احترام کا خواہشمند نہیں ہوتا تھا کہ وہ سب اس کے مساوی سمجھے جاتے تھے۔

ایک ساتھ روحانی اور دنیاوی ترقی ۔ اسلام نے فنون لطیفہ، ادب اور سائنس میں ذہنی تحصیل و تکمیل پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ اس نے حکومت سے کبھی یہ فرمائش نہیں کی کہ وہ ان طریقوں سے حاصل شدہ دولت کا مطالبہ کرے۔ کیونکہ اس صورت میں انسان کی کسب کمال کی آرزو ختم ہو جاتی ہے۔ یہ چیز بھی انسان کی قوت سے باہر ہے کہ وہ علم اور محنت کا اختتام تصور کر لے۔ اور حصول مراد اور کامیابی کی توقع ہمیشہ سے محنت اور کوشش کرنے کی ترغیب دیتی رہی ہے۔

اسلام نے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی آرزو کی ہمت دلائی ہے۔ علم کا حصول ہر مسلمان کا پیدائشی حق ہے۔ یہ اسے ضرور حاصل کرے گا۔ خواہ یہ اسے کہیں سے بھی ملے۔ اسلام نے پہلے مسلمانوں کو یونانی، رومی، ایرانی علوم کے پیچھے ہوئے دیئے کو از سر نو روشن کرنے کی ترغیب دی۔ اور ان لوگوں نے اپنی قابل قدر امداد سے اس وقت کی پسماندہ مغربی اقوام کی رہنمائی کی۔ اور اس کے ترقی کرنے کے آٹھ نئے دستور وضوابط دنیا کے سامنے پیش کئے۔ جن کی مدد سے مشرقی ممالک یورپ سے بہت پہلے تہذیب وتمدن کے عروج وکمال تک پہنچ گئے۔

اسلام نے دنیا کے سامنے اپنی مخصوص تہذیب پیش کی۔ بغداد، مصر، سپین اور ترکی، اس کے اہم مراکز تھے، جہاں سے، یہ اسلام کی روشنی کے ساتھ ساتھ دنیا کے تمام گوشوں تک پہنچی، یہ حقیقت ان موجودہ مورخین کے متعصبانہ کذب وافترا کی تردید کرتی ہے۔ جو اس چیز کے اعتراف سے انکار کرتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسی ایک تہذیب زندہ رہ سکتی ہے جسے قطعی طور پر اسلامی کہا جا سکے۔ چونکہ اسلام عالمگیر مذہب ہے اور مسلمان اصل میں مختلف نسلوں اور ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں بلاشبہ ان کے قدیم رسوم ورواج کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ مگر ان سب کو دوسرے خط وخال میں نہایت آسانی کے ساتھ یکجا کیا جا سکتا ہے۔ دنیا جو اپنے تہذیب وتمدن کی عمدگی پر خوش ہے۔ اور انسانیت کی بہت بڑی ممد ومعاون ہونے کی مدعی ہے۔ اس نے اسلامی نظریوں سے سب سے پہلے فائدہ حاصل کیا۔ مغربی فضلا، اسلام کے اچھے دنوں میں مصر، سپین، اور بغداد کی اسلامی درسگاہوں میں تحصیل علم کی خاطر گئے اور وہاں سے علم کے مختلف شعبوں میں کمال پیدا کرکے واپس لوٹے۔ لندن اور پیرس کی دنیا میں سب سے بڑی لائبریریاں ان کتابوں کے بوجھ سے دبی پڑی ہیں جو مسلمان علماء اور فضلاء نے سائنس کے مختلف فنون میں تصنیف کیں۔ اسلام کے ابتدائی دنوں میں بہت سی مختلف سائنسوں سے تعارف کرایا گیا۔ اور انہیں از سر نو ترتیب دی گئی۔ نئے انکشافات کئے گئے۔ اور بہت سی بربریت اور ظلم کی عادی قوموں کو بلند کیا گیا۔ اور ان کو ترقی کی راہ پر ڈالا گیا۔

اسلام نے انسانی قلوب کے لطیف اور بہتر مذاق کی تربیت کے لئے ادب اور فنون لطیفہ کی بھی ہمت افزائی فرمائی۔ کیونکہ یہ روح کی ترقی اور بلند مقاصد کے حصول کی آرزوؤں کو ابھارنے کے لئے بہت ضروری تھے۔ ایک مسلمان کے دل میں خوبصورت قدرتی مناظر بہتے ہوئے آبشاروں کے میٹھے ترنم اور چشموں کے قوس قزح کے رنگوں کی محبت کو ہمیشہ اہمیت حاصل رہی۔ اور یہ اسلامی فن تعمیر کا ایک لازمی جزو قرار پائی۔ جو کسی طرح بھی کسی دوسری قوم کے فن تعمیر سے کم حیثیت نہیں۔ الحمرہ کا عمدہ محل، اور ابدی تاج محل

اسلامی صنعت اور اعلیٰ درجہ کے اسلامی تعمیری مذاق کو ہمیشہ خراج تحسین ادا کرتے رہیں گے مسلمانوں نے بلاشبہ ہر اس چیز میں جسے انہوں نے ہاتھ لگایا، کمال حاصل کیا۔

نسل انسانی ان اصولوں کے تعارف کی بنا پر جو اس کی ترقی کے لئے بہت ضروری تھے اسلام کے احسان تلے بہت زیادہ دبی ہوئی ہے۔ اسلام کی بعثت سے پہلے ظلمت و تاریکی کے دور ماضی میں انسان انتہا درجہ کا انفرادیت پسند تھا۔ اور خود کو یکہ و تنہا اور خود مختار سمجھتا تھا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے مذہبی اتحاد اور خیال میں یکسانیت کی طرف انسان کی رہنمائی کی۔ اور اسے اتحاد اور امن و مسرت کی زندگی کے حصول کے لئے ایک عالمگیر برادری کے رکن کی حیثیت میں یکجا کر دیا۔

انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام نے اتنی بڑی امداد و اعانت کی کہ آج اس کے بڑے سے بڑے دشمن بھی اس چیز کے اعتراف پر مجبور ہیں کہ یہ نہ صرف ایک مکمل مذہب ہے بلکہ بہترین سماجی اور اخلاقی دستور العمل بھی ہے۔ اور یہ کہ یہ اس کی پیہم اور سرگرم کوششوں کا صلہ ہے کہ انسانیت انتہائی ترقی و عروج کے منازل تک پہنچ چکی ہے۔

آخر میں، میں یہ اعلان کرنے میں کسی قسم کا تامل نہیں کروں گی کہ اسلام کا وقار اور اس کے اصول اسی طرح ناقابل ترمیم و تنقیص رہیں گے جیسے کہ اب ہیں۔ خواہ آج کل کے چند نام کے مسلمان، بدکاری، شراب خوری اور جوے بازی سے دنیا کے سامنے بری مثال پیش کریں۔ اسلامی اصول تمام دنیا کے عیسائیوں نے نہایت ہوشیاری سے اپنا لئے ہیں۔ عورتوں کے حقوق وراثت اور انسانی نسل کی مساوات کے سلسلہ میں ہماری ہمسایہ اقوام کے مصلح اسلام کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ گو وہ اس کے اعتراف کیلئے تیار نہیں ہیں۔ میں ان لوگوں کو بہت زور سے مشورہ دوں گی کہ یہ اس قسم کے مکمل نظام حیات سے علی الاعلان زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ جس درجہ اسلام سے قریب آئیں گے اتنی ہی زیادہ بہتر رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔ اگر یہ لوگ اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی ہٹالیں اور قرآن حکیم کے صفحات کی طرف، اپنی بیماریوں کے علاج اور مسائل کے حل کے لئے متوجہ ہوں تو میں انہیں اپنی پوری قوت کے ساتھ یقین دلاتی ہوں کہ ان کی تمام مشکلات حل ہو جائیں گی، ترقی کا راستہ آسان ہو جائے گا۔ اور یہ آنکھ کی ایک ہی جھپک میں سو راج حاصل کر لیں گے۔

اسلامی تہذیب و تمدّن کا عہد زرّیں

خلافتِ عباسیہ میں علوم و فنون کی تربیت

تہذیب حاضرہ کا خمیر مایہ

مسٹر کے۔ ایم۔ سراج الحق ایم اے۔ چلماری

خاندان عباسیہ کا ابتدائی دور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے امتیازی شان رکھتا ہے۔ راسخ العقیدہ خلفائے بنو امیہ نے اپنا بیشتر وقت غیر ممالک کی تسخیر اور خانہ جنگیوں کے سدباب میں صرف کیا۔ علوم و فنون کی تربیت اُن کی آغوش میں نہ ہو سکی۔

خلفائے عباسیہ نے جدید فتوحات کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ سیاسی استحکام، علم و ادب کی تربیت اور تہذیب و تمدن کی ترقی کی جانب توجہ مبذول کی۔ ایک ممتاز فرانسیسی فاضل مورخ رقمطراز ہے۔ " خاندان عباسیہ کا ابتدائی دور مشرقی ساسانیوں کی انتہائی شان و شوکت کا زمانہ تھا۔ فتوحات کا زمانہ گزر چکا تھا۔ تہذیب کے دور کا آغاز تھا۔ عباسی خلیفہ منصور اور اس کے جلیل القدر جانشینوں نے قوم کی فلاح و بہبود کی جانب خاص توجہ منعطف کی۔ نئے شہر تعمیر کرائے۔ سڑکیں بنوائیں۔ کارواں سراؤں، نہروں، چشموں اور تعلیمی اداروں کی تعمیر میں حصہ لیا۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے علوم و فنون اور تجارت کو بھی فروغ دیا۔ امن و امان قائم کیا۔ خلیفہ منصور نے "بیت الحکمت" تعمیر کرایا۔ یعنی ایسا محکمہ قائم کیا جس کا کام یونانی، شامی، ایرانی علم و فن اور سنسکرت کی کتب سے ترجمہ کرنا تھا۔ خلیفہ منصور ایک فاضل ادیب اور ریاضی داں تھا۔ اس کے حکم سے ابن المقفع نے ہت اپدیش (ہندی داستان)، تاریخ سلاطین ایران۔ ارسطو۔ بطلیموس اور اقلیدس کی تصانیف کا سنسکرت۔ فارسی اور یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا۔ خلیفہ مامون رشید نے اس محکمہ کو اور ترقی دی اور عملہ میں بھی اضافہ کیا۔ متعدد فضلاء مثلاً العصمت نحوی، امام شافعیؒ فاضل آلہیات۔ ابو العطا شاعر۔ سفیانؒ بن ثوری معتزلہ فاضل۔ ابراہیم موصلیؒ موسیقی داں۔ جبرئیل طبیب وغیرہم اس کے دور خلافت میں مرجع عوام بنے ہوئے تھے۔

تاریخ اسلام میں خلیفہ مامون رشید کا دور خلافت نہایت نمایاں دور ہے۔ اور اس کو بجا طور پر اسلام کا عہد زریں کہا جا سکتا ہے۔ اس کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کی ذہنی ارتقاء عروج کمال پر تھی۔ ہر صنف اور شعبہ

میں ترقی ہوئی۔ اس کے عہد میں "بیت الحکمت" کو کافی سے زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ کسی خاص علمی یا ادبی شاخ تک ہی ترقی محدود نہ تھی۔ ہر فن کو درجۂ کمال تک پہنچایا گیا۔ فلسفہ، علم کلام، اور فلسفۂ معتزلہ میں بھی علوم متعارفہ کی طرح دسترس حاصل کیا گیا۔ اس کے دور میں اعتزال کو بالخصوص زیادہ ترقی ہوئی۔ ریاضی، علم نجوم، علم طب، علم کیمیا وغیرہ کے ماہرین کامل اس دور میں موجود تھے۔ عہد ماموں رشید کی علمی ترقیات ورثاً سراسانی ہسپانیہ اور مسیحی قسطنطنیہ کو نصیب ہوئیں۔ شدہ شدہ موجودہ یورپ ان سے بہرہ اندوز ہوا۔ تمام اطراف واکناف میں مدارس اور دارالعلوم تعمیر کیے گئے اور ان کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا گیا۔ اس زمانہ میں پہلی رسدگاہ شمسیہ میں بمقام تدمور قائم ہوئی بعد ازاں واسط اور اپامیہ وغیرہ میں رسدگاہیں وجود میں آئیں۔ مغل شہنشاہ اکبر اعظم کی طرح، خلیفہ ماموں رشید نے بھی ہر مذہب وملت کے پیرؤوں سے رواداری کا سلوک کیا۔ اس کے دورِ خلافت میں یہود و نصاریٰ صابی، آتش پرست اور پارسی آزادانہ طور پر عبادت گاہوں میں پرستش کر سکتے تھے۔ کوئی روک تھام نہ تھی بلکہ ان مذاہب کے پیرؤوں نے اس دور میں متداولہ علوم وفنون سے استفادہ کیا۔ انہوں نے اہم معاہدات حکومت کے مسودے تیار کیے۔ متمدن دنیا کے ہر گوشہ سے اس کے دربار میں علماء وفضلاء آتے تھے۔ اور علم وفضل کا عام فیض جاری تھا۔ خلیفہ ماموں رشید نے قسطنطنیہ کے رومی شہنشاہ لیو کے پاس وفد روانہ کیا۔ وفد کی روانگی کا مقصد یہ تھا۔ کہ قدیم یونانی فلسفہ کی جو علمی کتب موجود ہیں وہ فراہم کی جائیں اور عربی زبان میں ان کا ترجمہ کیا جائے۔ اس نے مدرسہ اسکندریہ اور جندیشاپور، شام وحران کے کتب خانوں سے بغرض تراجم کتب کا ایک کافی ذخیرہ جمع کیا۔ فاضل اور باہمت خلیفہ نے فارسی اور سنسکرت کی علمی کتب بھی مہیا کیں۔ جب کتب جمع ہو گئیں تو خلیفہ نے ترجمہ کا کام ماہرین فن کے سپرد کیا۔ یونانی۔ شامی۔ چلدائی کتب کا ترجمہ قطا بن لیاقہ کی نگرانی میں کیا گیا فارسی کتب کا ترجمہ یحییٰ بن حریم کے زیر انتظام ہوا۔ کتب سنسکرت کا ترجمہ دوبان برہمن کی ماتحتی میں تکمیل پذیر ہوا۔ زیادہ زور اس بات پر دیا جاتا تھا کہ مترجمین ہر فن میں مہارت تامہ رکھتے ہوں۔ تحقیق وتدقیق کا مادہ بھی ان کے اندر موجود ہو۔ ان علمی خدمات کے صلہ میں ان ماہرین فن کو گرانقدر رقوم معاوضہ سے نوازا جاتا تھا۔ ہر منگل کا دن عالمانہ فلسفیانہ اور ادیبانہ مباحث کے لئے وقف تھا۔ خلیفہ ماموں رشید کے ان بنا کردہ علمی اداروں میں علماء اور فضلاء کا جمگھٹا رہتا تھا۔

خلفائے عباسیہ معتصم باللہ اور واثق باللہ جو ماموں کے بعد یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے دونوں متعلق تھے۔ اس کے نقش قدم پر چلے۔ بغداد کے بو احیدی، خراسان اور ماوراءالنہر کے سامانی، مصر کے فاطمی، ہسپانیہ

کے اموی (بنو امیہ) اور الموحدی۔ اور حلب کے ہمدانی خاندانوں میں علوم و فنون کا احیاء ہوا۔ خاندان عباسیہ کے عہد زوال میں بھی ہم "اخوان الصفا" کے نام سے متعارف ہوتے ہیں۔ جنھوں نے اپنے نتیجہ محنت و فکر سے متاخرین کے لئے رسالوں کی شکل میں ایک علمی ذخیرہ بطور یادگار چھوڑا۔ یہ رسائل ہر مضمون پر مشتمل ہیں مثلاً ریاضی حیاتیات۔ طبیعات۔ حیوانیات۔ نباتات۔ منطق۔ صرف و نحو۔ مابعد الطبیعات۔ اخلاقیات اور الٰہیات۔ انہوں نے علوم متداولہ یعنے فلسفہ وغیرہ کی ایک قاموس تیار کی۔

حسب ذیل چند سطور میں ہم یہ بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مسلمانوں نے کیا کیا ذہنی ترقیاں کیں۔ اس مختصر مضمون میں ان کی تجارتی اور صنعتی ترقی کے علاوہ بعض خاص اصناف علم کا مذکور آئے گا۔

تجارت اور اکتشافات

عربوں نے بحری قطب نما ایجاد کیا اور طلب علم کی خاطر تمام اطراف عالم کی سیاحت کی۔ انہوں نے افریقہ میں مجمع الجزائر ہند کے جنوب تک نو آبادیات قائم کیں۔ جزائر ملایا اور سواحل ہند تک بڑھتے چلے گئے۔ مسلمان چین کے دشوار گزار ملک میں بھی داخل ہوئے۔ عربوں کی تجارتی جد و جہد محض سمندر تک ہی محدود نہ تھی۔ اگر ان کا ایک کارواں شمالی افریقہ کی وسعتوں پر پھیلا ہوتا تھا تو دوسرا جنوبی افریقہ کے قلبی صحرا پر چھا جاتا تھا۔ بحیرۂ روم کو عبور کر کے عرب ہسپانیہ۔ اطالیہ۔ فرانس بھی تجارت کی غرض سے پہنچے۔ یہ تجار عرب وسطی ایشیا اور ہندوستان سے ہوتے ہوئے خلیج فارس کے سواحل تک پہنچے۔ اور پھر بغداد سے گزرتے ہوئے بحر خضر کو عبور کرتے ہوئے شمالی ممالک میں داخل ہوئے۔

یہی وجہ ہے کہ روس اور سویڈن میں آج تک عباسی سکے پائے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اول عباسی اور سر اسانیوں میں اختلاط رہا ہے۔ عربوں نے Azores کا مقام دریافت کیا ہے۔ متعدد مورخین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ کولمبس سے کہیں قبل مسلمان امریکہ پہنچ چکے تھے۔

عباسی خلفاء نے ہر قسم کی صنعت و حرفت کو فروغ دیا۔ بصرہ کے صابن اور شیشے کے کارخانے تمام متمدن اور مہذب دنیا میں مشہور و معروف تھے۔ معتصم باللہ نے بغداد، سامرا اور دیگر شہروں میں نئے نئے کارخانے کھولے۔ اس نے مختلف مقامات میں کاغذ کے کارخانے قائم کئے۔ ایران کے بڑے بڑے شہروں میں زردوزی اور سلمہ ستارہ کا کام ہوتا تھا۔ ریشم۔ ساٹن۔ قالین۔ دریاں۔ اعلیٰ پیمانہ پر تیار کیجاتی تھیں۔ اور ان پر منقش کام بھی کیا جاتا تھا۔ کوفہ ریشم اور دیگر نیم ریشمی پارچہ جات کے لئے کافی شہرت رکھتا تھا۔ خوزستان میں مضبوط بناوٹ کے پارچہ جات

تیار ہوتے تھے۔ تستر میں زربفت کا کام۔ کورکب کی عمدہ دریاں۔ سوس کا ریشم اور ساٹن دنیا میں ہر جگہ مقبول تھا اور ان کی کافی مانگ تھی۔ خراسان کے متمول شہروں میں زربفت کا کام دریاں۔ قالین۔ پردے۔ تکیوں اور گدوں کے غلاف اور ہر قسم کے اونی کپڑے بکثرت تیار ہوتے تھے۔ قصہ مختصر سلطنت کا ہر شہر خاص اہمیت اور خصوصیت رکھتا تھا۔ اہواز اور فارس میں شکروگنا کے کارخانے تھے۔ جندیشاپور میں ایک صنعتی دارالعلوم تھا جس میں صنعت وحرفت کی تعلیم دیجاتی تھی۔

ریاضی

اقلیدس سے ریاضی کے مبادیات ریاضی حاصل کئے۔ ہندیوں سے اعشاریہ کا طریق سیکھا۔ نویں صدی میں عربوں نے کافی فروغ حاصل کیا۔ علامت صفر کے کثرت استعمال سے انہیں علم ہندسہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ عربوں نے اپنے مخصوص اعداد وشمار کے ذریعہ حساب کے ابتدائی طریقے مقرر کئے۔ انہوں نے مربع مثلث اور نسبت وتناسب کے قاعدے وضع کئے۔ جبرومقابلہ کو جیومیٹری (علم الاشکال) کے اجزاء سے تقویت دی۔ ۲۱ شہ قبل مسیح۔ ابوعبداللہ الخوارزمی نے جبرومقابلہ پر ایک مبسوط کتاب لکھی۔ بعد ازاں مغربی فضلاء نے لاطینی زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ اور سولہویں صدی عیسوی تک اس سے استفادہ کیا۔ علم الاشکال سے عربوں کو کیا فائدہ حاصل ہوا۔ یہ بات ان کی علمی تصانیف سے ہی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ بلکہ عربوں کے فن نقاشی سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے۔ یورپ میں اس فن نقاشی کو "Arabesque" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

علم مثلث

علم مثلث میں Sine - Cosine - Secant - Tangent کے نظریات مسلمانوں کی ایجاد ہیں پیوربیک۔ ریجیومانٹینس اور کوپرنیکس کا شاندار زمانہ جب ہماری آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو ہم عرب ریاضی دانوں کی بنیادی اور ابتدائی کدوکاوش کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ عرب ہمیشہ نظریات کو عملی لباس پہنانے کے عادی تھے۔ اس کا نتیجہ بعد میں یہ ہوا کہ پہاڑوں کی بلندی کا اندازہ یا وادیوں کی چوڑائی کا تخمینہ یا ایک ہموار سطح پر واقع دو چیزوں کے درمیانی فاصلہ کا اندازہ جو عربوں نے کیا تھا صحیح نکلا۔ اسی وجہ سے انجن یا پانی کی نالیاں یا ایسی ہی اور چیزیں جو بنائی گئیں ان میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ یونانیوں سے تعیین وزن کا جو طریقہ سیکھا تھا اس میں اور نئی نئی باتیں شامل کرکے اس کو زیادہ کارآمد بنایا۔ اطالوی جہازرانوں نے عربوں سے قطب نما کا استعمال سیکھا۔ جس کے بغیر پندرھویں صدی کے بحری سفر ناممکنات سے تھے۔

(باقی آئندہ)

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن — اس مشن کے فقط دو ہی ماہوار رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات — (۱) مشن کی اکیس۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی مستشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ غربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جد و جہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آوار کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اولیں نصب العین ہونا چاہئیے۔

) ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ [illegible] تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہوسکتی ہے

(۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کردیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارخیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲؍ ہے (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیرمسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳؍ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴؍ ہے (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیرمسلمین میں اسے مفت تقسیم کراکر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیرمسلموں اور غیرمسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جاسکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہوجاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زرکثیر صرف ہوتا ہے جسمیں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کرکے غیرمسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کارخیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہوسکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بجنیٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے باحسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کررہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بےنیاز ہوکر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارخیر کیلئے فراہم نہ کرسکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز او ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہوکر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہرسہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں۔ (۵) چیکوں پہ تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہرماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کردی جاتی ہے (۷) ہرماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کردیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام"۔ لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندستان) فرمائیں

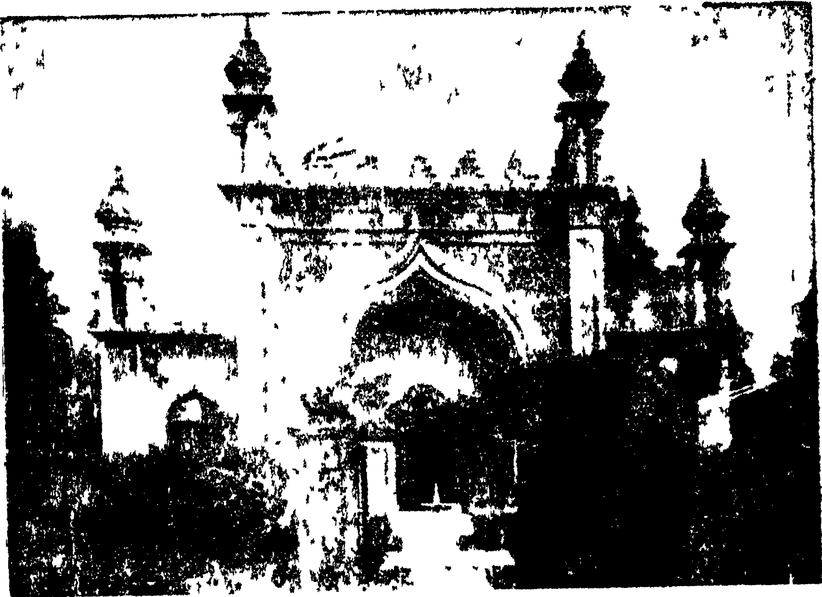
December 1938 Regd L. No 908

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹرایٹ لاء لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ قیمت پانچ روپے (ﷺ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　**اللہ اکبر**　　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

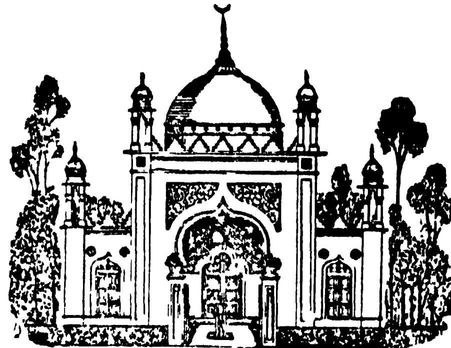
ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

هُوَ الَّذِيْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے

لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان



مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کا نام **ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ**" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین۔ مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں۔ مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے



MR. BARKAT-UL-ALLAH BARTON, B.A., F.R.S.A., F.S.S., F.R., ECONS.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ۱/۲ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۴	بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۸ء مطابق شوال المکرم ۱۳۵۷ھ	نمبر ۱۲

نورانی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبد الغنی پرنٹر و پبلشر چھپ کر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۸ء

شذرات

رسالہ ہذا کو جناب سی ایم برٹن صاحب کی تصویر سے زینت دی جاتی ہے۔ آپ لندن یونیورسٹی کے گریجویٹ اور فن تعمیر کے ماہر ہیں۔ چند ماہ ہوئے کہ مسجد ووکنگ میں تبدیلی مذہب کا اعلان فرما کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کا اسلامی نام برکت اللہ رکھا گیا۔ اللہ تعالےٰ کا شکر و احسان ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی تحریک دن بدن عالمگیر ہو رہی ہے۔ دور دراز ممالک کے لوگ اسلام کی آواز پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ اللھم زد فزد۔

مسجد ووکنگ کے اخبار و کوائف

مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمےٰ کی طرف سے ۱۸ اکلسٹن سکوائر میں ایک دعوت دی گئی۔ میزبان مسٹر اسمٰعیل ڈی یارک تھے۔ یہ دعوت ڈاکٹر محمود ریاض زادہ سکرٹری سعودی شاہی وفد کے اعزاز میں دی گئی۔

ڈاکٹر زادہ نے ایک مختصر تقریر بھی کی جس میں آپ نے دو دوسرے معزز مہمانوں، راجہ اور رانی نانپارہ (یوپی)، اور شیخ المراغی برادر شیخ الازہر (مصر) کی خدمات کو سراہا۔ خصوصیت سے مقرر نے شیخ المراغی کی اس شاندار خدمت کی بہت زیادہ تعریف کی جو شیخ موصوف نے شاہ فاروق کی

تاجپوشی کے موقعہ پر اسے آزادانہ خطاب کرتے ہوئے انجام دی، اور شاہ فاروق سے کہا کہ مصر اسلامی ملک ہے لیکن اس میں شراب خوری، زنا، جوا بازی، اور اسی قسم کے دوسرے جرائم آزادانہ کئے جا رہے ہیں۔ مقرر نے شاہ موصوف کی توجہ اس بات کی طرف منعطف کرائی کہ اُن پر اسلامی نظام کو عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور اسلامی نظام اس قسم کے جرائم کا روادار نہیں ہے۔

ڈاکٹر زادہ نے اپنی تقریر میں خواجہ کمال الدین مرحوم بانی ووکنگ مسلم مشن کے اس احسان کا بھی اعتراف کیا جو مرحوم نے انہیں پیدائشی مسلمان ہونے پر عقیدتاً مسلمان بنا کر اُن پر کیا۔ مقرر نے علامہ عبداللہ یوسف علی مترجم قرآن (انگریزی) کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ علامہ صاحب زمانہ کے ممتاز علما میں سے ایک ہیں۔ اور اپنے علم و فضل کی بنا پر قابل قدر ہیں۔

ڈاکٹر زادہ کی تقریر کے بعد میزبان نے مولنٰا آفتاب الدین احمد امام مسجد ووکنگ سے تقریر کی درخواست کی۔

مولانا آفتاب الدین احمد کی تقریر کا موضوع یہ تھا کہ "فاتحہ اور عیسائی دعا میں کیا فرق ہے؟" مولانا نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ گو موجودہ عیسائی روایات کی صحت میں کافی اختلاف ہے۔ لیکن اس چیز سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان میں آقا کے بلا واسطہ خطابات نسبتاً زیادہ قابل اعتماد ہیں۔ کیونکہ مصاحبین کی اکثریہ ذہنیت رہی ہے کہ وہ آقا کے اصلی الفاظ کو یاد رکھیں اور انہیں دوسری نسل تک پہنچا دیں۔

پھر جب آقا کے بہت سے متبعین ایک ساتھ مل کر دعا کریں تو ان کی اکثریت طبعی طور پر ان اجتماعی دعاؤں کے اصولوں کو اختیار کرے گی جو آقا نے انہیں سکھائیں۔ اور اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا کہ ان کا بہت کچھ حصہ یاد رہ گیا۔ لہذا یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ یہ موجودہ دعا وہی ہے جو مسیح نے اپنے مصاحبین کو سکھائی۔

پھر یہ بھی ہونا ضروری ہے کہ بنیادی دعا خدا کی طرف سے اتاری گئی ہو اور اس میں مذہب کی پوری روح جھلکتی ہو اور اس سے انسان کا خدا کے متعلق علم اور خود اپنی حیثیت کا احساس بھی ظاہر ہوتا ہو۔

اس لئے اسلامی فاتحہ اور عیسائی دعا کی قسم کی بنیادی دعاؤں کی مشترکہ خصوصیات یہ ہونی چاہئیں (۱) اللہ کی عظمت (۲) ذمہ داری کا احساس، مجبوری اور محتاجی کا جذبہ اور مخالف قوتوں کا احساس۔

اس کے بعد امام صاحب نے ان دونوں دعاؤں میں جو خیال یکساں طور پر کارفرما ہے، اس کی وضاحت کی۔ اسکے بعد آپ نے مزید وضاحت کیلئے فرمایا کہ عیسائی دعا کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اے ہمارے آسمانوں پر رہنے والے خدا! تیرا نام بڑا ہے۔ ہمیشہ تیرے لئے ہی بادشاہت ہے اور تیرے لئے ہی قوت اور عظمت ہے۔"

اور فاتحہ کے الفاظ ہیں:۔

الحمد للہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم ملٰک یوم الدین

یہ دونوں اللہ کی عظمت کو واضح کرتے ہیں۔

پھر:۔

"تیری بادشاہت زمین پر اسی طرح ہوگی جس طرح آسمانوں پر ہے۔"

فاتحہ کے الفاظ ہیں:۔

"ایاك نعبد و ایاك نستعین۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔"

یہ الفاظ ذمہ داری کا احساس پیدا کرتے ہیں۔

عیسائی دعا کے الفاظ ہیں:۔

"ہمیں آج کی خوراک دے، ہمیں ہمارے قرضے اسی طرح معاف کر دے جسطرح ہم اپنے قرضداروں کو معاف کرتے ہیں۔"

فاتحہ کے الفاظ ہیں:۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا۔

یہ الفاظ مخالفانہ قوتوں کا احساس پیدا کرتے ہیں۔

پھر عیسائی دعا کے الفاظ ہیں :-

" ہمیں آزمائش میں نہ ڈال، ہمیں برائی سے بچا "

فاتحہ کے الفاظ ہیں :-

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ط ان لوگوں کی راہ نہیں جن پر تو نے اپنا غضب کیا، اور نہ ہی ان کی راہ جو گمراہ ہیں "

اس کے بعد امام صاحب نے عیسائی دعا کی مزید وضاحت کی۔ اور کہا کہ سب سے پہلے دعا میں " ہمارے خدا " کے الفاظ ہیں " میرے خدا " کے نہیں ہیں۔ اور یہ الفاظ مسیح ؑ نے اس طرح استعمال کئے ہیں جس طرح ان جملوں میں جن میں یہ کہا ہے کہ " میں اور میرا باپ ایک ہیں " پوری دعا میں لفظ " تو " مفرد استعمال کیا ہے، جمع نہیں " تیری بادشاہت " " تیرا نام " " تیری مرضی " ان میں تثلیث کا کوئی شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ اس کے بعد یہ الفاظ کہ " تیری حکومت دنیا پر ہوگی " اس بات کا ثبوت ہیں کہ مادی اور جسمانی قوتیں روحانی قوتوں میں تبدیل ہونی چاہئیں۔ نہ یہ کہ عیسائی عقیدہ کی طرح کہ روحانی مسائل مادی مسائل کے حدود سے باہر ہیں۔

اس کے بعد " ہمارے قرضوں کو اسی طرح معاف کردے جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو معاف کرتے ہیں " اس سے کفارہ کے نظریہ کی تکذیب ہوتی ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص کو ہمارے پانچ پونڈ دینے ہیں تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم اس قرضہ کو اس شرط پر معاف کرتے ہیں کہ اس شخص کا بھائی ہمیں اتنے روپے دے دے۔ قرض کو معاف کرتے وقت ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اسے غیر مشروط طریق پر معاف کریں۔ ورنہ دوسری صورت میں قرض کی معافی کیسے ہوئی ؟ "

اس دعا کے آخری الفاظ کہ ہمیں آزمائش میں نہ ڈال اور گناہوں سے بچا " سے ظاہر ہوتا ہے کہ نجات سے مراد گناہوں سے بچنا ہے نہ کہ وہ دماغی تسکین جو انسان کے دماغ میں یوں ہی پیدا ہوتی ہے۔

اس کے بعد امام صاحب نے ان دونوں دعاؤں کا مقابلہ کرتے ہوئے سب سے پہلے

یہ بات واضح کی کہ عیسائی دعا میں ، ہمارے باپ کے الفاظ نے عیسائی تصور خدا کو ایک قسم کی پدریت میں محدود کر دیا ہے۔ اور جونہی ہم یہ الفاظ پڑھتے ہیں تو ہمارے خیال میں ارضی باپ کی تمام ترکمزوریاں اور خامیاں بھی آجاتی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں فاتحہ کا لفظ رب اس سے کہیں زیادہ فصیح و بلیغ اور جامع و مانع ہے۔ رب کے معنٰی نہ صرف خالق بلکہ رازق کے بھی ہیں اور رب اسے کہتے ہیں جو انسان کی ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اور پھر باپ کو تو اپنے بیٹوں پر پورا تسلط نہیں ہوتا۔ لیکن رب کو اپنی مخلوق پر پوری قدرت ہے۔ پھر یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ کوئی باپ بُرا ہو اور کوئی اچھا۔ غریب ہو یا امیر اب باپ جیسا کچھ بھی ہوگا وہ اپنے بیٹے کی ضروریات کو ویسے ہی پورا کرے گا۔ یہ تمام نقائص لفظ رب میں موجود نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ دیکھئے کہ "جو آسمانوں میں ہے" کے الفاظ سے ہر شخص کو یہی خیال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کوئی جدا چیز ہے۔ اور ہم سے غیر محدود فاصلہ پر ہے۔ اس کے مقابلہ میں قرآن حکیم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان سے اس کی شاہرگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے" فاتحہ کے الفاظ رب العلمین ہمیں اللہ سے بہت قریب کر دیتے ہیں۔ تیسری چیز، عیسائی دعا کے الفاظ " تیری حکومت زمین پر بھی ہے جیسا کہ آسمانوں پر ہے" مبہم اور غیر واضح ہیں۔ پھر تیرے حکومت آئے گی" سے یہ خواہش ظاہر ہوتی ہے کہ ہم اللہ کی حکومت کے طالب ہیں۔ مگر ہم کر کچھ نہیں سکتے۔ اس کے مقابلہ میں فاتحہ کے الفاظ کتنے واضح ہیں ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ تیری ہی عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں" سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد چوتھی چیز اھدنا الصراط المستقیم۔ ہمیں سیدھی راہ دکھا" یہ ایک دن کی روٹی مانگنے سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض بہت اونچے درجے کے پادری " روٹی" سے مراد روحانی روٹی لیتے ہیں۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ ایک عام عیسائی جب بھی یہ دعا مانگے گا کہ ہمیں دن کی روٹی دے تو اس کا ذہن مادی روٹی کی طرف ہی منتقل ہوگا۔

آخری چیز، گناہوں کی معافی ، یا آزمائش سے بچنے کی دعا روحانی سفر کی ابتدا ہے۔ منزل مقصود کو پالینا نہیں ہے۔ یہ کوئی خاص چیز نہیں ہے کہ آدمی چوری کرنا چھوڑ دے۔

اصل چیز تو یہ ہے کہ آدمی خیرات کرنا بھی جان لے۔ اور یہ بھی کوئی خوبی نہیں کہ انسان آزمائش ہی میں نہ پڑے۔ خوبی تو یہ ہے کہ انسان دنیا کی جنسی استعداد میں کچھ اضافہ کرے اسلامی دعا "ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تونے اپنا انعام کیا" کے دوسرے معنٰے یہ ہیں کہ ہمیں پیغمبروں کی طرح بنا۔ اور ان لوگوں میں کر جنھوں نے انسانیت کی خدمت کی۔ یہاں عیسائی دعا جہاں صرف سلبی ہے مگر اسلامی دعا ایجابی ہے۔

امام صاحب کی تقریر کے بعد بہت سے لوگوں نے ان سے مختلف سوالات کئے۔ امام صاحب نے ان تمام سوالات کے تسلی بخش جواب دیئے۔ ایک جواب خاص طور پر دلچسپ تھا۔ اس جواب میں امام صاحب نے انسان اور خدا کے مابین رشتہ کے اس نظریہ کو واضح کیا جو خدا کو ایک باپ کی حیثیت میں ماننے سے پیدا ہوتا ہے۔ مختصر یوں سمجھئے کہ انسان کی پیدائش کے بعد جب خدا نے اسے گناہوں میں الجھا ہوا دیکھا تو اسے بہت تعجب ہوا۔ کہ اس انسان میں گناہ کی وہ ذہنیت پیدا ہوگئی جس کا اسے وہم وگمان بھی نہیں تھا۔ یہ گناہ کی ذہنیت بڑھتی رہی، یہاں تک کہ انسانیت کو گناہوں کا ایک بہت بڑا انبار ورثہ میں ملا۔ غالباً اضطراب وانتشار کے عالم میں اللہ تعالےٰ اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ انہیں دنیا میں پیغمبر بھیجنے کی کیوں ضرورت پڑی۔ یہ تجربہ بھی بدقسمتی سے کامیاب نہ ہوا۔ اس لئے کہ پیغمبروں کو چونکہ گناہ خود ورثہ میں ملا تھا۔ اس لئے وہ بھی گناہوں میں الجھتے گئے اور ایسے ایسے کبیرہ گناہ کئے کہ آج ہم ان کے تصور سے لرزہ براندام ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو اپنا یہ پہلا تجربہ ناکام پاکر بہت پریشانی ہوئی حتےٰ کہ اس نے آخری حجت کے طور پر اپنے بیٹے کو بھیجا، یہ سمجھ کر کہ ایک بُرے آدمی کی قربانی اچھے کے لئے مفید نہیں ہوسکتی۔ لیکن اچھے آدمی کی قربانی بُرے کے لئے مفید ہوتی ہے۔ لہٰذا بندے کے لئے خدا زد کی قربانی مفید ہوسکتی ہے۔ یہ سوچ کر وہ حضرت مریم کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور تمام انسانیت کے گناہوں کے بدلے میں قربان ہوگیا۔

اس کے بعد مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ چیز ثابت نہیں ہے کہ آیا یہ کفارہ پوری انسانیت کے لئے تھا، یا صرف عیسائی دنیا کے لئے، یا ان میں سے بعض فرقوں کے لئے۔

اس قسم کی تعلیمات نے ہمارے عیسائی دوستوں کو عجیب حالت میں ڈال رکھا ہے۔

اسلام میں عورت کی حیثیت

مصری نسوانی تحریک کے متعلق مسٹر آرتھر سٹیل امپائر ریویو لندن کی اپریل کی اشاعت میں حسب ذیل بیان پیش کرتے ہیں:۔

پانچ ہزار سال ہوئے عورتیں حکمرانی کرتی تھیں اور انہوں نے مصر کی تہذیب و تمدن کو ایک نئے سانچہ میں ڈھالا تھا جب سے یہ ملک دوسروں کے قبضۂ اقتدار میں آیا، عورتوں کو حقوق ملکی سے محروم کر دیا گیا۔ ایرانیوں، یونانیوں اور رومیوں نے مصر کی یادگاروں کو ملیامیٹ کر دیا۔ اور وہاں کی عورتوں کو غلام بنا دیا۔ جب اسلام آیا تو پھر عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی گئی۔ اور انکو کافی اختیارات دیئے گئے۔ قرآن کریم نے ان اختیارات کی کافی وضاحت کی ہے۔ عورت بغیر اپنی مرضی اور خوشی کے مجبوراً کسی کے ساتھ نہیں بیاہی جا سکتی۔ والدین کی مرضی کے خلاف وہ تعلقات زناشوئی قائم کر سکتی ہے۔ جہیز عورت کو دیا جاتا ہے نہ کہ خاوند کو، وہ شادی کے بعد اپنے خیالات اور قومیت کو بحال رکھ سکتی ہے۔ جب عورت سن بلوغ کو پہنچ جائے تو وہ اپنی جائداد کی مختار کل ہے جسطرح چاہے خرچ کرے خاوند کو اسمیں کوئی دخل نہیں۔ اگر بغیر اولاد مر جائے تو اسکی جائداد میں سے چوتھائی حصہ خاوند کو پہنچتا ہے اور اولاد کی صورت میں آٹھواں حصہ۔ ایک مطلقہ عورت اپنے بچوں کی تربیت کی کفیل ہوتی ہے۔ لڑکی کو ۹ سال تک اور لڑکے کی سات سال تک۔ اس کے بعد یہ بچے ان کے باپ کے حوالہ کر دیئے جاتے ہیں جب دوران میں بچے ماں کی تربیت میں رہے باپ کا فرض ہے کہ وہ ان کا کفیل ہو۔ ایک عورت طلاق سے سات سال بعد بھی خاوند سے بچہ کی پرورش اور نان نفقہ کی رقم طلب کر سکتی ہے۔ شرط یہی ہے کہ بچہ ہو۔ بعد میں سات سال کے بجائے تین سال کر دیئے گئے ہیں قرآن کریم نے تعلیم میں عورت اور مرد دونوں کو برابر حق عطا کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ میں ہمیں کافی فاضل عورتیں نظر

آقائے مدنی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب حامد رضا صاحب بی اے (علیگ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ اگر خدا، اپنا سب سے اعلیٰ الہام، ان لوگوں کو نہ دے، جو ان طریقوں پر عامل ہیں، تو یہ دنیا جو اس نے بنائی ہے، اس کی بنیاد معقولیت پر نہیں ہو سکتی"۔ ڈاکٹر بارنز کی یہ خواہش ہے کہ مسیحیت کو نئے قالب میں ڈھال کر پیش کیا جائے، اس لئے انہوں نے شدت کے ساتھ، ان کلیسائی عقائد کی جو رہبانیت کے موئد ہیں، مخالفت کی ہے، اور اس طرح گویا، اسلام کی پیروی کی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو اپنا اعلیٰ ترین الہام عطا فرمایا۔ جس کی بنا پر آپؐ نے بنی نوع آدم کی زندگی میں کامل اصلاح فرمائی۔ اور اس کے باوجود آپ شدید روحانی انسان تھے۔ اسلام صحیح معنٰے میں ایک روحانی مذہب ہے، اور اپنے پیرؤں کو ضبط نفس اور قوائے فطرت کو مسخر کرنے اور ان پر حکومت کرنے کی تعلیم دیتا ہے، چنانچہ اس کی حیرت انگیز صلاحیتوں کو دیکھ کر باسورتھ سمتھ اس کو ایسا مذہب قرار دینے پر مجبور ہے" جو سوسائٹی کے بوسیدہ نظام کو استحکام عطا کر سکتا ہے۔ اور منجملہ تخریب کے متضاد عناصر کے، اکیلا اصول حیات عطا کرنیوالا مذہب ہے"۔ یہ مادی دنیا دھوکہ (مایا) نہیں ہے۔ بلکہ ایک حقیقت ہے جسے مدنظر رکھنا لازمی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

بے شک ہم نے زمین اور آسمان اور جو کچھ ان کے مابین ہے، اسے بیکار پیدا نہیں کیا ہے بلکہ ہم نے (کائنات کو) ایک خاص مقصد کے ماتحت پیدا کیا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے"۔ (۴۴-۳۸)

نیز فرمایا:۔ "بلاشبہ زمین و آسمان کی پیدائش میں، دن رات کے یکے بعد دیگرے آنے میں عقلمند لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں، جو بیٹھے، کھڑے اور لیٹے ہوئے خدا کو یاد کرتے ہیں اور تخلیق کائنات پر غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے خدا! یہ کارخانہ تو نے بیکار نہیں بنایا"، (۳-۱۹۱)

پس قرآن مجید رہبانیت کے لئے کسی قسم کا امکان باقی نہیں چھوڑتا۔ اور موجودہ زمانہ میں اس نظام حیات کے متعلق بجا طور پر بغاوت ہو رہی ہے۔ اگرچہ فرقہ ہیومنسٹ کا یہ اختلاف اس زمانہ کی شاندار ترین کامیابی ہے۔ لیکن دراصل اس تحریک کا منبع اسلام ہی ہے۔ اور اسلام اور معقول ہیومنیزم میں کچھ تناقض نہیں پایا جاتا۔ بلکہ اسلام تو مسلک ہیومنیزم کو تقویت بخشتا ہے اور مذہب کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ عمرانی اصلاح کا بیش از بیش ذریعہ بن سکے۔

ڈاکٹر رادھاکرشن لکھتے ہیں کہ رہبانیت ایک افراط کا طریق ہے، جیپر وہ لوگ گامزن ہیں جو حقیقت کے خارجی پہلو پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ اگر حقیقت آئندہ یا سامنے ہے، یا کسی دوسرے کرہ میں ہے، اور یہ دُنیا محض فریب نظر ہے تو حقیقت صرف ان لوگوں کو مل سکتی ہے جو مادی اور محدود دنیا سے قطع نظر کرلیں۔ یہ اصول تمام راہبانہ عقائد کی تہہ میں پایا جاتا ہے۔ اور پیغمبر اسلامؐ ہادیان عالم میں اس لحاظ سے یکتا ہیں، کہ آپؐ نے سعی بلیغ فرما کر انسان کو راہبانہ عقائد کی تباہ کن زنجیروں سے رہائی بخشی ہے۔ اسلام نے جو تحریک رہبانیت کے خلاف چلائی وہ روز افزوں ترقی پذیر ہے اور موجودہ زمانہ میں سب سے بڑی طاقتوں میں سے شمار کی جاتی ہے۔ مغرب میں جب یہ تحریک پختگی کو پہنچی تو انیسویں صدی میں اس کی بدولت صورت حال میں نمایاں انقلاب پیدا ہو گیا۔ اور لیکی جیسا شخص پیدا ہوا۔ جس نے خانقاہیت پر بحیثیت نظام ایک زبردست مقالہ لکھا۔ زمانہ کا جدید اخلاقی تقاضا یہ ہے کہ روحانی ترقی کے لئے جسمانی اذیت ضروری نہیں ہے۔ مسٹر جوڈ، اسی لئے ایک نئے نظام اخلاق کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔ جو موجودہ حالات کے مطابق ہو۔ وہ لکھتا ہے:-

"لیکن ہمارا مذہب اگر ہم کو اس بات سے روکتا ہے کہ ترک دُنیا کے مقابلہ میں، لذات دنیا میں منہمک نہ ہونا چاہیئے۔ تو وہ اس بات سے بھی منع کرتا ہے کہ رہبانیت کی ترقی کے لئے جسم کو آزار پہنچایا جائے نفس کشی کی وہ صورت جسے دُنیا کے اکثر مذاہب اور اصول اخلاق مستحسن قرار دیتے ہیں، دراصل حیات کے لئے مضر ہے، بلکہ زندگی میں اختلال اور افتراق اور ضیاع قواء اور افنائے ملکات فطری کا موجب ہے"

اس عبارت کا منشا صاف طور سے اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ فلسفہ کا رجحان اسلام کی طرف ہوتا جاتا ہے۔ قرآن مجید ایسے مخرب اخلاق اصولوں کا ہرگز مؤید نہیں ہے جو انسان کی روحانی اور جسمانی قوتوں پر ناقابل برداشت بار ڈالنے کا موجب ہوں۔

"اللہ تمہارے لئے آسانی پسند کرتا ہے، دشواری پسند نہیں کرتا" (۲ : ۱۸۵)

قرآنی اخلاق ہی کی روشنی ہیں، ہمارے موجودہ فلاسفہ، حصول رہبانیت کے لئے نفس کشی کو مذموم قرار دیتے ہیں۔ پس اسلام انسانی زندگی کے بالکل مطابق واقع ہوا ہے۔ اور اس کا نظام اخلاق موجودہ سائنس کی روشنی ہیں متزلزل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے قرآنی اخلاق انسانی شخصیت کی ترقی کے موید ہیں اور موجودہ زمانہ کے تعلیم یافتہ لوگ، اسلام قبول کرنے کے لئے روز بروز زیادہ تیار ہوتے جاتے ہیں پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلعم بدرجۂ اتم اس زمانہ کے ہادی ہیں۔ اور اگر سائنس رہبانیت کے خلاف آواز بلند کر رہا ہے تو دراصل یہ اسلام ہی کے اصولوں کی کامیابی ہے۔ فی الجملہ اسلام وہ سنگین بنیاد ہے جسپر موجودہ زمانہ کے لوگوں کا ایمان قائم ہوسکتا ہے۔ اسلام انسان کو وہ چیز عطا کرسکتا ہے جسے ورڈسورتھ نے "کامل طاقت، اور واضح ترین باطنی روشنی، کشادگیٔ ذہن اور عقل کی بہترین صورت" قرار دیا ہے۔

وہ رہبانیت جو ترک دُنیا سکھاتی ہے، اور صنعتی ترقی کو تباہ کرکے چند نفوس کو اولیا بناتی ہے آج دُنیا میں کسی کام کی نہیں ہے۔ کیونکہ تہذیب کا منبع اور اس کی ترقی اُن استعدادوں پر منحصر ہے جن کی بدولت انسان اسرار فطرت کے چہرے سے نقاب اٹھا سکتا ہے اور اس کی طاقتوں کو مسخر کرکے اپنے فائدہ کے لئے استعمال کرسکتا ہے۔ اور جب یہ استعدادیں کمزور ہوجاتی ہیں تو پھر عقائد کی درستی کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی اور جب عقیدہ عقل کی گرفت سے آزاد ہوجائے تو پھر انسان لازماً اس اعجوبہ پرستی کا شکار ہوجاتا ہے جس کی مثالیں مذہبی تاریخ میں بکثرت مل سکتی ہیں۔ قرآن پہلی کتاب ہے جس نے انسان کو اس حقیقت سے روشناس کیا، اور وہ طریقے بتا کر جن کی بدولت انسان قوائے فطرت کو مسخر کرسکتا ہے۔ اس نے تہذیب کو نئی قوت عطا کی۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا ہی نے تمہارا مطیع بنایا ہے۔ جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے اور ظاہر اور مخفی جو کچھ بھی ہے اس کے متعلق، اپنی نعمتیں تم پر تمام کیں ؟" (۳۱ : ۲۰)

"اور اسی نے دن اور رات کو تمہارا خادم بنایا ہے۔ اور چاند اور سورج کو، اور ستارے بھی اسی کے حکم سے تمہارے خادم بنائے گئے ہیں۔ بے شک ان باتوں میں عقلمندوں کے لئے بڑی نشانیاں پوشیدہ ہیں۔" (۱۶ : ۱۲)

قرآن مجید ایسی آیات سے معمور ہے جو انسان کو مطالعہ کائنات کی ہدایت کرتی ہیں اور اسکی قوتوں کو قابو میں رکھنے کا طریقہ سکھاتی ہیں۔ تاکہ انسان ان کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کر سکے، اس زمانہ میں جبکہ یورپ جہالت اور اوہام کے سمندر میں غرق تھا، قرآن مجید کے پیرو دنیا کو علم و ہنر کی نعمتوں سے مالامال کر رہے تھے۔ بلاشبہ اسلام نے یورپ کو اس کے تاریک ترین دور میں منور کیا، اور تمام شہروں میں جو اس کے زیر اثر تھے، اس نے فلسفہ اور ادب، سائنس اور آرٹ کے دریا بہا دیئے۔ اور جگہ جگہ دارالعلوم، ہسپتال اور کتب خانے قائم کئے۔ یورپ کے تمدن کے بہت سے ترقی پذیر عناصر، اس عظیم الشان اسلامی تہذیب سے ماخوذ ہیں، جو عربوں نے سپین میں قائم کی تھی۔

وہ سوسائٹی جسکی نظر میں یہ دنیائے اشخاص و تاریخ و کشمکش اخلاقی محض ایک فریب نظر ہے جیسا کہ ہندو فلسفہ کی تعلیم ہے کوئی ترقی نہیں کر سکتی، مایا کے نظریہ سے بڑھ کر کوئی شے انسانی ترقی کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ اس نظریہ کی بنا پر کوئی قوم زندگی کا بلند معیار حاصل نہیں کر سکتی گو رہم کے خیالات کا مطلب سمجھنا، اسلامی تاریخ کی روشنی میں بہت آسان ہے۔ اسلام، انسان کے اندر، خدا کے ساتھ اور کائنات کے ساتھ، اس کے گوناگوں تعلقات کا شعور پیدا کر کے تہذیب کو تقویت بخشتا ہے اور آنحضرت صلعم نے انسان کو تسخیر کائنات کی طرف متوجہ کر کے مذہبی فکر کی تعلیم میں نئی راہ کھول دی ہے۔ اور یہ آپ ہی کی تعلیم کا اثر ہے کہ آج دنیا میں کوئی سمجھدار آدمی، ازمنہ وسطیٰ کی رہبانیت اور اس کی حماقتوں پر ایمان نہیں رکھتا۔ پس آپ نے انسان کو اس اعجوبہ پرستی کے قید خانہ میں داخل ہونے سے بچا لیا۔ جسکی مثالیں مذہبی تاریخ میں بکثرت مل سکتی ہیں اور مغرب اور مشرق دونوں میں اس کی مثالیں بہت عام ہیں۔ قدیم ہندوستان، چین، جاپان سب رہبانیت کے ہاتھوں ستائے گئے ہیں۔ بدھ مذہب کے شیوع سے رہبانیت کو اور بھی تقویت پہنچی۔ اور چونکہ یہ مذہب ترک دنیا کو لازمی قرار دیتا ہے، اس لئے بحیثیت ایک زندگی بخش طاقت کے، اس مذہب کی قدر و قیمت بہت ہی کم رہ جاتی ہے۔ چنانچہ بدھ مت کا ایک زبردست حامی بھی اسی نتیجہ پر پہنچا ہے۔

" بدھ مت چونکہ ایک راہبانہ اور دشمن تمدن نظام ہے اور جدوجہد دنیوی کو نفرت کی نظر سے

دیکھتا ہے لہٰذا یہ مذہب کسی ترقی یافتہ سوسائٹی کو تقویت دینے اور اس کی رہنمائی کرنے کے قابل نہیں ہے۔" جاپان نے اسی وقت سے ترقی شروع کی، جب سے اس نے راہبانہ اخلاق کو اپنی زندگی کے نظام سے خارج کیا جس کی بدھ مت تلقین کرتا ہے۔ لیکن ہندوستان، سادھوؤں اور جوگیوں کا منبع شاید کبھی اس رہبانیت کو ترک نہ کرسکے۔ کیونکہ آریائی ذہنیت، رہبانیت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر رادھا کرشن لکھتے ہیں کہ ہندو رہبانیت کو ایک اعلیٰ نصب العین سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ دیوتاؤں کو یہ مرتبہ ترکِ دُنیا ہی سے حاصل ہوا ہے۔ ہندو دھرم کی تاریخ نے، اسلام سے اتصال پیدا کرکے بہت فائدہ حاصل کیا ہے۔ اور اگر آج ہندوؤں کے دل میں اپنے قدیمی ماحول سے بغاوت کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے تو یقیناً یہ اسلام ہی کی بدولت ہے۔ تمام جدید الخیال ہندو، اپنے قدیم تمدن کی روایات کو ترک کرتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر رادھا کرشن، مشہور ہندو فلاسفر نے اس تحریک سے اپنے آپ کو وابستہ کرلیا ہے جسے **جدید ہندو دھرم** کہتے ہیں اور جس کا مقصد یہ ہے کہ قدیم ہندو تہذیب کو از سرِ نو زندہ کیا جائے۔ رابندر ناتھ ٹیگور، اور ایم۔ کے۔ گاندھی، یہ دونوں صاحب اس قدر دانا ہیں کہ مایا کے فلسفہ کی تعلیم دے کر اپنی قوم کو پستی کی طرف جانے کا مشورہ نہیں دے سکتے۔ ہندو دھرم، اس شاندار زندگی کے تخیل کا دشمن واقع ہوا ہے، جو اسلام نے پیش کیا ہے کیونکہ ہندی فلسفہ از سر تا پا راہبانہ ہے۔ موجودہ ہندو، اس حقیقت تلخ سے آگاہ ہو چکے ہیں کہ یہ ان کے مذہب کی رہبانیت ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ ہزار سال سے غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور قبل ازیں وہ ستمگر حکمرانوں کے ماتحت تھے۔ اسی لئے موجودہ زمانہ میں صاحب نظر ہندو، ہندو دھرم کو نئے قالب میں ڈھالنا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ موجودہ پیچیدہ اور متحرک نظام تمدن کے تقاضوں کو پورا کرسکے۔ لیکن ہندو رجحان کی تاریخی کمزوری، یقینی طور پر، اپنے پیروؤں کی آنکھیں کھول دے گی، جو موجودہ کشمکش حیات کی بنا پر راہبانہ خیالات کو ترک کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں ہندو دھرم کسی سوسائٹی میں قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس کی تعلیمات زمانہ کی ضروریات کو پورا نہیں کرسکتیں اور ذات پات اور چھوت چھات کی تعلیم تو سراسر تہذیب کے خلاف ہے۔ اور روح اور مادہ کے مابین جو تقسیم اس مذہب نے روا رکھی ہے وہ سراسر ناقابل قبول ہے اور مثل دیگر غیر اسلامی اصولوں کے یہ اصول بھی موجودہ زمانہ میں کسی سمجھدار آدمی کو اپیل نہیں کرسکتا۔

اور دُنیا کی متحارب اقوام کے لئے، اسلام کا پیغام، امن اور امید سے معمور ہے۔ اور اس کی مشکلات کا حل پیش کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنی حیوانی طاقتوں کو بالائے طاق رکھکر، اس کی طرف متوجہ ہوں یہ وہ پیغام ہے جسے آج سے چودہ سو سال پہلے ایک انسان کامل نے دُنیا کو سنایا تھا۔ جبکہ خود آپکی قوم وحشت اور خونریزی، جہالت اور ظلمت میں گرفتار تھی۔ اور یہ پیغام غیر فانی ہے۔ جو پیروان اسلام کے تخیلات اور افعال میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اسلام عارضی مذہب نہیں ہے بلکہ دائمی پیغام نجات ہے۔ کیونکہ وہ ایک مستقل مذہبی، عمرانی، سیاسی اور اقتصادی نظام کا حامل ہے۔ جسکی بدولت ملکی معاملات اور انسانی اخلاق دونوں میں ہم آہنگی پیدا ہوسکتی ہے۔ اور تمدنی اختلافات ونقائص اور صنعت وحرفت آمدنی اور خرچ کی دشواریوں کا حل ہوسکتا ہے۔ اور جمہوری نظام کو اعلیٰ طریق پر چلایا جاسکتا ہے۔

بانی اسلام علیہ السلام نے، انقلاب فرانس سے صدیوں پہلے بنی نوع آدم کو حریت، اخوت اور مساوات کا پیغام سنایا۔ اور حکومت خود اختیاری اور درجہ نوآبادیات کے تخیل سے پہلے انسان کو سچی جمہوریت سے آشنا کیا۔ اسلامی تاریخ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں نے کیسی کامیابی اور عدل انصاف کے ساتھ حکمرانی کی ہے۔ لیکن جب حکومت نکل گئی اور سیاسی طاقت میں زوال آنا شروع ہوا تو ایک غیر متعصب نقاد اس حقیقت کا اعتراف کرے گا کہ اس زوال کا باعث مذہبی نظام کا نقص نہیں تھا، بلکہ حکمرانوں کی کمزوری اور ان کا اخلاق سے دور ہوجانا۔ اور اس بات سے یہ حقیقت آشکار ہوسکتی ہے کہ خواہ ایک نظام کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو جب تک اس کے چلانے والے قابل نہ ہونگے وہ ناکام ہوگا۔ اور اخلاقی ضعف ہی زوال حکومت کا اصلی باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی حکومت پر بھی اسی لئے زوال آیا۔ تاہم اگر مسلمان اپنے خیالات اور اعمال کی اصلاح کرلیں تو دوبارہ زندگی حاصل کرسکتے ہیں۔

لازم ہے کہ مسلمان نماز کی طرف متوجہ ہوں جس سے وہ روز بروز غافل ہوتے جارہے ہیں واضح ہو کہ نماز مسلمان کی سپر ہے، اور تمام مصائب کا مقابلہ کرنے کا آلہ ہے۔ اور خصوصاً شیطان کا مقابلہ اسی ہتھیار سے کامیابی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔ شیطان باطل کا علمبردار ہے اور حق و صداقت کا دشمن ہے۔ اسلام کا پیغام ہمارے اندر دوبارہ استقلال اور پامردی کی صفت پیدا

کرسکتا ہے اور ہمارے اندر ہمسایوں سے محبت کا جذبہ پیدا کرسکتا ہے۔ ہمارے اندر اخلاقی جرأت اور زندگی کا مذہبی اور اخلاقی تصور پیدا کرسکتا ہے، کاش ہم مسلمان آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ سے روشنی حاصل کریں اور جو باتیں ہماری روحانی ترقی میں حائل ہیں انہیں یکسر اپنے اندر سے نکال دیں۔ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے جزوی اختلافات کو فراموش کردیں اور تعصب کو دل سے دور کردیں تاکہ پوری توجہ سے اسلام کے پیغام پر عامل ہوسکیں۔

پردہ اور اخلاق

(مسٹر عبدالعزیز (سابق اڈولف ولہلم)

اکثر معتبر اصحاب کا یہ خیال ہے کہ غیر مسلموں کی نسبت خود مسلمانوں کو اسلامی اصولوں سے آگاہ ہونے کی زیادہ ضرورت ہے، دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اکثر مسلمانوں کو یہ معلوم نہیں کہ اسلام کیا ہے؟ ان مسلمانوں کو دو طبقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، اور دونوں افراط و تفریط میں مبتلا ہیں ان میں سے بہت کم ایسے ہیں جو اعتدالی راہ پر ہوں۔

ان میں سے ایک طبقہ ان مسلمانوں پر مشتمل ہے جن کو نہ دینی تعلیم نصیب ہوئی ہے نہ دنیاوی۔ اور یہ لوگ محض ان لوگوں کی تعلیمات کو سنتے ہیں جو خود اسلام سے ناواقف ہیں۔ اس لئے یہ لوگ بہت سی ایسی باتوں پر یقین رکھتے ہیں جن کا دراصل مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اصلی اسلامی تعلیمات یا تو فراموش ہوچکی ہیں یا ان کی طرف سے غفلت برتی جاتی ہے۔

دوسرا طبقہ ان مسلمانوں پر مشتمل ہے جنھوں نے غیر اسلامی ماحول میں محض دنیاوی تعلیم حاصل کی ہے (اگر لفظ تعلیم اس جگہ موزوں ہوسکے) اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب یہ لوگ آخری ڈگری حاصل کرتے ہیں، تو انہیں یہ تو بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ شکسپیئر، ملٹن، ایڈیسن کے خیالات کیا ہیں۔ لیکن انہیں اپنے مذہب سے کوئی واقفیت نہیں ہوتی۔ اسلام کے متعلق ان کی معلومات نہایت سطحی ہوتی ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ دوران تعلیم میں ان کو اسلامی علوم سے آگاہی کا کوئی موقع نہیں ملتا۔ اس پر مستزاد یہ ہے۔ کہ

یہ لوگ اسلام کے متعلق اپنی ذاتی آراء کو بہت وثوق کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو اسلام، اسلامی تمدن اور مشرقی رسوم کے متعلق کچھ واقفیت نہیں ہوتی۔ یہ لوگ اپنے نظریوں کو ان لوگوں کے خیالات پر مبنی کرتے ہیں۔ جو خود یہ نہیں جانتے کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے یا غلط۔

بدقسمتی سے مسٹر ایس ح احمد خان کا جو مضمون پردہ کے متعلق پچھلے دنوں شائع ہوا، اس کو پڑھ کر میں انہیں آخر الذکر طبقہ میں شامل کرنے پر مجبور ہوں۔ درحقیقت ان کا بیان پڑھ کر مجھے بہت حیرت ہوئی۔ کیونکہ وہ بیان سرتاپا، غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اور یہ بات کہ اس مضمون کا لکھنے والا خود بھی مسلمان ہے اور بھی زیادہ موجب افسوس ہے۔ ان کی اغلاط آشکار کرنے اور ان کے خیالات پر تنقید کرنے سے پہلے میں انہیں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم یورپین لوگ، بہت غور و فکر کے بعد اسلام قبول کرتے ہیں۔ اور مذہب کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور تمام اصولوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ پس ہم لوگ صرف عقل ہی کی بنا پر، اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ بے شک اسلام تمام دُنیا اور تمام زمانوں کے لئے بہترین مذہب ہے۔

اب میں مسٹر خان کے مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ انہوں نے پردہ کی رسم کو ہندوستان پر اجنبی اقوام کے متواتر حملوں کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ لیکن یہ بات بالکل غلط ہے۔ ہندوستان کی کسی صحیح تاریخ سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ پردہ اسلامی اصولوں پر مبنی ہے۔ اور جو شخص اس بات سے انکار کرتا ہے وہ دراصل اسلام سے ناواقفیت کا اظہار کرتا ہے۔ پردہ کا حکم آنحضرت صلعم کی زندگی میں نازل ہوا۔ اور اس پر عمل کرنا، تمام مسلمان عورتوں پر واجب ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ وہ مردوں کی نازیبا حرکات سے محفوظ رہیں بلکہ اس میں اور بھی بہت سے فوائد مضمر ہیں۔ نگاہوں کا چار ہونا، جنسی میلان میں ایک زبردست عنصر ہے۔ اور اس کی بنا پر، اکثر ناواجب طریق پر فریقین کے دماغوں میں غیر اخلاقی خیالات پیدا ہوتے ہیں، خصوصاً نوجوانوں کے دماغوں میں۔ پس اس کی روک تھام کی صورت صرف پردہ ہے۔ اسی کی بدولت اخلاق انسانی کی حفاظت ممکن ہو سکتی ہے۔

بعض نہیں بلکہ اکثر لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ اگر دل صاف ہو تو نگاہوں کے چار ہونے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ دُنیا میں ایسے لوگ کس قدر ہیں جن کے دل صاف ہوں؟

پردہ کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کی بدولت عورت اور مرد ایک دوسرے سے جدا رہ سکتے ہیں بعض لوگ جنسی مسئلہ کا حل اس طرح کرنا چاہتے ہیں کہ اختلاط جنسی کو رائج کیا جائے۔ تاکہ عورت اور مرد ایک دوسرے سے واقف ہوسکیں۔ لیکن ان تجربوں کے نتائج بڑے تباہ کن ثابت ہوئے ہیں۔ خصوصاً نوجوانوں میں۔ آپ اگر پردہ کے فوائد کا اندازہ کرنا چاہتے ہیں تو کچھ دنوں کے لئے مسلمانوں میں سے اس رسم کو دور کرکے، بخوبی کرسکتے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جو بُرائیاں اس وقت یورپین سوسائٹی میں پائی جاتی ہیں وہ سب کی سب، اسلامی سوسائٹی میں پیدا ہوجائیں گی۔ اور مخالفین پردہ کی ساری کوشش بیکار ثابت ہوگی۔ یہ ممکن ہے کہ دیر میں پیدا ہوں۔ مگر پیدا ضرور ہونگی، اور ان برائیوں کی ہولناک تباہ کاریوں کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ مسٹر ایرج خان کچھ دیر کے لئے ان برائیوں پر نظر ڈالیں جو بے پردگی کے باعث یورپ میں رونما ہورہی ہیں۔ کیا اس بات سے انہیں شرم محسوس نہیں ہوتی کہ یورپ کی عورتیں آج کل ایسا لباس پہنتی ہیں کہ اس سے مطلق ستر پوشی نہیں ہوسکتی۔ نیز کیا وہ اس بات کو پسند کرینگے کہ مسلمان عورتیں بھی، غیر مردوں کے ساتھ رقص کریں؟ کیا انہیں معلوم ہے کہ یورپ اور امریکہ میں ناجائز بچوں کی شرح ولادت کیا ہے؟ فرانس دنیا میں سب سے زیادہ آزاد ملک ہے لیکن پیرس کے لا کالج میں یہ کوشش کی جارہی ہے کہ لڑکیوں اور لڑکوں کو مخلوط طریق پر تعلیم نہ دی جائے۔ کیونکہ لا کالج کے اساتذہ نے یہ شکایت کی کہ کلاسوں میں لڑکے اور لڑکیاں، دوران تعلیم میں ایک دوسرے کی طرف دیکھکر مسکراتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح درس میں، خلل پڑتا ہے۔

ہندوستان میں، میں نے بعض والدین اور دیندار اساتذہ کا، مخلوط تعلیم کے خلاف احتجاج پڑھا ہے۔ حالانکہ ہندوستان کے حالات اس درجہ خراب نہیں ہیں، جس قدر یورپ اور امریکہ کے۔ لیکن اگر اصلاح نہ کی گئی تو یہاں بھی وہی حالت رونما ہوجائے گی۔ مصر میں بھی اس مخلوط تعلیم کے خلاف زبردست احتجاج جاری ہے۔ اور شکستہ دل والدین سب سے زیادہ احتجاج کررہے ہیں۔ آخر میں، میں مسٹر خان کو مشورہ دوں گا کہ وہ اس مضمون کو پڑھیں جو حال ہی میں اکسفورڈ زندگی کے متعلق لکھا گیا ہے۔

نہ صرف نامور مسلمان علماء، اور سمجھدار مسلمان، بلکہ دوسری قوموں کے دوراندیش افراد بھی ان مذکورہ بالا بُری رسوم کے سخت خلاف ہیں۔ کیونکہ ان کے نتائج نہایت خطرناک ہیں۔ بلکہ پوپ نے بھی

ان برائیوں کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے۔ سوسائٹی آف جینیز کے ایک رکن نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا "مرد و زن کے اختلاط باہمی سے جو ہولناک نتائج پیدا ہو رہے ہیں، ہم ان سے بخوبی آگاہ ہیں لیکن کیا کیا جائے؟"

پردہ ان سب برائیوں کا بہترین علاج ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یورپ میں پردہ کون رائج کرے جبکہ خود مردوں نے عورتوں کو یہ حوصلہ عطا کیا ہے کہ وہ ایسا لباس زیب تن کریں جو مردوں کے لئے جنت نگاہ ثابت ہو خواہ عورتوں کی خودداری برقرار رہ سکے یا نہ۔ اندریں حالات پردہ ان اقوام کے لئے جو اس پر عامل ہیں ایک برکت کا موجب ہے۔ اور میں اپنے مسلمان بھائیوں سے خلوص کے ساتھ درخواست کروں گا کہ وہ اس رسم کو قائم رکھیں۔ ترک پردہ سوسائٹی کے اخلاق کو تباہ کر دے گا۔ خصوصاً ان حالات میں جبکہ اخلاقی اصول ہر جگہ کمزور نظر آتے ہیں، اور ان کی کمزوری کی وجہ سے ترک پردہ کے بعد، افراد مختلف عیوب میں گرفتار ہو جائیں گے۔ اگرچہ مستشرقان اور ان کے ہمنوا یہ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوگا۔

پردہ حفظان صحت کے خلاف نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ سے عورتوں کی صحت پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ صرف پردہ کے دشمن ایسا کہتے ہیں۔ جس چیز کا دراصل صحت پر اثر پڑتا ہے وہ آب و ہوا ہے، اور یہ اثر ان عورتوں پر بھی پڑتا ہے جو پردہ نہیں کرتیں۔ پردہ کی ضرورت تو صرف اس وقت ہے جبکہ پردہ نشین عورت کو گھر سے باہر سڑک پر نکلنا پڑے۔ اور یہ صرف تھوڑی دیر کے لئے ہے۔ اس قلیل مدت میں، آکسیجن کا عنصر ہوا میں اس قدر کم نہیں ہو سکتا کہ پردہ نشین عورت کی صحت پر برا اثر پڑ سکے۔ ۱۹۲۶ء میں، اسلام قبول کرنے کے بعد، میں نے مختلف اسلامی ممالک کا سفر کیا تاکہ وہاں کے باشندوں کی حالت کا معائنہ کر سکوں، میں نے عرب کے بعض مقامات میں دیکھا کہ پردہ کی پابندی بہت سختی کے ساتھ کی جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود پردہ نشین عورتیں بہت طاقتور نظر آئیں اور وہ غیر پردہ نشین عورتوں کو تمام جسمانی طاقت کے مقابلہ میں چیلنج کر سکتی ہیں۔

علاوہ بریں اس بات کو فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ مسلمان عورتوں کو بھی تفریح کا اسی قدر حق حاصل ہے جس قدر مردوں کو، شرط صرف یہ ہے کہ تفریح گاہ صرف عورتوں کے لئے مخصوص ہو۔ لہذا اس کا الزام مسلمان مردوں پر عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی عورتوں کے لئے ایسی

تفریح گاہیں کیوں نہیں بنائیں ؟ علاوہ بریں ان پر یہ الزام بھی ہے کہ انہوں نے اپنی عورتوں کے لئے ایسے سکول اور کالج کیوں نہیں بنائے جو ان کے مزاج، مذہبی رسوم، اور حالات کے مطابق ہوں تاکہ انہیں، ان کو، ان درسگاہوں میں بھیجنے کی ضرورت ہی درپیش نہ ہو جہاں کہ پردہ اور دیگر اسلامی رسوم کی پابندی نہیں کی جاتی۔ اس مقصد کے لئے عمدہ عمارتیں بآسانی تعمیر کی جاسکتی ہیں۔ جو مسلمان عورتوں کی صحت اور مذہب دونوں کے لئے مناسب ہوں۔ اگر مسلمان اس مقصد کی تکمیل کرلیں تو یہ بات آشکارا ہوسکتی ہے کہ پردہ ترقی کی راہ میں حائل نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مسٹر خان اور ان کے ہمخیال لوگ پردہ کو محض اس لئے بُرا سمجھتے ہیں کہ یہ رسم یورپ میں معیوب سمجھی جاتی ہے۔ اور مزید برآں یہ کہ یہ لوگ پردہ کے فوائد سے ناواقف ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہے۔

مسلمان مصلحین کی اس حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ ان کو یہ بھی علم نہیں کہ مسلمانوں کی اصلاح کا طریقہ کیا ہے ؟ وہ اپنی قومی پستی کے حقیقی اسباب کو دریافت کرنے کی کوشش کبھی نہیں کرتے، بلکہ یورپ کی آنکھ بند کرکے، بُرے امور میں تقلید شروع کردیتے ہیں۔ اور ترقی کی حقیقی بنیاد سے غافل رہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ غیر شعوری طور پر، اصلاح کی دھن میں، خود اپنے اخلاق کی جڑیں، کھوکھلی کرتے ہیں اور اس کو اپنی ترقی سمجھتے ہیں۔ مثلاً مسٹر خان مسلمان عورتوں سے اپیل کرتے ہیں کہ سب ملکر پردہ کی رسم کو خیرباد کہدیں۔ وہ ترک پردہ کے مہلک نتائج سے آنکھیں بند کرلیتے ہیں۔ اور اس بات کی تلقین نہیں کرتے کہ مسلمان عوام کو صحیح اسلامی اصولوں کے مطابق دینی اور دُنیاوی تعلیم دی جانے یا مسلمانوں کی صنعتی ترقی کے لئے کوشش کی جائے۔

اسلام نے عورت کو اس قدر آزادی اور اس قدر فیاضی کے ساتھ معاشرتی حقوق عطا کئے ہیں کہ اس سے زیادہ کا تصور کرنا نہ صرف غیر ضروری ہے بلکہ مضر بھی ہے۔ غور کیجئے اس نام نہاد آزادی نسواں کی تحریک نے امریکہ میں کیا گل کھلائے۔ بعض حلقوں میں عورت کی حیثیت محض ایک فٹ بال کی سی ہوگئی ہے۔ جسے ایک مرد، دوسرے کی طرف ٹھوکر لگا کر پھینک دے اور دوسرے حلقوں میں جہاں عورت کو اقتدار حاصل ہے، معاشرت اور خانگی زندگی بالکل تباہ ہوگئی ہے اور گھر کی مالکہ دوسری جگہ اپنی تفریح کا سامان تلاش کرتی ہے۔ اگر اسلام نے عورت کو پردہ کا حکم دیا ہے تو اس میں سراسر سوسائٹی کا فائدہ مدنظر ہے۔ ممکن ہے اس میں تھوڑی سی قباحت ہو لیکن یہ تکلیف ان عظیم الشان فوائد کی خاطر جو پردہ

سے حاصل ہوتے ہیں، بخوشی گوارا کی جا سکتی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت

(مسٹر اسمٰعیل ڈی یارک بیرسٹر ایٹ لاء)

محترم حضرات اور خواتین!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور سعید یوم ولادت کی تقریب پر میں مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمیٰ کی طرف سے آپ سب حضرات کا دلی خیر مقدم کرتا ہوں۔ گو یہ تقریب سرکاری تقاریب میں سے نہیں ہے مگر اس کے باوجود یہ بعض واضح اور ظاہر وجوہ کی بنا پر ہماری غیر سرکاری تقاریب میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

گو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر اعتبار سے ایک انسان سمجھتے ہیں۔ مگر حضور کا عمل قرآن حکیم کے سمجھنے میں ہماری بہت مدد کرتا ہے۔ وہی قرآن حکیم جو حضورؐ پر نازل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو اسلامی قانون میں قرآن کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہے۔ شروع دن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کو اسلامی کردار کی حیثیت حاصل ہے۔ ہم زندگی کے ہر شعبہ اور روزمرہ کی تمام ضروریات میں حضورؐ کے اسوہ حسنہ کی اتباع کرتے ہیں۔ اس لئے حضورؐ کے یوم ولادت پر ہمارا حضورؐ کے حالات زندگی بیان کرنا نہ صرف طبعی بلکہ ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ موجودہ دور کے انسانوں کے لئے بھی غیر معمولی طور پر مفید ہے۔ اس لئے کہ یہ حضورؐ ہی تھے جن کے سپرد مہذب دور کی رہنمائی کی گئی۔ غیر محتاط اور غافل تاریخ داں ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ موجودہ تہذیب کی ابتدا، چودھویں اور سولہویں صدی عیسوی کے دو بیداری اور ادبی میلان سے ہوئی۔ اور صحیح بات تو یہ ہے کہ موجودہ تہذیب کی ابتدا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے ہوئی۔ پچھلے ایک ہزار سال سے مختلف اقوام عالم میں جو معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی تبدیلیاں ہوئیں وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے اصول و ضوابط کا نتیجہ تھیں اور ان سب میں حضورؐ

ہی کی اتباع کی گئی۔

اس کے باوجود کہ دنیا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کچھ سیکھا۔ یہ اب بھی خطرات سے دوچار ہے تو اس کی محض وجہ یہ ہے کہ یہ موجودہ مہذب دور کی ضروریات کو پورے طور پر سمجھ نہیں سکی۔ بلا مشقت حاصل ہونے والے نفع، انسانی نسل میں غیر طبعی تفاوت، رنگ و نسل کے امتیاز اجتماعی زندگی کی خرابیوں مثلاً شراب نوشی، جوے بازی، اور مرد اور عورت کے غیر شریفانہ تعلقات کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بے نظیر رویہ اختیار کیا اور آزادی ضمیر اور خیال کا جس طرح لحاظ رکھا۔ اسے موجودہ انسانیت کے لئے غیر فانی سرزنش کی حیثیت حاصل ہے۔

یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں کہ آپ سب، اسلامی حلقے کے اندر اور باہر ہر جگہ بہ تعداد کثیر حضورؐ کے نام پر یہاں جمع ہوئے۔ اور ذیل کی مقدس بحث میں شریک ہوئے۔ سبحان الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ۔ پاک ہے وہ اللہ جس نے حضورؐ کو ہماری رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا۔"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ دنیا کے نجات دہندہ

(از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب)

صاحب صدر، مسلمان بھائیو، بہنو اور دوسرے مذاہب کے ماننے والے دوستو!

انسان کی تمدنی زندگی، ایک اتفاقی طبعی حادثہ کی طرح زمانی اعتبار سے ماضی کے ایک ایسے دور کی طرف عود کرتی ہے جس میں ہر طرف مردنی طاری تھی اور یہ دور ایک ایسی شخصیت کے انتظار میں تھا جو اس کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اسے نئی زندگی بخشے۔ یہ شخصیت تعمیری قوتوں کا خزانہ تھی۔ ایسی شخصیت کو جاننے اور سمجھنے کے لئے اقتصادی، سیاسی اور نسلی قسم کے سطحی حالات کو دیکھنے کی احتیاج نہیں ہے۔ بلکہ ضرورت ہے اس چیز کی کہ انسانیت کے اصل منبع، انسانی اعمال و افعال کے اصل ماخذ اور انسانی جذبات و محرکات کو پہچانا جائے۔ یہ شخص انسان کی منتشر اور پراگندہ عقل و شعور کو اس کی ذات کی طرف پھیر دیتا ہے کہ یہی تمام تر تہذیبی تخلیق کی اصل بنیاد ہے۔ اس قسم کا شخص مذہبی رہنما و رہبر کہلاتا ہے، تاکہ انسانیت کے دوسرے معمولی رہنماؤں، اور اس میں امتیاز ہو سکے۔ عربی میں اسے نبی کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ اللہ غیر مرئی کا پیغام، سچی انسانیت کے تمام طبقات دنیا کو

تاریخ میں جہاں کہیں بھی ہم اضطراب و بے چینی پھیلی ہوئی دیکھتے ہیں وہاں ہمیں یہ بھی نظر آتا ہے کہ رحیم و کریم اللہ کی طرف سے اس کے ایک نبی مبعوث ہوئے۔

ان تمام انبیا میں سے آخری نبی ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ساتویں صدی عیسوی تمام قدیم تہذیبوں کا زمانہ مرگ ہے۔ اس زمانہ میں تمام پرانی تہذیبیں اپنے بستر مرگ پر پڑی ایک نئی تہذیب کے لئے جگہ بنا رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مردہ دور میں ایک انتہائی مردہ طبقہ میں پیدا ہوئے۔

حضورؐ مکہ میں سوموار کے دن ۱۲ ربیع الاول مطابق ۵۷۰ء کو عالم وجود میں تشریف لائے ہم آج اسی مبارک دن کی یاد منا رہے ہیں۔ یہ بھی لطف کی چیز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی اسی مہینہ میں ہوا۔ گو دن یہی نہیں تھا۔

حضورؐ کی پیدائش سے پہلے حضورؐ کے والد ماجد انتقال فرما چکے تھے۔ حضورؐ چھ برس کے تھے کہ حضورؐ کی والدہ ماجدہ بھی اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ اس طرح بہت چھوٹی عمر ہی میں حضورؐ کو زندگی کی مشکلات سے سامنا کرنا پڑا۔ ہمیں حضورؐ اپنے بچپن میں کمزور کی امداد کرتے نظر آتے ہیں جوانی میں ہم آپؐ کو کچھ اس طرح دنیاوی کام کاج کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ چھوٹے اور بڑے سب آپؐ کے اخلاق حسنہ کے مداح ہیں۔ پھر آپؐ شہر کی متمول خاتون سے نکاح کرتے ہیں۔ آپؐ فطرتاً غریب نواز اور ہمدرد خلائق ہونے کی وجہ سے، انسانیت کے دکھ اور درد کے عملی حل تلاش کرنے پر متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ تنہائی کی زندگی اختیار کرتے ہیں اور عبادت و ریاضت کرتے ہیں۔

چالیس سال کی عمر کو پہنچکر آپؐ کو نبوت کے شرف سے نوازا گیا۔ اس نئے تجربہ سے آپؐ کچھ پریشان اور مضطرب ہو جاتے ہیں۔ مگر آپؐ کی محبوب بیوی حضرت خدیجہؓ جن کی رفاقت میں آپؐ نے ۱۴ سال نہایت نیکی اور پاکیزگی کی زندگی گزاری۔ آپؐ کو وقتی طور پر تسلی اور تشفی دیتی ہیں۔

اس طرح ایک عورت حضورؐ پر سب سے پہلے ایمان لاتی ہے اور آپ کی امداد کرتی ہے۔ اور یہ فخر عورتوں کے لئے کوئی کم چیز نہیں۔

بعد کے دس سال میں حضرت خدیجہؓ حضورؐ کے چند دوسرے غلاموں کے ساتھ ملکر حضورؐ کو دشمنوں کے حملوں اور شرارتوں سے بچانے میں بہت زیادہ مدد دیتی ہیں۔ نبوت کے بارہویں سال

میں جبکہ حضورؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ اور حضورؐ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو چکا ہوتا ہے اور دشمنوں کی شرارتوں کے انسداد کا یہ چھوٹا سا ظاہری ذریعہ بھی نہیں رہتا تو حضورؐ مکہ کو چھوڑ کر ایک اور شہر کو جسے مدینہ کہا جاتا تھا - اور جو مکہ سے ۲۵۰ میل شمال میں واقع تھا، اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کا ارادہ کر لیتے ہیں - یہاں حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھیوںؓ کا دلی خیر مقدم کیا گیا - مرکز کی یہ تبدیلی اسلامی سنہ ہجری کی بنا ڈالتی ہے - اور یہ سال اس سنہ ہجری کا ۱۳۵۷ واں سال ہے

مدینہ پہنچکر بھی حضورؐ کے پیغام حق و صداقت کے دشمن حضورؐ کو آرام سے نہیں بیٹھنے دیتے - حضورؐ کی کمزور پناہ گاہ پر قوی اور منظم دشمن حملہ آور ہوتا ہے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقائے کار کی مختصر سی جماعت کو ساتھ لے کر مدافعت فرماتے ہیں - جہاں تک انفرادی تعاقب اور تنگ کرنے کا تعلق تھا وہاں حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھیوں نے عدم تشدد کا رویہ روا رکھا - اور بے شمار تکالیف اور مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا - اس سے دیکھنے والوں پر حضورؐ کے اخلاق حسنہ کا بہت زیادہ اثر ہوا - مگر اب جبکہ دشمن نے منظم ہو کر آپؐ کی تحریک کو ختم کرنے کے لئے آپؐ پر چڑھائی کی تو آپؐ نے نہایت استقلال اور سمجھداری سے ان کا مقابلہ کیا - اور چونکہ آپؐ حق و صداقت کے علمبردار تھے اور خدا آپؐ کے ساتھ تھا - اس لئے آپؐ کامیاب ہوئے - اور بالآخر شہر مکہ بغیر کسی خونریزی کے فتح ہو گیا - اور حضورؐ اس میں داخل ہو گئے - آپؐ نے دشمنوں کو اس وقت معافی نہیں دی - جبکہ دشمن قوی تھے - کہ اگر آپؐ ایسا کرتے تو یہ بے معنے ہوتا -

آپؐ نے دشمنوں کو زیر کرنے کی پوری کوشش کی، اور جب وہ پورے طور پر زیر ہو گئے تو آپؐ نے ان کو غیر مشروط معافی دے دی - جب آپؐ کے وہ دشمن جنھوں نے آپؐ کو، آپ کے خاندان اور آپؐ کے ساتھیوں رضی کو متواتر ۲۲ سال تک ہر قسم کی تکلیف دی - اور جو قصاص کے اصول سے ہر قسم کی سزا کے مستحق تھے - آپؐ کے حضور میں پیش ہوئے تو آپ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :- " لا تثریب علیکم الیوم - انتم الطلقا - آج تم پر کسی قسم کی سختی نہیں کی جائے گی - تم سب آزاد ہو "

اس سے تھوڑی دیر بعد جبکہ آپؐ کے خلاف تمام قوتیں ختم ہو گئیں - اور عرب کی اس نئی ابھرتی ہوئی قوت کے سامنے جھک گئیں تو حضورؐ ۶۳ برس کی عمر میں بخار میں مبتلا رہ کر اس دنیا سے دوسری دنیا

کو تشریف لے گئے۔ آپؐ نے اپنے پیچھے، اپنے ماننے والوں کی رہنمائی و ہدایت کے لئے، کتاب اللہ اللہ پر صحیح ایمان، اور ایک ایسی بین الاقوامی تہذیب چھوڑی جس نے دُنیا کو اس کی عمر بھر کی غفلت سے بیدار کر دیا۔

ہم یہاں حضورؐ کی پاکیزہ زندگی کے چند کارنامے بیان کرینگے۔

ایک ایسے پیغمبرِ خدا کی شخصیت اور افعال و اطوار جو وحی کے ذریعہ انسانی ہدایت و رہنمائی کا کام کرتا ہے کوئی چھپی اور پیچیدہ چیز نہیں۔ آپؐ کی شخصیت کو تاریخ میں بے نظیر اہمیت حاصل ہے آپؐ کے چاروں طرف بے شمار نقاد موجود تھے۔ اور آپؐ کی زندگی کا جائزہ لے رہے تھے۔ آپؐ کی زندگی کے ہر ایک واقعہ کو بڑی احتیاط سے دیکھا گیا۔ اور پھر اسے بڑی ہی دیانت سے ضبط تحریر میں لایا گیا دُنیا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا، اور کوئی ایسی شخصیت نہیں جسے پوری طرح پبلک کے سامنے لایا گیا ہو۔ اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا، کسی اور شخص کا کردار دُنیا کی بے شمار آبادی کے لئے اخلاقی معیار بنا ہے۔ آپ کی واضح اور متین شخصیت کے اثرات کو نہ تو کسی غیر معمولی ذریعہ اور نہ ہی کسی سریع الاعتقادی کی بنا پر دور کیا جا سکتا ہے۔ باوجودیکہ آپؐ دنیا کے تمام بانیان مذاہب میں سے سب سے زیادہ کامیاب تھے مگر آپ کو انسان (آدمی زادہ) سمجھا جاتا ہے۔ آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو بتا دیا کہ وہ ایک مطیع و منقاد ماں کے بیٹے ہیں اور اس طرح جسمانی نظام کے پابند ہیں جس طرح کہ دوسرے لوگ ایک انسان ہونا آپؐ کے نزدیک سب سے بڑے فخر کی بات تھی۔ مگر اس کے باوجود آپؐ اللہ کے حضور بڑی بڑی شان کے مالک تھے۔

آپؐ نے نہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی تعلیم دی بلکہ دُنیا کو یہ بھی بتایا کہ اللہ ساری کائنات کا خدا ہے۔ آپؐ نے دعا میں اللہ تعالے کو سارے جہانوں کا خدا کہا ہے، ایک خدا سے آپ کا مقصود غیر منقسم انسانیت تھی اور جس میں سیاسی اور روحانی طور پر منتخب اشخاص کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ آپؐ نے ساری دنیا کو پیغام الٰہی پہنچایا، اور تمام انبیائے سابقین کی عظمتوں کا اعتراف کیا۔

انسانی برادری اور اخوت اپنے تمام تر رنگوں میں آپؐ کے صحابہؓ میں پائی جاتی تھی۔ باوجودیکہ ایک دوسری تہذیب اسلام کو کچلنے اور دبانے کی کوشش کر رہی ہے۔ مگر اسلامی تہذیب اس اعتبار سے اس سے بہت زیادہ نمایاں ہے کہ اس میں کسی قسم کا نسل یا رنگ کا امتیاز نہیں ہے اور نہ ہی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں میں ذات پات کی تقسیم نے نفرت پیدا کی ہے۔ حتیٰ کہ حضور کے مذہب میں مسجد بھی امتیازی نشستوں کی لعنت سے پاک ہے۔ آپؐ کے ماننے والوں میں حقیقی عظمت و بڑائی صرف انہی لوگوں کو حاصل ہے جو کردار کے اعتبار سے بلند و بالا ہیں۔ دنیاوی عظمت و امارت اور دماغی برتری بجز اخلاقی اور روحانی عظمت کے بھی مسلمانوں کے نزدیک باعث تعریف نہیں۔

آپ کی ذات مبارک دنیا کے لئے مکمل نمونہ تھی۔ آپؐ میں قیصر اور پوپ دونوں کی صلاحیتیں بغیر پہلے کے بکھر اور دوسرے کی مراعات کے موجود تھیں۔ آپ کی پاکیزہ زندگی، انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری مکمل رہنمائی کرتی ہے۔ ایک یتیم کی حیثیت سے آپ غریبوں اور کمزوروں کی اعانت و امداد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور آخری زندگی میں آپؐ پوری قوم کے روحانی اور دنیاوی آقا کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ ایک تاجر، ایک صابر و شاکر مبلغ، ایک مہاجر، ایک قانون داں، ایک سپہ سالار، ایک سیاست داں، اور ایک مجلسی مصلح کی تمام تر صلاحیتیں آپؐ کی اکیلی ذات بابرکات میں موجود تھیں۔ مبارزت کی صورت میں گو آپؐ بہت سخت تھے۔ مگر رحم اور شرافت کی درخواست پر آپؐ بہت زیادہ نرم دل تھے* کمزور، جاہل، غیر مہذب اور خصوصیت سے بچوں کے ساتھ آپ کا سلوک بہت زیادہ مشفقانہ تھا۔ اور حقیقت میں آپؐ سب کے پیغمبر تھے۔

خصوصیت سے آپؐ طبقہ نسواں کے نجات دہندہ تھے۔ آپؐ نے اسے جنسی زندگی کی عظمت عطا فرما کر انتہائی پستیوں سے نجات دی۔ اسے ضروری تربیت اور جلا دے کر نا سمجھ انسانیت پر جنسی ضروریات کی سربستہ روحانیت سے آگاہ کر دیا۔ اس موجودہ دنیا کے لئے جو جنسی جذبات کو بہت بُری طرح استعمال کر رہی ہے اور اجتماعی اور روحانی زندگی میں اس کے زہریلے نتائج و اثرات سے پریشان ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہی اطمینان بخش ہو سکتی ہے۔ آپؐ نے عورت کو جسمانی اور اقتصادی زندگی میں مختار بنا کر اسے نجات بخشی۔ آپؐ نے اس کے لئے وراثت، جہیز اور مہر کو ضروری قرار دیا۔ آپؐ صنف نازک کے محض زبانی ہمدرد نہ تھے، بلکہ آپؐ نے اسے صحیح عظمت اور آزادی عطا فرمائی گم کردہ راہ نسوانیت کے لئے آپؐ ہی کی ذات مشعل راہ ہو سکتی ہے۔ اور یہ آپ ہی ہیں جن کے طفیل یہ صحیح نجات حاصل کر سکتی ہے۔

اگر غیر فانی خدا پر عقیدہ رکھنا ضروری اور لابدی ہے۔ اگر قادر مطلق خدا تمام عزائم اور مہمات کا مقصود

* آپ سب سے زیادہ بہادر اور بہادری کے باوجود بہت زیادہ رحم دل تھے۔

منتہیٰ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے زیادہ اس کی واضح مثال اور کہیں نظر نہیں آتی دس سال تک آپؐ نے اپنے لوگوں کے ہاتھوں انتہائی مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھائیں اور لطف یہ کہ اس پوری مدت میں آپ کے مشن کو اس سے کچھ زیاں نہ پہنچا۔ مکہ والوں کی سخت دلی نے آپؐ کو مجبور کیا کہ آپ طائف، مکہ کے ایک قریبی مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔ مگر آپؐ کے لئے یہ کتنی بڑی مایوسی تھی کہ ان لوگوں نے نہ صرف آپؐ کے پیغام پر کوئی توجہ کی بلکہ آپ کو مجبور کیا کہ آپؐ ان کے شہر سے نکل جائیں۔ اور جوں ہی آپؐ شہر سے باہر نکلے، اس شہر کے لونڈوں نے روساء شہر کے ایما پر، آپؐ پر پتھر برسائے۔ اور جب درد، اور جریان خون کے باعث آپؐ بیٹھ جاتے ظالم، آپؐ کو زبردستی اٹھا دیتے اور بکتے کہ "یہ جگہ تمہارے آرام کرنے کے لئے نہیں بنائی گئی ہے" یہی کیفیت متواتر تین میل تک رہی۔ اس طرح ہر جگہ اور تمام انسانوں سے مایوس ہوکر، آپؐ نے اپنے رب کے حضور جو دعا کی وہ ہمیشہ ہمیشہ اس دنیا میں انسانیت کے لئے اخلاقی اور روحانی جدوجہد کے وقت ایک بہترین سرمایہ بنی رہے گی۔

آپؐ نے اپنے اللہ سے عرض کی:۔

"اے میرے اللہ! میں تجھ ہی سے اپنی قوت کے انحطاط کی شکایت کرتا ہوں۔ تیرے ہی حضور اپنی کمزوری اور دنیا کی نگاہ میں اپنی بے وقعتی کا شکوہ گو ہوں۔ تو ہی سب سے زیادہ رحیم و کریم ہے، تو ہی کمزور کا والی و آقا ہے۔ تو مجھے کس کے بھروسے پر چھوڑ رہا ہے؟ غیر ہمدرد دشمن کے بھروسے پر جو انتہائی ترشروئی سے مجھ پر پل پڑتا ہے یا قریبی دوست کے بھروسہ پر جس کے سپرد تو نے میرے معاملات کر دیئے ہیں؟ میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔ صرف تیری حفاظت کی آرزو رکھتا ہوں۔ میں تیرے ہی حضور پناہ لیتا ہوں۔ میں تیری روشنی کا طلبگار رہوں۔ ایسی روشنی جس سے آسمان روشن ہیں اور جس سے ہر قسم کی تاریکی نور میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور جو اس دنیا اور دوسری دنیا کے معاملات کی نگرانی کرتی ہے۔ اے اللہ یہ کبھی نہ ہو کہ میں تیرے راستہ سے دور جا پڑوں۔ یا تو مجھ سے ناراض ہو جائے۔ دنیا میں تیرے سوا اور کوئی قوی اور طاقتور نہیں۔"

اس دعا نے بلاشبہ سمجھدار انسانیت کو ایک ایسے خطرہ سے آگاہ کر دیا جو اس کے سر پر موجود تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ خصوصیت بھی تھی کہ آپ مکمل رہنما تھے۔ آپؐ نے جس طرح لوگوں کے دماغوں پر قابو پایا اس کی مثال کہیں اور نظر نہیں آتی۔ کارلائل نے صحیح کہا ہے کہ دنیا کی سب سے زیادہ آبادی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ پر جس طرح ایمان رکھتی ہے کسی اور شخص کے الفاظ پر نہیں رکھتی۔ خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ اور میں تو یہ بھی کہوں گا کہ نہ صرف آج انسانوں کی سب سے زیادہ تعداد حضورؐ کے الفاظ پر ایمان رکھتی ہے بلکہ ہمیشہ سے یہی ہوتا رہا ہے۔

اس کے باوجود آپؐ تمام مذہبی رہنماؤں سے زیادہ جمہوریت نواز تھے۔ آپؐ نے اپنے رفقائے کار کو "صحابی" کے لفظ سے یاد کیا۔ آج کل کی اصطلاح میں کامریڈ سے جو مفہوم مراد ہے، صحابی کے بھی یہی معنے ہیں۔ حضورؐ نے اپنے ساتھیوں میں سے بعض کو انصار کا لقب بھی دیا۔ آپؐ نے اپنے اور مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا جسمانی اور نفسیاتی امتیاز نہیں پیدا ہونے دیا۔ گو آپؐ آخر عمر میں تمام قوم کے روحانی اور دنیاوی بادشاہ بن گئے تھے۔ مگر آپؐ ہمیشہ ایک معمولی اور غریب شہری کی طرح رہے اور میدان کارزار میں بھی آپؐ کی حیثیت ایک معمولی سپاہی کی ہوتی۔

حضورؐ کی ذات کل انسانیت کے لئے ہر اعتبار اور ہر نوعیت سے نجات دہندہ ہے۔ کیونکہ آپ نے انسان کو ایک انسان کی حیثیت سے تمام عظمتیں عطا فرما دیں۔ موجودہ انسانیت جو ہر قسم کے مکروفریب اور کچل دینے والی لیڈرشپ کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کر کے انسانی عظمت کو تباہی سے بچا سکتی ہے۔ کہ تنہا حضورؐ ہی کی ذات اور حضور ہی کی تعلیمات کی اتباع ہی موجودہ سماجی ماحول کو صحیح امن و سکون بخش سکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالےٰ کی ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ اور اے کاش آپؐ کی یاد ہماری اس مردہ زندگی میں نئی روح پیدا کر دے۔

اطلاع

اسلام اور مسیحیت میں مماثلت

(از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب)

(گزشتہ سے پیوستہ)

مسیحیت کا ایک اور مخصوص عقیدہ "فضل سے نجات" کا ہے۔ لیکن وسیع معنوں میں یہ اصول بھی اسلامی ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک آیت ہے "الرحمٰن علم القرآن" یعنی اللہ وہ رحمٰن ہستی ہے جس نے انسان کو قرآن کا علم عطا کیا۔ بالفاظ، خدا کی شان رحمانیت اس امر کی مقتضی ہے کہ دنیا میں نبی اور الہام بھیجے جائیں۔ تاکہ انسان کی روحانی ضروریات پوری ہو سکیں۔ اگر ہمارے مسیحی دوست لفظ فضل کو وسیع ترین معنے میں استعمال کر سکیں اور اس امر پر زور نہ دیں کہ فضل کے معنے ہیں یسوع کے خون سے نجات، تو وہ مسلمانوں کے ہم عقیدہ ہو سکتے ہیں۔ اور اس صداقت کے معترف ہو جائیں گے جس کا بعض مسیحی فرقے انکار کرتے ہیں۔ اسلامی زاویۂ نگاہ سے اس جملہ "فضل سے نجات" میں جو تصور پایا جاتا ہے، اور غالباً ابتدا میں عیسائیوں میں بھی یہی مفہوم رائج ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ انسان بلحاظ اپنی تخلیق کے ہمیشہ نیکی کی راہ پر نہیں چل سکتا۔ خواہ اس میں روحانیت کتنی ہی شدید کیوں نہ ہو۔ جب تک خدا اپنی تائید سے اس کو تقویت نہ بخشے اور وہ تائید یہ ہے کہ نیکی کے کاموں کی توفیق ملے۔ اور یہ تخیل اس خیال کی بھی تردید کرتا ہے کہ انسانی عقل خدا کی منشا کو معلوم کرنے کیلئے کافی ہے۔ اور خدا کی طرف سے ایک خاص توفیق کا اعلان کرتا ہے۔ جو بندوں کے لئے ضروری ہے روحانی کامیابی کے لیئے۔ پس انفرادی طور پر افعال کی ذمہ داری کا عقیدہ رکھتے ہوئے مسلمان بھی فضل سے نجات کے اصول کو تسلیم کر سکتے ہیں۔ اگرچہ اس سے ان کا مطلب جدا گانہ ہوگا۔

آخری عقیدہ کفارہ کا ہے۔ اگر اس کی تشریح قدرے رواداری کے ساتھ کیجائے تو یہ تخیل بھی مسلمانوں کو تسلیم ہے۔ اگر مذہبی پیشوا کی شخصی مثال، خالق اور مخلوق کے مابین باہمی رضامندی کا سبب ہو سکتی ہے تو تمام مذہبی پیشوا، ایک رنگ میں کفارہ ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خالق اور

مخلوق کے درمیان مصالحت کراتے ہیں اور شفاعت کے اسلامی تخیل کا مفہوم بھی یہی ہے۔ اور کفارہ کے ساتھ صعوبت کا تخیل تو گویا ایک منطقی لازمہ ہے۔ کیونکہ دُنیا میں ایسا کونسا مصلح یا نبی گزرا ہے جس نے بندوں اور خدا کے مابین مصالحت کے سلسلہ میں بندوں کے ہاتھوں تکلیف نہیں اٹھائی چونکہ یہ ابتلا تمام مصلحین عالم کی زندگیوں میں مشترک ہے اس لئے استعارتاً اس کو وہ قیمت کہہ سکتے ہیں جو یہ مصلحین، انسانوں کی کمزوری کے عوض ادا کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید نے، انبیا کی اس حالت کا نقشہ بار بار موثر الفاظ میں کھینچا ہے۔ پس اس اصول میں بھی مسلمانوں اور عیسائیوں میں کئی باتیں بطور قدر مشترک موجود ہیں۔

عقائد کو چھوڑ کر، جب ان دونوں مذاہب کی تعلیمات کی روح پر غور کرتے ہیں تو مسیحیت میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اللہ کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔ چنانچہ جناب مسیح فرماتے ہیں "میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ مذہب کا نام اسلام ہے۔ اور اس لفظ کے معنے ہی ہیں خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ گویا مذہب کا نام ہی کامل اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور اسلام کا تمام ضابطہ اخلاق، انسان کے نفس امارہ کو خدا کے سامنے جھکنے کا طریق سکھانے کا نام ہے۔ مسیحیت مادی اور روحانی دُنیا میں جیسا کہ میں سمجھتا ہوں امن قائم کرنے کی مدعی ہے اور زیتون کی پتی کا نشان اس حقیقت کا مظہر ہے۔ اور جناب یسوعؑ کو "امن کے شہزادہ" کا لقب بھی دیا گیا ہے۔ لفظ اسلام کے معنے امن اور صلح کے بھی ہیں۔ پس دونوں مذاہب کا مقصود بالکل یکساں ہے۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام اور مسیحیت کی نہ صرف روایات یکساں ہیں بلکہ اصول کے اعتبار سے مذہبی تخیلات اور مقاصد بھی۔ اور اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ان کی روحانی اتباع میں بھی تناقض نہیں ہے۔ کیونکہ مسیحیت کی مرکزی شخصیت اسلام میں بھی بہت عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ کچھ اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔ اختلافات تو سگے بھائیوں میں بھی ہوتے ہیں۔ اور خود مسیحی کلیسا میں اندرونی اختلافات موجود ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ پھر یہ مسلسل اور متواتر دشمنی کیسی؟ جو ان دونوں مذاہب کے پیرؤوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کا جواب وہی ہے جو میں قبل ازیں بیان کر چکا ہوں۔ کیونکہ ان دونوں میں اسقدر

شدید مماثلت پائی جاتی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ یہ دونوں اپنی مماثلت کا احساس کریں اور ان اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ جن کی شدت کی وجہ سے نفس مذہب کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ ان اختلافات کی بنا پر مخالفین مذہب کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اس سوال کا جواب میں اپنے ان عیسائی اور مسلمان دوستوں کی رائے پر چھوڑتا ہوں، جو اس مجلس میں اس وقت تشریف فرما ہیں۔

مکتوباتِ ووکنگ

مونگٹن لین - بریڈ فورڈ - یارکس -

بخدمت امام مسجد ووکنگ انگلستان

جناب عالی - السلام علیکم - مجھے آپ کا گرامی نامہ مل گیا ہے - میں سکرٹری صاحب مسجد ووکنگ کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتی، جنھوں نے آپ کی عدم موجودگی میں میری اچھی طرح آؤ بھگت کی -
میں ایک فوٹو اور ایک اپنا مختصر مضمون ارسال خدمت کرتی ہوں - اس مضمون میں یہ دکھاؤں گی کہ میرے قبول اسلام کے کیا اسباب تھے - گزشتہ دسمبر میں مسز مچیل کے ایک وسیع مکان میں فروکش ہوئی - اس مکان میں ہر وقت چودہ پندرہ اشخاص ضرور رہتے ہیں - ان سب کے خیالات معتقدات جداگانہ ہوتے ہیں - ان کا تعلق مختلف فرقوں سے ہوتا ہے - علاوہ بریں ایک یہودی ربی دن میں دو تین بار بلاناغہ آتا ہے - سالٹ لیک سٹی سے اکثر اوقات ایک عیسائی مبلغ بھی آتا جاتا رہتا ہے جب اول اول یہاں آئی تو میں نے ایک عیسائی لڑکی مے سے بطور تفنن طبع خطاب کیا اور کہا کہ دیکھو کیسی عجیب بات ہے کہ مچیل ان تمام یہودیوں، عیسائیوں اور مارمنوں سے شیر و شکر ہو کر رہتی ہے - اسے کسی سے کوئی اختلاف نہیں - مے نے جواب دیا آپ نہیں جانتیں مسز مچیل ایک نیک اور باسلیقہ خاتون ہے لیکن یہ بات ضرور ہے کہ وہ بیدین ہے - میں نے حیرت سے کہا بیدین ہے - مے نے کہا ہاں مسز مچیل مسلمان ہے -

مے کا یہ ریمارک آپ کو عجیب نظر آئے گا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ عیسائی حضرات جو مسز مچیل کی بیدینی کا فتوے دیتے ہیں - اگر اسلام سے ان کو واقفیت بہم پہنچائی جائے تو وہ یقیناً حلقہ بگوش اسلام ہو جائینگے - سب کے سب مسز مچیل کی اچھائی کے تو قائل ہیں ہی، بلکہ اس کی سخاوت کے مداح ہیں - مذہبی بحثیں جو وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہیں ان میں مسز مچیل کو اسلام کی تبلیغ کا خوب وقت مل جاتا ہے ایک دفعہ ایک یارک شائر کا انشورنس انسپکٹر شام کے وقت یہاں کسی سے ملنے کے لئے آیا جب اسے معلوم ہوا کہ مسز مچیل مسلمان ہے تو اس نے اس سے تبادلہ خیالات کرنے کا اشتیاق ظاہر کیا - انشورنس انسپکٹر

عقائد کے اعتبار سے کٹر رومن کیتھولک تھا مسز مچیل کے دلائل کا رد کرنے سے عاجز ہو گیا۔ قریب تھا کہ آنکھوں سے آنسو نکل آئیں۔ اس نے مسز مچیل سے کہا کہ جب تک تم یسوع مسیح اور کفارہ پر ایمان نہیں لاؤ گی تمہاری نجات نہیں ہو سکتی۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ کسقدر افسوس کا مقام ہے کہ ایک ایسی جہاں دیدہ خاتون دین مسیحی چھوڑ کر اسلام قبول کر لے۔ یہ فعل نہایت مبتذل ہے۔ جب یہ انشورنس انسپکٹر رخصت ہونے لگا تو اس نے نا امید ہو کر کہا مسز مچیل تم نے میری ایک بات بھی نہ مانی۔ میرا فرض منصبی تھا کہ میں تمہاری نجات کا راستہ دکھاؤں۔ چند ہفتوں کے بعد انشورنس انسپکٹر نے مسز مچیل کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ وہاں وہ یہ چاہتا تھا کہ اس کی ملاقات Bishop of Ripon رپن کے بشپ سے کرائے۔ اب تک وہ انسپکٹر رسائل اور چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ بھیجتا رہتا ہے۔

میں اکثر اوقات، مارمن عیسائی، اور یہودی ربی، اور مسز مچیل میں جو باہمی گفتگو ہوتی تھی سنا کرتی تھی۔ میں بھی اس مکالمہ میں دلچسپی لیتی تھی۔ اور بعض سوالات بھی پیش کرتی تھی۔ مسز مچیل ان کا جواب بھی عمدگی اور خوش اسلوبی سے دیا کرتی تھیں۔ یہاں ہمارے پاس اسلامی کتب کا کافی ذخیرہ ہے بعض مطبوعات آپ کے مشن کی ہیں۔ مسز مچیل سے میں کتابیں مستعار لے کر پڑھتی رہی۔ اور موصوفہ نے خود زبانی بھی بہت کچھ اسلام پر روشنی ڈالی۔ یہ سب کچھ ایک دن یا ایک ہفتہ یا ایک مہینہ میں نہیں ہوا بلکہ میں نے اسلامی تعلیم سبقاً سبقاً حاصل کی۔ مسز مچیل ہر نکتہ کو واضح طور پر میرے ذہن نشین کر دیا کرتی تھی۔ مجھے وضو کا طریق، نماز اور روزہ بھی سکھایا۔ جب اسے میرے عقائد کا کلیتہً یقین ہو گیا تو وہ مجھے اپنے ساتھ ووکنگ لائی۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اب میں سیدھے راستہ پر آگئی ہوں۔

آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اسلام کی دولت سے سرفراز کیا۔

آپکی نیازمند:۔ گووین جمیلہ کوپر۔ لاس انجیلس، کیلیفورنیا۔

بخدمت جناب امام صاحب شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان۔

برادر عزیز۔ السلام علیکم۔ مدت ہوئی۔ میں نے آپ کو ایک خط لکھا تھا۔ جس کا جواب آپکی طرف سے موصول نہیں ہوا۔ اس دوران خاموشی میں، میں نے اکثر آپ کو یاد کیا ہے۔ کیونکہ آپ پہلے مسلمان ہیں جنھوں نے میرے ساتھ کرمفرمائی کی اور میرے سوالات کا جواب دیا۔

اسلامک ریویو کے متعلق اکثر حیرانی رہی ہے۔ آیا یہ اب بھی شائع ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر شائع ہوتا ہے تو مجھے اس کی کاپیاں کیوں نہیں پہنچتی رہیں۔ عرصہ ہوا، میں نے آپ کو رسالہ میں شائع ہونے کے لئے مضمون بھیجا تھا۔ وہ اب تک نہیں شائع ہوا۔ اس لئے میں نے مزید مضامین آپ کو نہیں ارسال کئے۔

ایک مسئلہ درپیش ہے اور وہ یہ کہ یہاں بہت سے مسلمان مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ تم نے اسلامی نام کیوں اختیار نہیں کیا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں مجھے اسلام قبول کئے ہوئے آج آٹھ یا نو سال ہوتے ہیں۔ محض اس وجہ سے میں نے اسلامی نام نہیں رکھا کہ میں یہ چاہتا تھا کہ میرے مضامین میرے اصلی نام کے ماتحت شائع ہوں۔ اور اس سے غیر مسلم حلقہ میں کافی وقعت اور اہمیت کی نظر سے دیکھے جائیں۔ اب میرا ارادہ ہے کہ میں اسلامی نام ہی رکھ لوں۔ آپ تجویز کیجئے کیا نام ہونا چاہئے۔ کوئی با معنے اور مکمل نام تجویز کیجے۔ مجھے اس کے معنے سے بھی اطلاع دیجے۔ بہت سے مسلمانوں نے مجھ سے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ تمہارا مذہب کیا ہے۔ حال یہ ہے کہ مجھے یہ بھی علم نہیں کہ اسلام میں فرقے ہیں بھی یا نہیں۔ میں تو یہی جانتا ہوں کہ جو کچھ قرآن شریف کی تعلیمات میں محفوظ ہے وہی اسلام ہے۔ فرقہ بازی میری نظر میں ایک لایعنی چیز ہے۔ مسلمانوں کا شیرازہ منتشر نہیں ہونا چاہئے۔ جب مسلمانوں کو کامل طور پر یہ احساس ہو جائے گا تو وہ ایک منظم طاقت کے مالک ہو جائینگے۔ کیا آپ مجھے کوئی ایسی کتاب مہیا کر سکتے ہیں جس میں مختلف فرقوں اور ان کے مخصوص عقائد کا ذکر ہو۔ میں اس موضوع کے ماتحت ایک مضمون لکھوں گا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے کے بعد کس طرح افتراق پیدا ہو سکتا ہے۔ مسیحیوں سے بھی اگر یہی سوال کیا جائے تو وہ جواب دینے سے قاصر رہیں گے۔

(جواب کا منتظر:- ہیری - ای - ہنکل)

جواب منجانب امام مسجد ووکنگ۔

ہیری - ای ہنکل اسکوائر - لاس انجیلس - کلیفورنیا - (یو - ایس - اے)

میرے عزیز بھائی! السلام علیکم۔ آپ کا مکتوب گرامی ملا۔ میں آپ کے برادرانہ خلوص کی قدر کرتا ہوں۔ میں آپ کا نام عبدالہادی تجویز کرتا ہوں۔ عبدالہادی کے معنے ہیں اس کا بندہ جو صراط مستقیم کی طرف ہدایت اور رہنمائی کرتا ہے یعنے خدا۔ اس نام میں آپ کے سابقہ نام کے حروف بھی آجاتے ہیں

میں آپ کے آرٹیکل کو تلاش کروں گا۔ ممکن ہے شائع ہو چکا ہو۔ جبمیں یہ شائع ہوا ہوگا یا آئندہ ہوگا اُس کی کاپی آپ کو بھیجدونگا۔

آپ کا خیال صحیح ہے اسلام فرقہ پرستی کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو بخلاف مسیحیت اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ یوں ہمارے ہاں اختلاف فروعات میں ہے اصول میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ آئینی، سیاسی اور فقہی اختلافات ہیں۔ آپ ان کے متعلق تشویش نہ فرمائیں قرآن شریف کی پیروی کئے جائیں۔ اور یہی ایک مسلمان کی شان ہے۔

(میں ہوں:۔ آفتاب الدین احمد۔ امام۔ پیڈنگٹن۔)

لندن۔ ڈبلو۔ ۲۔

جناب عالی! میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا کوئی ایسا رسالہ یا کتاب ہے جسکے پڑھنے سے مجھے مذہب کے متعلق کافی واقفیت ہو جائے۔

کچھ عرصہ گزرا میں ووکنگ آیا تھا اور وہاں میں نے ایک لیکچر سنا۔ لیکن بعد میں وقت نہیں مل سکا کہ میں آپ سے گفتگو کرتا۔ ممکن ہے جمعہ کے روز میں وکٹوریہ میں دو یا تین بجے کے درمیان مل سکوں۔ اگر نہ آسکا تو آپ ازراہ کرم مجھے کتابوں کے نام سے تو مطلع فرما دیجئے۔

کیا آپ کبھی لندن میں لیکچر دینے کی غرض سے تشریف لاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو مجھے نہایت مسرت ہوگی۔ میرا خیال ہے، ایک دفعہ آپ نے (Spiritualist Church.) میں تقریر کی تھی۔ یا شاید کوئی اور امام صاحب ہوں۔ جواب کا منتظر

(آپ کا عقیدت کیش:۔ روبی ایونس)

گزارش } اس پرچہ کے ساتھ جن جن احباب کا سالانہ چندہ ختم ہوگیا ہے وہ ازراہ کرم مبلغ عہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر ممنون فرمائیں ان کی ترسیل زر سے وی پی کی زحمت اور خرچہ سے انہیں نجات ہو جائے گی۔ رقوم بنام فنانشل سکرٹری صاحب دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل، برانڈرتھ روڈ لاہور بھیجیں۔ جزاک اللہ

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۸ع

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۸/۳۸	۶۱۸	جناب نواب سر محمد حبیب اللہ صاحب مش			۱۰
۳ ″	۶۲۴	″ ایم کے سیاگو ″			۵
۴ ″	۶۳۱	″ خانبہادر شیخ منہاج الدین صاحب ″			۱۰
۶ ″	۶۳۳	″ نواب نظامت جنگ بہادر ″			۵۰
″	۶۴۴	″ کے ایم ایس محمد ابراہیم ″			۱۱
″	۶۴۵	″ کرم الہی صاحب قریشی ″			۵
″	۶۴۶	″ عبدالوحید صاحب ″			۵
۸ ۸/۳۸	۶۵۵	″ اے عبدالوہاب صاحب ″			۵
″	″	″ کیپٹن سعید احمد ″			۵
″	۶۵۶	″ قاضی عبدالکریم صاحب ″			۱۰
″	۶۵۹	″ سیدہ ہاجرہ خاتون ″			۱
۹ ۸/۳۸	۶۷۰	″ ایم محمد اظہرالحق صاحب ″			۸
″	۶۷۱	″ علی احمد خانصاحب و اشمین بی سلے			۵
۱۰ ″	۷۰۰	″ خانبہادر ایس اے ایم قادری ″			۱۰
۱۱ ″	۷۰۷	″ نور محمد صاحب چودھری			۶
۱۲ ″	۷۲۱	از کولاپور			۵
″ ″	۷۲۲	″ سید انیس حق صاحب			۵
۱۳ ″	۷۳۴	″ عبدالحق صاحب			۵
″	۷۳۵	″ محمد اے مجید صاحب			۵
۱۵ ″	۷۴۶	″ نواب اکرام الدین صاحب			۲۵
″	۷۴۷	″ میاں محمد سلیم نظام جان			۳۰
″	۷۴۸	″ مس محمد علی			۱۵
″	۷۴۹	″ میرزا غلام صمدانی صاحب			۱۰
″	۷۵۰	″ سر اے ایچ۔ غزنوی			۱۰
″	۷۵۱	″ عبدالکریم صاحب			۱۵
″	۷۵۲	″ مولوی ظہور القیوم			۵
″	۷۵۴	″ محمد حسین صاحب			۵
″	۷۵۵	″ سکرٹری ینگ مسلم لٹریری کلب			۵
″	۷۵۶	″ کے بی۔ ایس اعجاز علی صاحب			۵
″	۷۵۳	″ عبدالکریم صاحب			۵
۱۶ ۸/۳۸	۷۶۹	″ عزیز سعید			۱۰
۱۷ ″	۷۸۱	″ محمد مدرس چودھری			۳
	۷۸۲	″ عبدالکریم صاحب			۵
۱۸ ۸/۳۸	۷۸۸	″ محمد توحید احمد صاحب			۵

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۸ ۸/۳۸	۷۸۹	″ ایس اے قدوائی			۵
″	۷۹۰	″ ایس بشیر الدین صاحب			۵
۱۹ ″	۷۹۲	″ عمر اسمعیل صاحب (کل ۷ پونڈ موصول ہوئے جن میں سے ایک پونڈ چندہ رسالہ اسلامک ریویو اور ایک پونڈ برائے مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو۔ ۵ پونڈ برائے مشن)	۰	۲	۶۵
″	۷۹۳	عبدالمقیت خاں صاحب			۱۹
۲۰ ″	۷۹۹	جناب عبدالرحیم صاحب			۱۰
۲۵ ″	۸۲۰	″ خان بہادر عبدالرحیم صاحب			۱۰
۲۷ ″	۸۲۸	″ سید حبیب الرحمن صاحب			۲۵
۲۹ ″	۸۳۱	″ مسٹر اے۔ ایم جمیل			۱۰
″	۸۳۲	″ نصیر الدین صاحب			۱۰
″	۸۳۳	″ اے سلیمان ابی بکر			۱۰
″	۸۳۴	″ عبدالحمید صاحب			۵
″	۸۳۵	″ عبدالحکیم صاحب			۱
″	۸۳۷	″ عمر محمد صاحب (کل ۵ روپے وصول ہوئے جنمیں سے ۳ روپے برائے مفت تقسیم کتب اور ۲ روپے مشن)			۲
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ اگست ۳۸ء			۷۰۵
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام ماہ اگست ۳۸ء		۸	۵۲
		فروخت ووکنگ گزٹ ماہ اگست ۳۸ء		۴	۲
		فروخت کتب		۹	۱۴۰

آمد مفت تقسیم اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۹ ۸/۳۸	۷۹۲	جناب محمد اسمعیل صاحب		۴	۱۳

میزان کل ۱۳۹۴ — ۱ — ۰

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۸ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۶ اگست	۳۳	میسرز معراج الدین جلد ساز جلد سازی اسلامک ریویو بابت ماہ فروری و مارچ سنہ ۱۹۳۸ء		۴	۴۴
"	۳۴	میسرز کلکتہ آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور طباعت فوٹو برائے اسلامک ریویو و لیٹر سرکلر			۳۸
"	۳۵	میسرز نیشنل ٹریڈنگ کمپنی ۶ ریم کاغذ برائے اشاعت اسلام ۲ ریم کاغذ برائے ووکنگ گزٹ			۳۵
"	۳۶	میسرز نورانی پریس لاہور علے الحساب طباعت اشاعت اسلام		۸	۳۰
"	۳۷	میسرز این سی گوئل ۴ ریم کرافٹ پیپر ۳ ریم سفید	۹	۲	۳۰
"	۳۸	میسرز رین پرنٹنگ پریس طباعت ووکنگ گزٹ و ضمیمہ اسلامک ریویو			۳۰
"	۳۹	میسرز محمد رضا جلد ساز جلد سازی ۱۲ کاپیاں و فائل اسلامک ریویو		۸	۲۰
"	۴۰	میسرز نیو یونین پریس لاہور طباعت چیں اسلامک ریویو اور نمونہ جات قرآن مجید وغیرہ			۲۰
"	۴۱	میسرز فوٹو آرٹ کمپنی نیوائی بلاک ۲ عدد برائے فوٹو اسلامک ریویو			۱۲
"	۴۲	میسرز ایور گرین پریس طباعت لیٹر سرکلر و لفافے وغیرہ		۱۲	۱۱
"	۴۳	تنخواہ عملہ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۸ء	۹	۱۴	۲۶۹
"	۴۴	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل محصول ڈاک از نمبر ۸۷۲ تا نمبر ۸۹۹ — کتب خرید کردہ برائے فروخت — ترجمہ برائے اشاعت اسلام — کتابت اشاعت اسلام بقایا جون و علے الحساب جولائی سنہ ۱۹۳۸ء — تالیف قلوب — ٹائپ کرائی مضامین وغیرہ			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
۶	۴۴	ایک ریم کاغذ برائے گزٹ — بجلی کا بل — تار — لفافے سیاہی وغیرہ — ۳ ریم کاغذ برائے رسالہ اشاعت اسلام — متفرق — ۹-۸-۲۵۵	۹	۸	۲۵۵
"	۴۵	کرایہ کاغذ اسلامک ریویو از کراچی تا لاہور و محصول چنگی اور کرایہ چھکڑا وغیرہ	۶	۱۱	۲۱۷
"	۴۶	کرایہ آرٹ پیپر برائے فوٹو رسالہ اسلامک ریویو از کراچی تا لاہور و محصول چنگی وغیرہ	۹	۱۴	۳۷
"	۴۷	قیمت کاغذ برائے اسلامک ریویو سفید و آرٹ پیپر		۴	۵۵۹
"	۴۸	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از نمبر ۹۰۰ تا نمبر ۱۰۷۴ — ایک ریم فلسکیپ ایک ریم دیسی اور ایک ریم کرافٹ پیپر وغیرہ — فائل - بلاٹنگ پیپر اور لاکھ وغیرہ — کتب خرید کردہ برائے فروخت — ترجمہ برائے رسالہ اشاعت اسلام — کتابت رسالہ اشاعت اسلام بقایا جولائی و علے الحساب بابت اگست سنہ ۳۸ء — بل بجلی — ایک ریم کاغذ برائے گزٹ — متفرق — ۳-۳-۲۴۶	۳	۳	۲۴۶
"	۴۹	کرایہ دفتر لاہور و بکڈپو ماہ جون سنہ ۳۸			۴۵
			۹	۳	۱۹۰۴

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ، عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

(بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۸ء)

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۹/۳۸	۴۳۹	جناب عبدالرزاق فاروقی مشن		۸	۴
۲ "	۸۸۱	جناب خان بہادر شیخ منہاج الدین صاحب "			۱۰
"	۸۴۲	جناب صغیر احمد صاحب "			۱۰
۳ "	۸۴۹	" محبوب خانصاحب "			۳
۵ "	۸۵۵	" ہز ہائنس نواب صاحب بہادر مانگرول		۸	۴۹
"	۸۵۶	جناب ڈاکٹر شیخ مہتاب الدین صاحب زکوٰۃ			۵
"	۸۵۸	" ایس شیخ نادر صاحب "			۱
۶ "	۸۶۳	" صالح احمد صاحب "			۱۰
"	۸۶۵	" کے بی شربت خانصاحب "			۵
۷ "	۸۹۱	" محمد اسلم خان صاحب "			۵
۸ "	۸۹۷	" مسٹر امیرالدین صاحب "			۱۰
۹ "	۹۱۳	" مسٹر ای الیف خان زکوٰۃ			۵
"	۹۱۴	" ابوالخیر صاحب "			۵
"	۹۱۵	" ڈاکٹر ظہورالدین رضوی "			۵
"	۹۱۶	" علی احمد خان صاحب "			۵
۱۰ "	۹۲۴	غلطی از امپیریسٹ بل ۳۲۲			۵
۱۱ "	۹۳۷	جناب ایس ایم سراج الحق زکوٰۃ			۲۵
"	۹۴۰	" کے بشیر احمد صاحب "			۱۵
"	۹۴۱	" ڈاکٹر جعفر حسن صاحب "			۱۰
"	۹۴۲	" نور احمد بابر صاحب "			۱۰
"	۹۴۳	" عبدالکریم صاحب مشن			۵
"	۹۴۴	" ایچ غفور خان صاحب زکوٰۃ			۵
"	۹۴۵	" مولوی محمد اظہر الحق صاحب مشن			۴
"	۹۴۸	" زلوک صاحب "			۵
"	۹۴۹	" ای یو حاجی احمد صاحب "			۱۰
۱۴ "	۹۷۴	" سردار محبوب علی خانصاحب زکوٰۃ			۵۰
"	۹۷۵	" عبدالمجید خانصاحب "			۱۵
"	۹۷۹	" فخرالدین صاحب "		۱۲	۹
۱۷ "	۹۹۱	" ایس الطاف کریم صاحب مشن			۵
"		" مراد علی ۔ برکت علی صاحبان برائے مشن			۵
۱۹ "	۱۰۰۰	جنابہ مسز رشیدہ لطیف صاحبہ "			۱۰
"	۱۰۰۱	جناب سید مجیب الرحمن صاحب زکوٰۃ			۳۰
"	۱۰۰۲	صاحبزادی نورالحق صاحب مشن			۲
۲۰ ۹/۳۸	۱۰۱۹	جناب محبوب خانصاحب مشن			۳
"	۱۰۳۲	منافع از سرمایہ محفوظ "			۳۹۹
۲۱ "	۱۰۳۳	جناب راؤ عثمان علی خانصاحب "			۱۰
"	۱۰۳۴	" مفتی محمد طفیل صاحب			۲
۲۳ "	۱۰۳۸	" خان بہادر منشی عنایت حسین صاحب برائے مشن			۵
"	۱۰۳۹	" شیخ عبدالکریم صاحب "			۵
۲۶ "	۱۰۵۱	" شیخ گل محمد صاحب "			۲
"	۱۰۵۲	" حمید الدین احمد صاحب "			۵
"	۱۰۵۳	" محمد عزیز خان صاحب "		۱۲	۵
۲۷ "	۱۰۶۴	" ٹیپو سلطان علی خان "			۵
"	۱۰۶۵	" بیگم صاحبہ خواجہ جلال الدین "			۵
۲۸ "	۱۰۶۷	" سید نثار قطب صاحب زکوٰۃ			۵
"	۱۰۷۳	" کے ایس ڈاکٹر سلیمان خانصاحب			۵
"	۱۰۷۴	" محمد حسین صاحب			۱۵
"	۱۰۷۷	" ہز ہائنس سلطان آف کیدا		۱۲	۱۳۲
۲۹ "	۱۰۷۸	" ایم اے مغنی صاحب			۱۰
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۸ء		۶	۷۸۹
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام ماہ ستمبر ۳۸ء		۴	۵۸
		فروخت ووکنگ گزٹ		۱۲	۴۲
		فروخت کتب	۶	۱۵	۱۹۴

۲۰۵۳ — ۱۲ — ۶

تفصیل آمد مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۰ "	۹۳۸	جناب محمد شریف خانصاحب ۳ کاپیاں			۱۵
۱۷ "	۹۹۳	جناب محمد کبیر خانصاحب ایک کاپی			۵

۲۰ — ۰ — ۰

کل میزان ۲۰۷۳ — ۱۲ — ۶

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور

بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۸ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
	۵۰	میسرز سول اینڈ ملٹری گزٹ			
		طباعت رسالہ اسلامک ریویو ماہ مارچ ۱۹۳۸ء			۱۰۰
	۵۱	" " اپریل ۱۹۳۸ء			۱۰۰
	۵۲	" " مئی ۱۹۳۸ء			۱۰۰
	۵۳	" " جولائی ۱۹۳۸ء			۱۰۰
	۵۴	میسرز ایسٹرن ایکسپریس اینڈ کو لمیٹڈ			
		اخراجات برائے ۵ گانٹھ کاغذ اسلامک ریویو			
		بہ تفصیل ذیل:-			
		کسٹم ڈیوٹی [illegible]			
		کسٹم [illegible]			
		کسٹم کیلئے گانٹھ [illegible]			
		پورٹ پر اخراجات [illegible]			
		کاریج محصول وغیرہ [illegible]			
		۱۷۰-۸-۰		۸	۱۷۰
	۵۵	میسرز رین پرنٹنگ پریس			
		طباعت گزٹ نمبر ۳ و ۴ و ۵		۸	۳۱
	۵۶	میسرز فوٹو آرٹ کمپنی			
		بنوائی دو عدد بلاک برائے			
		رسالہ اسلامک ریویو	۶	۳	۱۶
	۵۷	سفر خرچ نائب امام مسجد ووکنگ			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
		برائے روانگی ووکنگ مسجد لندن			۴۲
	۵۸	تنخواہ عملہ بابت اگست ۱۹۳۸ء	۳	۷	۲۵۲
	۵۹	امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:-			
		محصول ڈاک از نمبر ۱۱۹۰ تا ۱۲۳۰ [illegible]			
		۳ ریم برائے اپیل زکوٰۃ و منی آرڈر فارم [illegible]			
		سٹیشنری [illegible]			
		۳ ریم کاغذ برائے گزٹ و ایک ریم فلسکیپ پیپر [illegible]			
		۳ ریم کاغذ برائے اشاعت اسلام [illegible]			
		کتابت رسالہ اشاعت اسلام بقایا اگست ۱۹۳۸ء [illegible]			
		متفرق [illegible]			
		۲۹۶-۵-۶	۶	۵	۲۹۶
	۶۰	ترجمہ برائے اشاعت اسلام		۸	۱۶
	۶۱	" " "		۵	۱۴

کل میزان ۱۲۳۹-۱۳-۳

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمٰے کی مسلم سوسائٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ ... لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس ۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات۔ تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ الازہر سے اکثر تبلیغ اسلام کی جد و جہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس ۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ ... مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہو چکے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جد و جہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں اشاعتِ اسلام ہمارا اوّلین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ نئی نیا جدید اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں۔ اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (دو ہزار صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی رقم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ۔ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ بطور محفوظ فنڈ جمع کیا جائے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی چندے کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں